

شیرِ اسلام ابوالفضل مولوی

ابوالفضل مُحمّد کرم الدّین دبیر (رئیس بھیں ضلع جہلم)

○ حالاتِ زِندگی

○ رَدِ قادیانیت

حالات زندگی :

ابوالفضل مولانا محمد کرم الدین دبیر ۱۲۶۹ھ میں موضع بھیں چکوال میں پیدا ہوئے۔ دوسرے علماء کرام کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور حضرت علامہ احمد علی محدث سہارنپوری سے علم کی تحصیل کی۔ آپ ایک جید عالم دین تھے۔ فن مناظرہ میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ تقریر و تحریر اور مناظروں سے مذاہب باطلہ کا بھرپور رد کیا۔ شیعہ کے مشہور مناظر مرزا احمد علی اور دوسرے شیعہ علماء سے مناظرے کیے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حسام الحرمین (جس میں بعض علماء دیوبند پر فتویٰ تکفیر صادر کیا گیا ہے جس کی تائید علماء عرب نے بھی کی) کے مندرجات کی تائید کی اور رد وہابیت آپ کی زندگی کا محبوب مقصد تھا۔ حضرت میاں بخش کھڑی شریف میرپور کشمیر کی کتاب ہدایت المسلمین کی مبسوط تقدیم لکھی جس میں آپ لکھتے ہیں:

ہے نکلی نجد سے اول یہ آفت ——— پھر آ پہنچی یہ در ہندوستان ہے
بنی شاخیں بہت اس کی یارو ——— گرو سب کا مگر نجدی میاں ہے
کوئی مرزائی کوئی نیچری ہے ——— کوئی چکڑالوی اہل القرآن ہے
مچایا دین میں فتنہ انہوں نے ——— پڑا ایک شور سا اندر جہاں ہے

رد قادیانیت :

حضرت مولانا دبیر اہلسنت کی شمشیر بے نیام تھے۔ مرزا قادیانی کی تردید میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ہفت روزہ "سراج الاخبار" کے ذریعے ایک عرصہ تک قادیانی کا تعاقب جاری رکھا۔

علامہ موصوف کو قادیانیوں کے خلاف مقدمہ بازی کی وجہ سے پورے برصغیر میں شہرت دوام حاصل تھی۔ آپ کے قادیانیوں سے متعدد مقدمات عدالت ہائے جہلم گورداسپور اور سیالکوٹ وغیرہ میں ہوئے۔ آپ نے اپنے مقدمات کی مفصل روئیداد اپنی کتاب ''تازیانہ عبرت معروف بہ مثنیٰ قادیان قانونی شکنجہ میں'' میں قلمبند فرمادی ہے۔

تازیانہ عبرت کے آغاز میں ''باعث اشاعت'' کے عنوان کے تحت آپ رقم طراز ہیں :

''آج سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے چند فوجداری مقدمات میرے اور مرزائیوں کے درمیان جہلم و گورداسپور میں ہو گزرے ہیں ان میں سے ایک مقدمہ میں مرزا قادیانی تقریباً دو سال تک سرگرداں رہا۔ آخر عدالت سے سزایاب ہو گیا اور اپیل میں بڑے مصارف کے بعد ایک انگریزی وکیل کی خدمات سے بمشکل سزا معاف کروائی۔ ان مقدمات کی روداد اکثر اخبارات بالخصوص سراج الاخبار جہلم میں شائع ہوتی رہی ہے۔ پھر احباب کے اصرار پر علیحدہ کتابی صورت میں بھی چھاپی گئی جو اسی وقت ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ چونکہ نتائج مقدمات مرزائی جماعت کے حسب مراد نہ تھے اس لئے مرزائیوں نے کوئی روداد وغیرہ شائع نہ کی۔ لیکن بعد میں مرزائی قادیانی نے حسب عادت اپنی کتب نزول المسیح اور حقیقۃ الوحی وغیرہ میں ان مقدمات کو بھی اپنی پیش گوئیوں اور نشانات میں داخل کیا۔ اس کے حواری مولوی محمد علی اور مرزا محمود علی، بھی اپنی بعض کتب میں ان مقدمات کا ذکر پیرائے میں کیا۔ چونکہ مرزا قادیانی خود تھوڑے عرصے بعد ہی راہ گیر عالم جاودانی ہو گیا تھا اس لئے ہم نے اس بارے میں سکوت اختیار کیا لیکن بعض احباب نے جب مرزائیوں کی وہ لن ترانیاں سنیں تو انہوں نے اصرار کیا کہ روداد مقدمات دوبارہ شائع کی جائے اور عوام کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے کہ مقدمات کے نتائج و عواقب مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کے حق میں باعث کامیابی نہیں بلکہ انتہائی ذلت کا باعث تھے۔ اگر صحیح کیفیت

دوبارہ شائع نہ کی جائے تو ناواقف اشخاص کو بہت مغالطہ ہو گا اس لئے اب یہ روداد مکرر بہت ہی ترمیم اور اضافہ جات کے ساتھ شائع کی جاتی ہے۔ کتاب کا مطالعہ قارئین کی دلچسپی کا باعث ہو گا اور ممکن ہے کہ کوئی طالب حق مرزائی اسکو پڑھ کر راہ راست پر آ جائے۔

(تازیانہ عبرت)

ایک انتہائی اہم بات جو ان مقدمات میں سامنے آئی وہ مرزائی قادیانی اور اس کے چیلوں کی راست بازی کی حقیقت کا عوام کے سامنے کھل کر آنا تھا۔ اس سلسلہ میں مولانا کرم الدین دبیر صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''ان مقدمات نے بہت بڑا راز جو کھولا وہ مرزا قادیانی کی صداقت کی قلعی کھولنا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے حلفی بیانات میں جو عدالت میں اس نے لکھائے بہت جھوٹ بولے ہیں جنکی مکمل فہرست ہم اس روداد کے آخر میں ہدیہ قارئین کریں گے اور ساتھ ہی ان کے بعض ارکان نے جو کچھ غلط بیانیاں کیں ان کی بھی فہرست دیں گے تاکہ پبلک اس امر سے پورا فائدہ اٹھائے کہ جو شخص عدالت میں حلفی بیانات میں جھوٹ بولے وہ کبھی بھی خدا کا راستباز بندہ، ولی یا امام و نبی نہیں ہو سکتا۔ ہم ان بیانات سے ثابت کریں گے تاکہ سوچنے والوں کو مرزا قادیانی کے دعوی مسیحت و نبوت کے صدق و کذب کا معیار مل سکے۔ ایسے مقدمات میں جرمانہ کا ہونا یا نہ ہونا یا معاف ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔ ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ سب سے اہم بات ایسے مواقع پر کذب و صدق کا پرکھنا ہوتا ہے جو ان مقدمات میں ظاہر ہو چکا ہے۔ (تازیانہ عبرت)

اسلام کے یہ بطل جلیل عقیدہ اہلسنت و جماعت کے محافظ تحریک ختم نبوت کے روح رواں اپنی عمر چھیانوے سال مکمل کرنے کے بعد ۱۸ شعبان ۱۳۶۵ھ کو اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔ موضع بھیں ضلع چکوال میں آپکی آخری آرام گاہ ہے۔

مفکرِ ملت شرفِ اہلسنت حضرتِ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ
(چند ملاقاتیں اور اہم یادیں)

خورشید احمد سعیدی
لیکچرر شعبہ تقابل ادیان، فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز (اصول الدین)
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

محسن اہل سنت، شرف ملت، ماحی شرک و بدعت، مبلغ قرآن و سنت، شیخ الحدیث حضرت علامہ الشیخ محمد عبدالحکیم شرف قادری نوراللہ مرقدہ سے میری چند یادگار ملاقاتیں ہیں۔ قرآن و سنت سے ان کی والہانہ وابستگی، طلباء سے ان کا مشفقانہ اخلاص، رضویات پر کام کرنے والوں کی سرپرستی، درد ملت رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی، مشکل اور نامساعد حالات میں پہاڑوں سے بھی بڑی ان کی استقامت، ملی، قومی اور دینی اُمور سے ان کی بروقت خبر گیری ایسی صفات ہیں جنہوں نے مجھ ایسے طالب علم کو حضرت شرف کی طرف کھینچا اور اس سلسلے میں ان متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔

میری ابتدائی تعلیم گھر سے ہوتی ہوئی سکول سے کالج تک پہنچی۔ کالج میں ایف ایس سی (FSc) کے امتحان سے کچھ عرصہ پہلے ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میری زندگی کا رخ بدل دیا اور میں ۱۹۸۹ء میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم کچہری روڈ ملتان میں دینی تعلیم کے لیے آ گیا۔ درس نظامی کی پہلی جماعت میں میر سید شریف علی بن محمد جرجانی کی نحو میر بھی شامل تھی۔ میرے ذوقِ تجسس نے نحو میر کی شروحات میں حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف علیہ الرحمۃ کی لکھی ہوئی نحو میر پر ایک خوبصورت شرح کو بھی جا پایا۔ اس طرح حضرت شرفِ ملت سے میرا تعارف شروع ہوا۔ اس شرح نے میرے لیے نہ صرف نحو میر کو سمجھنا آسان کر دیا بلکہ میرے دل میں حضرت شرفِ ملت کی محبت بھی پیدا کر دی اور میں تمنا کرنے لگا کہ کیا کبھی میں ان سے ملاقات کی سعادت سے بہرہ مند ہو سکوں گا۔

۱۹۹۰ء میں جب میں انوار العلوم میں زیر تعلیم تھا تو دوستوں نے اور اساتذہ میں سے حضرت علامہ محمد امین سعیدی نے مجھے بزم سعید کا ناظم اعلیٰ بنا دیا۔ اس طرح میری ذمہ داریاں اور تعلقات بڑھ گئے۔ تعلقات میں وسعت نے کچھ عرصہ بعد مجھے انجمن مدارس عربیہ ملتان ڈویژن کا ناظم بنا دیا۔ انجمن کے کچھ صوبائی سطح کے اجلاس جامعہ نظامیہ لاہور میں ہوئے اور اُن میں شرکت کے لیے مجھے آنا پڑتا۔ لیکن افسوس کہ ان سب اجلاسوں میں حضرت شرفِ ملت کی ملاقات سے محروم رہا۔ البتہ ان کی تصانیف (بالخصوص:

'اندھیرے سے اجالے تک'، 'شیشے کے گھر' اور مشکوٰۃ شریف کی فارسی شرح اشعۃ اللمعات کا اردو ترجمہ) کا مطالعہ جاری رہا اور غائبانہ تعلق گہرا ہوتا رہا۔

۱۹۹۷ء میں جب مجھے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں داخلہ ملا تو کچھ عرصہ بعد کسی کام کے لیے مجھے لاہور جانا پڑا۔ اس بار جب میں جامعہ نظامیہ میں گیا تو شوقِ ملاقات مجھے حضرت شرفِ ملت کے پاس لے گیا جو اس وقت دورۂ حدیث کی جماعت کو سبق پڑھانے کے لیے اپنے کمرے میں تشریف فرما تھے۔ چونکہ صرف زیارت مطلوب تھی اور میں اُن کے معمولات میں مخل بھی نہیں ہونا چاہتا تھا اس لئے کوئی لمبی ملاقات نہیں کر سکا لیکن میں نے جو باتیں اُن سے سُنیں اور جو تاثر لے کر واپس آیا اُس نے میرے لئے بعد کے علمی اور تحقیقی کاموں کی راہ ہموار کر دی۔

اُن سے دوسری ملاقات غالباً ۲۰۰۰ء میں اُس وقت ہوئی جب میں کویت ہاسٹل میں رہائش پذیر تھا اور حضرت شرفِ ملت دعوہ اکیڈمی کے کسی پروگرام میں شرکت کے لیے لاہور سے تشریف لائے تھے۔ حضرت صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی صاحب جو دمِ تحریر وفاقی وزیر برائے مذہبی امور ہیں وہ بھی اُس وقت دعوۃ اکیڈمی فیصل مسجد اسلام آباد میں تشریف لائے تھے۔ میں اس دن پہلی کلاس کا سبق پڑھ کر کمرے سے باہر نکلا ہی تھا کہ میری نظر ان دونوں حضرات پر پڑی۔ میں دوڑ کر اُن کے پاس گیا، اپنا تعارف کروایا اور عرض کی کہ جب آپ اس پروگرام سے فارغ ہو جائیں تو ہمارے ساتھیوں سے ایک مختصر ملاقات کے لیے وقت عنایت فرمائیں، اِس سے اُن کی حوصلہ افزائی ہو جائے اور آپ کو بھی ہمارے احوال سے آگاہی ہو جائے گی۔ اللہ کا کرم ہوا اور میری درخواست قبول کر لی گئی۔

میں نے اُس دوران چند ساتھیوں کو ڈھونڈا اور انہیں ایک مختصر ملاقات کا پروگرام ترتیب دینے کا کہا۔ جب یہ حضرات پروگرام سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو میں سامنے دیدہ و دِل فرشِ راہ کیے ہوئے بیٹھا تھا۔ یہ پہلے تو حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمن صاحب جو اُن دنوں سہ ماہی علمی مجلہ فکر و نظر کے مدیر تھے مگر آج کل دعوہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل ہیں کے آفس میں گئے پھر وہاں سے میں انہیں لے کر کویت ہاسٹل میں آ گیا۔ میرے کمرے میں انجمن طلباء اسلام کے کچھ ساتھیوں کے علاوہ ہمارے کئی ترکی دوست جن میں شریعہ اینڈ لاء کے طالب علم محمد مخلص بھی تھے آ گئے اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں ایک لحاظ سے انٹرنیشنل سطح کی ایک میٹنگ ہو گئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اُس میٹنگ میں حضرت شرفِ ملت نے انجمن طلباء اسلام کے لیے حضرت صاحبزادہ حامد سعید کاظمی سے سفارش کی کہ حضور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں اِن طلباء کی خصوصی طور پر سرپرستی اور رہنمائی فرمائیں۔ اُن کی اِس بات نے ہمارے دلوں میں اُن کی محبت کئی گنا بڑھا دی

اور ہمیں علم ہوا کہ اہل سنت کے جو افراد ملک وملت کا درد رکھتے ہیں اور اس کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق کام کر رہے ہیں حضرت شرفِ ملت اُن کے لیے کتنے ہمدرد ہیں۔ اُن کے ساتھ اس ملاقات نے کئی لحاظ سے ہماری رہنمائی کی۔

اُن سے میری تیسری ملاقات اُس وقت ہوئی جب میں اپنے ایم اے کے تھیسس کے لیے مواد جمع کرنے کی غرض سے کراچی سے اسلام آباد تک کی لائبریریوں میں آ اور جا رہا تھا۔ لاہور کی لائبریریوں سے مواد کی تلاش میں تھا کہ ایک دن خیال آیا کہ گنج بخش روڈ پر جو کتب خانے ہیں وہاں بھی جاؤں۔ اس طرح مکتبہ قادریہ پر بھی گیا تو عصر اور مغرب کے درمیانی وقت میں حضرت شرفِ ملت سے ملاقات ہوئی۔ اس دفعہ ملاقات کچھ طویل تھی کیونکہ میں نے اُن سے کئی سوالات کیے۔ انہوں نے مجھ سے تھیسس کا عنوان پوچھا پھر متعلقہ اشخاص اور مواد کی طرف رہنمائی کی۔ اُن دِنوں سُنی طلباء کی نمائندہ طلبہ تنظیم انجمن طلباءِ اسلام کی کچھ ذمہ داریاں مجھ پر بھی تھیں۔ اس ملاقات میں اِس حوالے سے بھی ایک بار پھر آپ سے کئی فکری باتیں ہوئیں جنھوں نے مجھے کئی ملکی وملی معاملات کے داخلی و خارجی پہلوؤں کو سمجھنے میں بہت مدد دی۔

حضرت شرفِ ملت سے میری چوتھی ملاقات غالباً ۲۰۰۶ء میں جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی کے دفتر میں ہوئی تھی۔ یہ ایک بہت اچھا موقع تھا۔ ملک بھر سے علماء اور دانشورانِ اہل سنت اسلام آباد کنونشن سنٹر میں تنظیم المدارس کے کنونشن میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے اور پھر مناسب وقت پر واپس روانگی سے پہلے اُن میں سے کئی حضرات جامعہ رضویہ ضیاء العلوم میں اکٹھے ہو گئے تھے۔ میں اُس دن جب جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کے دفتر میں پہنچا تو وہاں حضرت شرفِ ملت کو تشریف فرما دیکھا۔ اُن کی نظر مجھ پر پڑی تو انہوں نے بھی مجھے پہچان لیا اور بڑی محبت اور شفقت سے اُٹھ کر گلے لگایا۔ چند ایک جملوں کے تبادلے کے بعد اپنے پاس بیٹھے ہوئے ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ انہیں جانتے ہیں؟'' چونکہ ڈاکٹر صاحب سے بالمشافہ ملاقات پہلے نہیں ہوئی تھی اس لئے میں نے جواب نفی میں دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''یہ ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب ہیں، کراچی یونیورسٹی کے شیخ زاید سنٹر میں ہوتے ہیں، ماہنامہ فقہ اسلامی کے مدیر ہیں، بہت محنتی اور صاحب فکر انسان ہیں، آپ کا اِن سے رابطہ رہنا چاہیے۔''

اُن کی یہ باتیں سن کر مجھ بہت خوشی ہوئی کیونکہ میں فقہ اسلامی جیسے ایک وقیع مجلے کا باقاعدہ مطالعہ کرتا رہا تھا اور اس کے فکری موضوعات پر شائع کردہ مقالات سے استفادہ کیا کرتا تھا اور ڈاکٹر شاہتاز صاحب سے فون پر کئی بار بات بھی ہو چکی تھی۔ جب حضرت شرف علیہ الرحمۃ نے انہیں میرا تعارف کروایا تو وہ بھی بہت

خوش ہوئے اور ایک بار پھر گلے ملے۔

اِس ملاقات میں حضرت شرف صاحب نے کنونشن میں ہونے والے خطابات اور اصحابِ فکر و دانش کی ملکی وملی مسائل پر مختلف آراء کے حوالے سے کئی باتوں پر چشم کشا تبصرے کیے۔ اسی ملاقات میں زیرِ غور آنے والے قضایا اور مسائل میں ایک یورپی پادری شروش کی تیار کردہ ایک فضول کتاب **فرقان الحق** (The True Furqan) پر بھی باتیں ہوئیں۔ انہوں نے فرمایا: ''اگر چہ یہ کتاب جسے عیسائیوں نے اکیسویں صدی کا قرآن مشہور کر دیا ہے یہ اتنی گندی کتاب ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں اس کی اشاعت پر پابندی لگی ہے لیکن علماء کو اسے دیکھنا تو چاہیے کہ اس میں اس کے مؤلف نے اپنی جہالت کا کس طرح اظہار کیا ہے۔ آپ اسے کہیں سے تلاش کریں، شاید انٹرنیٹ پر مل جائے، اور دیکھیں کہ اس میں کیا ہے؟ اور اس پر لکھیں اور اپنی رائے کا اظہار کریں، ہمیں بھی دکھائیں۔'' میں نے عرض کیا: ''حضور اِس کتاب کا نام تو میں نے سنا ہے لیکن ابھی تک نظروں سے نہیں گزری میں کوشش کروں گا کہیں سے اور کسی بھی صورت میں یہ مل جائے تو میں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔'' اسی دن حضرت علامہ محب اللہ نوری اور برادرم فیض المصطفیٰ نوری صاحبان سے بھی ملاقات ہوئی۔ محترم پروفیسر محمد الیاس اعظمی صاحب نے فتاوی نوریہ کا برصغیر کے کچھ مشہور و متنازع فتاوی کے ساتھ ایک تقابلی مطالعہ کیا تھا جسے شائع کرنے کے بعد محترم فیض المصطفیٰ نوری صاحب قارئین کو ایک ایک نسخہ دے رہے تھے۔ مجھے بھی ایک نسخہ انہوں نے عنایت فرمایا۔ میں نے جب یہ کتاب ''فتاویٰ نوریہ: ایک تقابلی مطالعہ'' پڑھی تو علم ہوا کہ محترم الیاس اعظمی زید علمہ ومجدہ نے بہت محنت سے اُن گوشوں پر روشنی ڈالی ہے جو عموماً نظروں سے اوجھل رہے تھے۔

اس ملاقات کے بعد میں نے فرقان الحق کو انٹرنیٹ پر تلاش کرنا شروع کر دیا۔ بالآخر ایک ویب سائٹ پر مجھے یہ کتاب ایک ایک صفحہ کر کے مل گئی۔ میں نے سی ڈی میں [illegible]ط کیا اور سوچنا شروع کیا کہ کس طرح اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر اس کتاب کو حضرت شرف تک پہنچاؤں۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ اُن دنوں آپ کا اسلام آباد یا راولپنڈی میں آنے کا کوئی امکان نہیں تو میں یہ کتاب اُن کے لالہ زار والے گھر میں اُن کے حوالے کر آیا۔

اس موقع پر انہوں نے بتایا کہ اِس کتاب کی قلعی کھولنے کے لیے کچھ مقالات پاکستانی اور ہندوستانی اردو مجلات میں بھی چھپے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ انہیں دیکھیں۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے مجھے 'اہل سنت کی آواز، نومبر ۲۰۰۵ئ' میں جناب نوشاد عالم چشتی علیگ کا تحریر کردہ پینتیس صفحات پر پھیلا ہوا مقالہ بعنوان ''عیسائی فرقان حق: نقد و تجزیہ'' ۷/محرم ۱۴۲۷ھ بمطابق ۷ فروری ۲۰۰۶ء کو بذریعہ ڈاک روانہ کیا۔ اس فوٹو کاپی پر

اُن کے اپنے ہاتھ سے میرا ڈاک کا پتہ لکھا ہوا ہے۔ یہ پتہ لکھتے ہوئے انہوں نے مجھے "علامہ خورشید احمد سعیدی زید مجدہ" کے الفاظ سے دعائیں دیں اور نیک خواہشات کا اظہار فرمایا۔ اسی موضوع کے بارے میں بصیر پور کے ایک مؤقر ماہنامہ 'نور الحبیب'، دسمبر ۲۰۰۵ء کے صفحات ۷۹ تا ۸۰ پر شائع شدہ مضمون کی طرف بھی رہنمائی کی۔

حضرت شرفِ ملت کی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ جو والہانہ عقیدت، گہری محبت، لازوال الفت تھی وہ نہ صرف اُن کی تمام تحریروں میں جھلک رہی ہے بلکہ اُن سے جو ملاقات بھی ہوتی اس میں اعلیٰ حضرت کی نسبتوں اور رفعتوں کا تذکرہ ضرور ہوتا تھا۔

۲۰۰۵ء میں کراچی سے میرے پاس اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ "**الصمصام علی مشکک فی آیة علوم الارحام**" انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ دورانِ مطالعہ معلوم ہوا کہ اس کی کئی باتیں وضاحت طلب ہیں۔ میں نے سوچنا شروع کیا کہ کس سے رابطہ کروں۔ ایک طرف مجھے یہ خیال آتا کہ اس سلسلے میں حضرت شرفِ ملت سے رہنمائی لوں کیونکہ اُس وقت اُن سے بہتر کوئی علمی شخصیت نظر نہ آتی تھی لیکن دوسری طرف ذہن میں یہ باتیں آتیں کہ وہ آجکل جس ابتلاء کی وجہ سے خانہ نشین ہو چکے ہیں وہ اُس کی موجودگی میں میرے استفسارات کے جواب کیسے دیں گے اور رہنمائی کریں گے؟ اِنہی سوچوں کے سفر میں خیال یہاں آ کر رک گیا کہ اُن کے صاحبزادے استادِ محترم جناب ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی زید مجدہ کو خط لکھوں کہ وہ میری مدد کریں۔ چنانچہ میں نے درج ذیل خط انہیں روانہ کیا:

عزت مآب استاذی المکرم ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا اوکاڑہ والوں نے اِس عاجز کے پاس اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا کراچی سے مطبوعہ ایک رسالہ "**الصمصام علی مشکک فی آیة علوم الارحام**" انگریزی میں ترجمہ کرنے کیلئے رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ میں بھیجا۔ اسکا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اِس میں جہاں ایک طرف کتابت کی اغلاط ہیں وہاں کچھ جملے اور اصطلاحات بھی ایسی ہیں جو میرے علم کی حدود سے باہر ہیں۔ جب میں نے انہیں کہا کہ وہ اصل جس سے رسالہ مذکورہ کو نقل کیا ہے اُس کی ایک کاپی بھیجیں تو انہوں نے مجھے فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور سے موازنہ کر لینے کا مشورہ دیا۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ کی جلد ۲۶ میں ملا۔ موازنہ کیا تو معلوم ہوا کہ دونوں میں چھوٹے بڑے اختلافات کی تعداد تقریباً ۱۵۰ ہے۔ اس سے میری مشکل اور بڑھ گئی۔ ادارہ تحقیقات کراچی والوں کو یہ فہرست بھیجی لیکن وہاں سے کسی نے اِن اختلافات کی توضیح نہیں فرمائی۔

اب یہ فہرست آپ کی خدمت میں ارسال ہے۔ کچھ اختلافات تو واضح اور سہل الفہم ہیں مگر کچھ واقعی سنجیدہ اور اہم ہیں۔ انہیں کیسے حل کیا جائے؟ بجائے اس کے کہ یہ کم علم اپنی طرف سے اس میں مطلوب تصرف کرے آپ جیسے صاحبانِ علم وفضل براہ کرم اگر ان میں سے ہر ایک کے سامنے موافقت یا ترجیح کے لئے اپنی اور حضور شرف القادری زید لطفہ کی رائے عنایت کر دیں تو ترجمہ کرنے میں اصح متن میرے پاس حاصل ہو جائے گا۔ میں ایسا ترجمہ نہیں کرنا چاہتا جیسا کہ ڈاکٹر محمد اسلم جونیجو صاحب نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی کتاب **كفل الفقيه الفاهم** کا کیا ہے۔ امید ہے معارف رضا دسمبر ۲۰۰۵ میں اِس پر میرا تبصرہ آپ کی نظروں سے گزرے گا۔ ان شاء اللہ۔

اس فہرست کے علاوہ مکتوب ہذا میں اس رسالے کے وہ جملے، کلمات واصطلاحات جو اردو کی ''فیروز اللغات جامع'' اور ''مصباح اللغات عربی اردو'' میں دیکھنے کے باوجود بھی سمجھ نہیں آئے نقل کر رہا ہوں۔ آپ کی بارگاہ میں برائے تشریح ارسال ہیں، خصوصاً خط کشیدہ کلمات۔ امید ہے ضرور کرم فرمائیں گے۔ درج ذیل کلمات اور عبارات فتاوی رضویہ کی جلد ۲۶ سے نقل کیے ہیں۔ قوسین میں اسی جلد کا صفحہ نمبر ہے۔ امید ہے یہ جلد ۲۶ آپ کے پاس ہوگی۔ درج ذیل عبارات کو وہاں سے ملاحظہ فرمالیں اگر نہ ہو تو یہ فقیر آپ کے پاس اس رسالے کی فوٹو کاپی پیش کر دے گا۔ وہ الفاظ، جملے اور اصطلاحات یہ ہیں:

۱۔ یہ مہمل وتحمل اعتراض پادر ہوا کہ بعض پادریان پادر بند ہوا کی تازی گڑھت ہے (۴۷۰)

۲۔ علم کا غنا کہ کسی آلہ جارحہ وتدبیر وفکر ونظر والتفات وانفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔ (۴۷۱)

۳۔ علم کا اقصیٰ غایات کمالات پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ مفارقہ ذاتیہ اضافیہ ماضیہ آتیہ موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔ (۴۷۲)

۴۔ ''عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ'' سے کیا مراد ہے؟ (۴۷۲)

۵۔ ''علم حقیقی حق الحقیقہ'' میں علم حقیقی کے بعد حق الحقیقہ فرمانے سے کیا معنی مراد ہیں؟ (۴۷۲)

۶۔ ''بالکنہ ہو یا بالوجہ'' (۴۷۲)، ''نصب واضافات'' (۴۷۴) کا اپنے اپنے سیاق میں کیا مطلب ہے؟

۷۔ ''پشم کبود میں زرا وند مدقوق بعسل سرشتہ کا صبح علی الریق حمول'' (۴۷۵)۔ اگر ان کلمات کا الگ الگ معنی ارشاد فرما کر وضاحت فرما دیں تو بہتر ہوگا۔

۸۔ بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں (۴۷۵) قواسر اور حجابوں سے یہاں کیا مراد ہے؟ انہیں سمجھنے میں اس صفحہ پر موجود حاشیہ سے بھی یہ کم علم کامیاب نہ ہو سکا۔

۹۔ ''زجاج عقرب پر عکس لے آئیں'' (۴۷۶) یہاں عقرب کا معنی کیا ہے؟

۱۰۔ ''مؤامرات ربحیہ سے محاسبہ کیا'' (۴۷۶)

۱۱۔ نہارعرفی کو نہار نجومی (۴۷۶)

۱۲۔ ''حالانکہ مخروط ظلی وشمس میں ہرگز نیم دور سے کم فصل نہیں'' (۴۷۶)

۱۳۔ ''یا چناں وچنیں حجابات وکمین مشہود ہو جاتے ہیں'' (۴۷۶)

۱۴۔ ''نظر تفصیلی بالائی کو نظر بعد تصریح عملی سے ملاؤ'' (۴۷۸)۔ جملے کا مطلب کیا ہے؟

۱۵۔ ''کتنی دیر بعد حمل ونقرہ میں مستقر ہوا'' (۴۷۹)

۱۶۔ ''کس گھنٹے منٹ سکنڈ رتھرڈ پر برآمد ہوں گے'' (۴۷۹)

۱۷۔ ''شش سپرز مثانے ملتے'' (۴۸۰)۔ سپرز اور ملتے کیا ہوتے ہیں؟

۱۸۔ ''شرابی کی زق زق'' (۴۸۰) کا معنی کیا ہے؟

۱۹۔ سوراخ کے ابعاد ثلاثہ (۴۸۰) کونسے ہوتے ہیں؟

۲۰۔ ''دونوں لب بالا چاروں لب زیریں'' (۴۸۰) یہ چھ لب کونسے ہیں؟

۲۱۔ ''درجے دقیقے ثانیے عاشرے'' (۴۸۰) کے الگ الگ معانی کیا ہیں؟

۲۲۔ دس تجاویف (۴۸۰) حاشیے کی مدد کے باوجود دس میں سے تین تجاویف بنام بطر، نوف اور مہل کو نہ سمجھ سکا۔ ان کی آسان الفاظ میں شرح فرمائیں۔

۲۳۔ ''تجاویف حاصلہ وتجاویف صالحہ میں ہر جگہ کتنا ہی تفرقہ ہو'' (۴۸۱) یہ تجاویف کیا اور کونسی ہوتی ہیں؟

۲۴۔ ''زہ زہ بندگی خہ خہ تعظیم پہ پہ تہذیب قہ قہ تعلیم'' (۴۸۳) اس کا کیا مطلب ہے؟

والسلام مع الاکرام

دعاؤں کا طالب، خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد

بروز پیر ۱۸/شوال المکرم ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۱/نومبر ۲۰۰۵ء

یہ خط استادِ محترم جناب ڈاکٹر سدیدی صاحب کو مل تو گیا لیکن انہیں اس کا جواب دینے کے لیے اُن کی مصروفیات نے فرصت نہ دی۔ اور بالآخر حضرت شرف ملت علیہ الرحمۃ نے نوٹس لیا اور اپنے دست مبارک سے اس کا ایک مفصل جواب لکھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رضویات پر کام کرنے والے محققین کے فائدے کے لیے اسے پیش کر دیا جائے۔ ان کے تحریر کردہ جواب کے الفاظ یہ ہیں:

۷۸۶

محترم خورشید احمد سعیدی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ! مزاج شریف

آپ کا مکتوب بنام ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی حفظہ اللہ تعالیٰ موصول ہوا۔ **الصمصام علی مشکک فی علوم الارحام** میں استعمال کئے جانے والے کلمات کے مطالب جو مجھے سمجھ آسکے ہیں، تحریر کررہا ہوں۔

(1)(ا) ''اعتراض پادر ہوا'' بے بنیاد اعتراض، وہ اعتراض جس کے پاؤں ہوا میں ہوں۔

(ب) ''پادر بند ہوا'' جس کا پاؤں حرص کی قید میں ہو (یہ دونوں لفظ پادری کی مناسبت سے استعمال ہوئے ہیں۔)

(2) ''آلہ جارحہ'' حواس خمسہ ظاہرہ (آنکھ، کان، ناک، زبان اور حسِ لمس ہاتھ وغیرہ ہیں)

(3) یہ منطقی اصطلاحات ہیں (ا) ذاتیات جو شے کی حقیقت میں داخل ہوں، جیسے مناطقہ کے نزدیک انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے، تو حیوان اور ناطق جو اس کی حقیقت میں داخل ہیں، اس کے ذاتیات ہیں، اعراض بمعنی اوصاف ہے، احوال لازمہ وہ اوصاف ہیں جو شے سے جدا نہ ہوسکیں، احوال مفارقہ وہ اوصاف جو جدا ہوسکیں، احوال ذاتیہ وہ اوصاف جن میں کسی چیز کی طرف نسبت کا لحاظ نہ ہو، جیسے حیات (زندگی) اور احوال اضافیہ وہ اوصاف جن میں کسی چیز کی طرف نسبت کا اعتبار ہو، جیسے مقدم اور مؤخر، جس چیز کو کہیں گے اسے کسی دوسری چیز کی نسبت سے کہیں گے۔

(4) ''عقول مفارقہ'' یہ فلاسفہ کی اصطلاح ہے، ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے صرف عقل اول کو پیدا کیا تھا، عقل اول مادے سے مجرد چیز ہے، اس عقل نے دوسری عقل اور آسمان نمبر ۹ کو پیدا کیا، یہاں تک کہ دسویں عقل نے پہلے آسمان کے نیچے کی اشیاء کو پیدا کیا، (نفوس ناطقہ) انسانی نفوس

(5) ''علم حقیقی حق الحقیقہ'' صحیح اور واقعی علم۔۔۔۔ حق الحقیقہ تاکید کے لئے ہے۔

(6) ''بالکنہ'' یہ منطق کی اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے کسی چیز کو اُس کے ذاتیات اور اجزاء کے ذریعے جاننا، جیسے انسان کو حیوان ناطق کے ذریعے جاننا، علم بالکنہ ہے جب کہ اجزاء کے ذریعے توجہ انسان کی طرف ہو اور اگر توجہ بھی اجزاء ہی کی طرف ہو تو اسے علم بکنھہ کہا جائے گا۔

''علم بالوجہ'' کسی چیز کو اوصاف کے ذریعے جاننے کو کہتے ہیں، مثلاً انسان، وہ سیدھے قد والی مخلوق ہے جو اپنے دو پاؤں پر چلتی ہے۔

''نُصُب'' نِصاب کی جمع کھڑی کی ہوئی اور نصب کی ہوئی چیز، مراد نشانی ہے، جیسے سنگِ میل وغیرہ۔

''اضافات'' اضافت کی جمع ہے جس کا معنی وہ نسبت ہے جو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان ہوتی ہے۔

(7) ''پشم اون کبود نیلگوں'' پشم کبود ایک دوائی کا نام ہے۔ زراوند بھی ایک دوائی کا نام ہے، اُس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک لمبی اور دوسری گول (غیاث اللغات)۔ مدقوق کوٹی ہوئی، بعسل شہد کے ساتھ، سرشتہ ملائی ہوئی،

علی الریق حمول صبح نہار منہ استعمال کی جائے۔ (ترجمہ) پشم کبود، زراوند دوائی ملا کر کوٹ لی جائے، اسے شہد میں ملا کر استعمال کیا جائے۔

(8) قواسر جمع ہے قاسر کی جس کا معنی کسی چیز کو اُس کی طبیعت کے برعکس مجبور کر دینا جیسے پتھر طبعی طور پر اوپر سے نیچے جانا چاہتا ہے، اسے نیچے سے اُٹھا کر اوپر لے گئے تو یہ حرکت قسر یہ ہوگی اور یہ عمل قسر ہوگا۔

''پانچوں حجابوں'' تین حجابوں کا تو اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے، دو حجاب (پردے)

''زَہدان'' اس کا معنی رحم (بچہ دانی) ہے۔ اس کے اوپر دو پردے ہوتے ہیں۔

(9) زجاج شیشہ، عقرب بچھو۔ زجاج عقرب کا ترجمہ واضح نہیں ہے، مطلب یہ کہ الٹراساؤنڈ مشین کے شیشے پر پانچوں پردے دکھائی دینے لگیں۔

(10) ''مؤامراتِ زیجیہ'' زیج اصل میں زیک تھا، یہ ستاروں سے متعلق علم ہے، اس میں ایسے نقشے دیئے ہوتے ہیں جن کے ذریعے ستاروں کا محل وقوع اور ان کے مرکزوں کی حرکتوں کی مقداریں معلوم ہوتی ہیں (غیاث اللغات)۔ مؤامرات زیجیہ سے علم زیج کے قواعد مراد ہونے چاہئیں۔

(11) نہار عرفی: عرف عام میں جسے دن کہا جاتا ہے، نہار نجومی علم نجوم کی اصطلاح میں جسے دن کہا جاتا ہے۔ علم نجوم کے لحاظ سے جب سورج دائرۂ افق سے اوپر آئے گا تو دن شروع ہو جائے گا، جب وہ اس سے پہلے دکھائی دینے لگتا ہے اس لئے عرفی دن بڑا ہوتا ہے۔

(12) شکل مخروطی ایسی ہوتی ہے جیسے گاجر، جب سورج زمین کے ایک طرف ہو تو اس کا سایہ مخروطی شکل میں دوسری طرف جاتا ہے۔ یعنی سورج اور زمین کے سائے میں نصف دائرے کا فاصلہ ہوتا ہے، ایک طرف سورج ہوتا ہے اور 180 ڈگری کے فاصلے پر سائے کا کونہ ہوتا ہے۔

(13) ''باچناں وچنیں حجابات'' ایسے ایسے پردوں کے باوجود کمین پوشیدہ یعنی بچہ پانچ پردوں میں چھپا ہوا ہوتا ہے، اس کے باوجود آلات کے ذریعے دکھائی دے جاتا ہے۔

(14) ''نظر تفصیلی بالائی''، ''نظر بعد تشریح عملی سے ملاؤ'' یعنی نظر تفصیلی دو قسم ہے۔ (ا) سرسری جسے بالائی سے تعبیر کیا ہے اور (۲) گہری نظر سے دیکھ کر اور تجزیہ کر کے جسے تشریحی اور عملی فرمایا ہے۔ (یہ لفظ تصریح نہیں بلکہ تشریح ہے۔)

نوٹ: (نصب واضافات جانے دو) یہ لفظ نَسَب ہونا چاہیے۔

(15) ''شمل'' پہلے حرف پر زبر، دوسرا ساکن، کپڑے کا ریشہ۔ نُقرہ چھوٹا گول گڑھا۔ مطلب یہ کہ نطفہ رحم کے کس حصہ میں واقع ہوا تھا۔

(16) ''گھنٹے، منٹ، سکنڈ، تھرڈ'' گھنٹے کا ساٹھواں حصہ منٹ، منٹ کا ساٹھواں حصہ سیکنڈ، اور سیکنڈ کا ساٹھواں حصہ تھرڈ، یعنی منٹ فسٹ ہے، اس کے بعد سیکنڈ اور اس کے بعد تھرڈ۔

(17) ''شُش'' پھیپھڑا، ''سُپُرز'' تلی، ''تلخہ'' پہلے حرف پر زبر، ایک خلط جسے صفراء کہتے ہیں۔

(18) ''شرابی کی زق زق'' شرابی کی بکواس

(19) ''ابعادِ ثلاثہ'' لمبائی، چوڑائی، موٹائی (گہرائی)

(20) ''دونوں لب بالا'' اوپر کے دو ہونٹ؛ ''چاروں لب زیریں'' بچی کی پیشاب کی جگہ کے دو کنارے اور دو سُرین کے کنارے۔

(21) ''درجے، دقیقے، ثانیے، عاشرے'' کوئی بھی دائرہ لے لیں اسے 360 حصوں میں تقسیم کریں، ان میں سے ہر حصہ درجہ کہلاتا ہے، درجے کا ساٹھواں حصہ دقیقہ ہے، اس کا ساٹھواں حصہ ثانیہ ہے، اس کا ساٹھواں حصہ ثالثہ ہے، یہاں تک کہ عاشرہ تک پہنچ جائیں۔

(22) ''دس تجاویف'' تجویف کی جمع جس کا پیٹ خالی ہو۔ ان میں سے ایک پیٹ؛ ظر ہے (ب ظ ر) یہ لفظ ایک جگہ بخاری شریف میں آیا ہے (عربی ۱/۸۷۴)۔ محشی حضرات نے بتایا کہ عورتوں کا ختنہ کیا جاتا تھا، ختنے کے بعد گوشت کا جو ٹکڑا بچ جاتا ہے اسے؛ ظر کہا جاتا ہے۔ لیکن الصمصام کے حاشیے سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) سوئی کے سوراخ کی طرح سوراخ ہوتا ہے، یعنی جس سے پیشاب آتا ہے؛ (۲) شرم گاہ کا اوپر والا حصہ ہے اور (۳) فرجہ/پسین وہ سوراخ ہے جس میں وطی کی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(23) جسم میں ممکن الوقوع جوف، خلا دو قسم ہیں (۱) وہ جو بالفعل واقع ہیں، (۲) جو بن سکتے ہیں یعنی جو سوراخ موجود ہے اس میں بڑا ہونے کی کتنی صلاحیت ہے؟

(24) ''زہ زہ بندگی، خہ خہ تعظیم، پہ پہ تعلیم'' یہ طنز اور استہزاء کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ ہیں، یعنی کیا خوب بندگی ہے، کیا عجیب تعظیم ہے اور کتنی افسوسناک تعلیم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد عبدالحکیم شرف قادری ۳/دسمبر ۲۰۰۵ء

جو خط میں نے ارسال کیا تھا اس کے ساتھ پانچ صفحات پر مشتمل اختلافی کلمات وعبارات کی فہرست بھی تھی۔ اس فہرست کی تمہید میں گزارش کی گئی تھی کہ:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے رسالہ ''الصمصام'' کے دو نسخوں کے باہمی موازنہ کے نتیجے میں سامنے آنے والے (۱۴۵ سے زائد) اختلافات، کتابت کی اخطاء اور اغلاط کی فہرست دی جا رہی ہے۔ اس کی تصحیح کے لئے

جناب سے عالمانہ رائے کی گذارش ہے۔ ان دونسخوں میں سے پہلا تو وہ ہے جو فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جلد نمبر ۲۶ (از صفحہ ۴۶۷ تا ۴۸۷) میں شامل ہے۔ یہ جلد مارچ ۲۰۰۴ء کو شائع ہوئی تھی جبکہ دوسرا نسخہ بزم فکر و عمل کراچی نے جنوری ۱۹۹۰ء میں شائع کیا تھا۔

فہرست کے پہلے کالم میں دیا گیا صفحہ نمبر فتاوی رضویہ کی جلد ۲۶ کے مطابق ہے اس کے بعد والے کالم میں سطر کا نمبر بھی اسی جلد کے مطابق ہے، تیسرے کالم میں اسی جلد (نسخہ لاہور) کے کلمات ہیں جبکہ آخری کالم میں نسخہ مطبوعہ کراچی کے اختلافی، زائد یا ناقص کلمات کو درج کیا گیا ہے۔ براہِ کرم اس کی تصحیح فرما دیجیے۔ اس فہرست میں کچھ کی سیاق کے مطابق صحت جان لینا راقم کے لئے بھی کوئی مشکل نہیں تھا لیکن انہیں بعض اور اہداف کے پیش نظر شامل کیا گیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

علامہ شرف ملت نے اس فہرست میں تصحیح کے لیے تین طریقے اختیار کیے۔ (۱) اگر فتاویٰ رضویہ مطبوعہ لاہور میں شامل رسالے کا لفظ/عبارت درست تھی تو اس پر ٹِک لگا دیا؛ (۲) اگر کراچی سے شائع کردہ رسالے کا لفظ/عبارت درست تھی تو اس پر ٹِک کا نشان لگا دیا؛ (۳) ان دونوں میں اگر کسی لفظ کی کمی یا بیشی تھی تو اس میں تصحیح کردی۔ لہٰذا درج ذیل میں ان تینوں کو الگ الگ فہرست میں پیش کیا گیا ہے۔

درج ذیل فہرست میں حضرت شرف علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶ کی عبارت کو ٹک کرتے ہوئے درست قرار دیا۔

صفحہ	سطر	نسخہ بمطابق فتاوی رضویہ جلد ۲۶	بمطابق نسخہ کراچی
۴۶۷	۱۱	مسئلہ یہ ہے کہ اللہ پاک قرآن میں فرماتا ہے	ایک پادری کا کہنا ہے کہ قرآن میں ہے
۴۶۷	۱۲	حالانکہ ایک آلہ نکلا ہے	حالانکہ ہم نے ایک آلہ نکالہ ہے
۴۶۸	۱۱	البورة	البوارة
۴۶۹	۴	نہان وعیاں	نہاں اور عیاں
۴۶۹	۱۱	اور کوئی جی نہیں جانتا	اور کوئی بھی نہیں جانتا
۴۶۹	۱۳	بیشک اللہ ہی جاننے والا خبردار	بیشک اللہ ہی ہے جاننے والا خبردار
۴۷۰	۱۵	سمٹتے پھیلتے ہیں	سمیٹتے پھیلتے ہیں
۴۷۰	۱۶	نہ تخصیص ذکورت وانوثت کا ذکر	نہ تخصیص ذکور وانوث کا ذکر

۴۷۰	۱۷	گھڑت	گڑہت
۴۷۰	۱۸	کسی طرح تدبیر سے اتنا معلوم نہیں کر سکتا	کسی طرح کسی تدبیر سے اتنا نہیں معلوم کر سکتا
۴۷۰	۱۹	فرمایا ہو تو نشان دو	فرمایا تو نشان دو
۴۷۰	۲۲	وہ بھی اسی بارگاہ	وہ بھی بارگاہ
۴۷۱	۳	اللہ جانتا ہے	جانتا ہے
۴۷۱	۷	سر بفلک کشیدہ	سر بفلک کشیدہ
۴۷۱	۸	ایک نہایت قلیل و ذلیل	ایک نہایت قلیل رذیل
۴۷۱	۱۲	عاقل منصف	عاقل مصنف
۴۷۱	۱۷	کسی علم کی حضرت عزّت عزّ و جل سے تخصیص	کسی علم کی حضرت عزّ و جل سے تخصیص
۴۷۱	۲۰	کسی آلہ جارحہ	کسی آلہ و جارحہ
۴۷۱	۲۲	علم کا وجوب کہ کبھی کسی طرح	علم کا وجوب کہ کسی طرح
۴۷۲	۱	علم کا اقصیٰ غایات کمالات	علم کا اقصیٰ غایت کمال
۴۷۲	۷	ان وجوہ ستہ کا جامع ہو	ان وجوہ ستہ کا ہو
۴۷۴	۱۰	یہ سب نامتناہی نامتناہی علوم	یہ سب نامتناہی نامتناہی علوم
۴۷۵	۲	ظاہر ایسی صورت میسر نہیں	ظاہر ایسی صورت نہیں
۴۷۵	۳	کہ جنین رحم میں	کہ جنہیں رحم میں
۴۷۵	۴	بعد علوق فمِ رحم	بعد میں علوق فمِ رحم
۴۷۵	۵	جنین محبوس	جنیں محبوس
۴۷۵	۵	بلکہ خود اس پر	بلکہ اس پر
۴۷۵	۷	بول مجتمع رہتا ہے	بول جمع رہتا ہے
۴۷۵	۸	ایسی حالتوں میں بدن	ایسی حالت میں بدن
۴۷۵	۱۷	شیریں ہوا یا تلخ	شیریں ہو یا تلخ
۴۷۵	۲۱	بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں	بذریعہ قواسر پانچواں حجابوں

۴۷۶	۷	فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے	فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے
۴۷۷	۲	دیکھوابھی تمہیں آیت	دیکھو تمہیں ابھی آیت
۴۷۷	۲	ماں کے پیٹ سے ڑرے جاہل	ماں کے پیٹ سے جاہل
۴۷۷	۸	ہاتھ جوارح دیئے	ہاتھ جواح دیئے
۴۷۸	۹	ہر نقطۂ ارضی	ہر نقطہ ارضی
۴۷۸	۹	دور موجودہ حال	دور موجودہ حال
۴۷۸	۲۳	اپنے گھر کے کہ آدمی	اپنے گھر کے آدمی
۴۷۹	۱	کتنی دیر بعد کون سی حمل ونقرہ میں	کتنی دیر بعد حمل ونقرہ میں
۴۷۹	۱۹	عالم ارحام بننے کے مدعی نہ سہی	عالم ارحام بننے کے بعد مدعی نہ سہی
۴۸۰	۳	پیٹ آلے کے قابل	پیٹ آنے کے قابل
۴۸۱	۲۰	اور ہر گز نہ بتاسکو گے	اور اگر ہر گز نہ بتاسکو گے
۴۸۱	۱۵	محاصل معادِن وبحار	محاصل معاون وبحار
۴۸۲	۱	کس ملعون بناء پر	کس ملعون کے بنا پر
۴۸۳ ۱۴ اختل		کنواری پاکیزہ بتول	کواری پاکیزہ بتول
۴۸۳	۷	بیٹے کوسُولی	بیٹے کی سُولی
۴۸۳	۱۰	بیہودہ کلام گھڑیں	بیہودہ کلام گڑھیں
۴۸۵	۱	ان کی بے حد زناکاریوں	ان کے بے حد زناکاریوں

اس فہرست میں میری رائے صرف پہلی عبارت کے بارے میں ان سے مختلف ہے اور میرا خیال ہے کہ نسخہ مطبوعہ کراچی کی عبارت ہی درست ہے کیونکہ سیاق اور خود حضرت شرف صاحب کی توضیح جو مندرجہ بالا خط کے (1) میں انہوں نے کی ہے کا تقاضا یہی ہے۔

اختلافی الفاظ/عبارات کی درج ذیل فہرست میں حضرت شرف علیہ الرحمۃ نے نسخہ مطبوعہ کراچی کی عبارت کو ٹک کرتے ہوئے درست قرار دیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ فتاوی رضویہ کے قارئین جلد ۲۶ میں رسالے الصمصام کی عبارت کی بجائے نسخہ مطبوعہ کراچی کی عبارت کو درست سمجھیں۔

صفحہ نمبر	سطر	نسخہ بمطابق فتاوی رضویہ جلد ۲۶	بمطابق نسخہ کراچی

۴۶۷	۹	---دست بستہ تسلیم، اس کے بعد---	دست بستہ تسلیم رسانی کے بعد
۴۶۷	۱۴	عفاء	عفا
۴۶۹	۱۶	پھر کیا تمھیں جوڑے جوڑے اور	پھر کیا تمہیں جوڑے اور
۴۶۹	۱۷	الایعلمہ	الابعلمہ
۴۶۹	۱۹	مگر یہ سب لکھا ہے	مگر سب لکھا ہے
۴۶۹	۲۲	اللہ ہی کی طرف پھرا جاتا ہے	اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے
۴۷۰	۵	اذا انشاء	اذا انشأ
۴۷۰	۹	بے پایان	بے پایاں
۴۷۰	۱۰	پیٹ رہتے وقت	پیٹ میں رہتے وقت
۴۷۰	۲۱	فانی وزائل و بے حقیقت	فانی وزائل و بے اصل و بے حقیقت
۴۷۱	۱۱	جو کچھ گزرا اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے	جو کچھ آئے گا اور جو کچھ گزرا
۴۷۱	۲۳	علم کا اثبات	علم کا ثبات
۴۷۲	۱۵	بحقیقت حقیقہ	بحقیقت حقیقیہ
۴۷۲	۱۷	یا الغیر ہو	یا باالغیر ہو
۴۷۲	۲۲	علوم عظیمہ عطا فرمائے	علوم عظیمہ ثابت فرمائے
۴۷۴	۴	اپنی اپنی نماز وتسبیح	اپنی نماز وتسبیح
۴۷۴	۲۰	مانحن فیہ میں مولا سبحانہ وتعالیٰ	مانحن فیہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ
۴۷۵	۶	ایک غشائے رقیق ملاقی جسم مبین	ایک غشائے رقیق ملاقی جسم جنین
۴۷۵	۱۳	حجم میں اقرائش	حجم میں افزائش
۴۷۵	۱۶	پشم کبود میں زرا وند	پشم کبود میں زرا وند
۴۷۵	۱۹	صبح علی اریق حمول	صبح علی الریق حمول
۴۷۶	۵	اور طلوع مرئی کہ وہی	اور طلوع حقیقی سے طلوع مرئی کہ وہی
۴۷۶	۶	وقوع حجاب میں کچھ دیر تک	وقوع حجاب بھی کچھ دیر تک

مؤامرات زبجیہ	مؤامرات ربجیہ	۷	۴۷۶
حاجب	حاجت	۹	۴۷۶
مقدار عُشر قطر تک	مقدار عُسر قطر تک	۱۲	۴۷۶
اعضائے جنیں یاچناں وچنیں	اعضائے جنیں باچناں وچنیں	۱۴	۴۷۶
کس مزے کا چکھا	کس مرنے کا چکھا	۱۷	۴۷۷
بعد تشریح عملی	بعد تصریح عملی	۵	۴۷۸
کہ نا متناہی ہیں معدود و محدود	کہ نا متناہی معدود و محدود	۲۲	۴۷۸
سکنڈ تھرڈ پر برآمد	سکنڈر تھرڈ پر برآمد	۹	۴۷۹
کتنی چیونٹیاں کے چیونٹے	کتنی چیونٹیاں کتنے چیونٹے	۱	۴۸۰
وغیرہ لاکھوں جانور کہ انڈے دیتے ہیں پادری صاحب کی حکمت سب جگہ بیکار ہے کیا یہ یعلم مافی الارحام میں داخل نہ تھے	وغیر ہالاکھوں میں داخل نہ تھے	۲	۴۸۰
اعضائے اندرونی	اخصائے اندرونی	۹	۴۸۰
بولومس میڈم	بولومیس میڈم	۱۳	۴۸۰
کے درجے دقیقے	کئی درجے دقیقے	۱۸	۴۸۰
مسلمانو نہ فقط مسلمانو ہر قوم کے عاقلو	مسلمانوں نہ فقط مسلمانوں ہر قوم کے عاقلوں	۱۷	۴۸۱
بے عطائے سلطانی ہو گیا	بے عطائے سلطان ہو گیا	۲۳	۴۸۱
ہر متناہی کو دوسرے متناہی سے	ہر متناہی کو دوسری متناہی سے	۵	۴۸۲
ہزار صفر لگا کر بخلاف	ہزار صفر لگا بخلاف	۶	۴۸۲
نہیں جو خر دخوک سب کے منہ پر	نہیں خر دخوک سب کے منہ پر	۱۲	۴۸۲
گائیں خدا اور خدا کا بیٹا	گائیں، خدا کا بیٹا	۲	۴۸۳

۴۸۳	۳	خون کے پیاسے لوٹیوں کے بھوکے	خون کے پیاسے بوٹیوں کے بھوکے
۴۸۳	۵	موت کے بعد کفار کو	موت کے بعد کفارے کو
۴۸۳	۱۲	باب ۲۳ ورس ۱۵ تا ۸۸	باب ۲۲ ورس ۱۵ تا ۱۸
۴۸۳	۱۳	اسے چن رکھا	اسے چن رکھنا
۴۸۵	۲	پوریس رسول کا خط کلٹیوں کو	پولس رسول کا خط گلتیوں کو
۴۸۶	۱۸	محل کے رہنے والا پتھر پھینکنے کی ابتدا کرے	محل کے رہنے والو پتھر پھینکنے کی ابتدا نہ کرو

اب تیسرے نمبر پر وہ فہرست پیش کی جاتی ہے جس میں حضرت شرف علیہ الرحمۃ نے کبھی جلد ۲۶ اور کبھی نسخہ مطبوعہ کراچی کی عبارت میں کچھ ترمیم کی۔ اختلافی الفاظ/عبارات یہ ہیں:

صفحہ نمبر	سطر	نسخہ بمطابق فتاوی رضویہ جلد ۲۶	بمطابق نسخہ کراچی
۴۷۰	۲۰	بعض جہل طویل وعجز مدید بعض	بعد جہل طویل اور عجز مدید کے بعض
۴۷۲	۱۹	حضرت عزّت عزت عظمتہ	حضرت عزّت عظمتہ
۴۷۵	۱۲	جنین کا بیشتر جنبش	جنیں کی پیشتر جنبش
۴۷۶	۲۱	کروڑوں علم عام انسان بلکہ حیوانات	کروروں علم عام انسان بلکہ عام حیوانات
۴۷۸	۱۰	بعد بتاؤ یہ لاتعدولاتحصی	بُعد بتاؤ یہ لاتعدادلاتحصی
۴۷۸	۱۹	دوکلموں کے سرخ میں	دوکلموں کے شرح میں
۴۷۹	۵	رحم شریف کئی بار	رحم شریف کتنے بار
۴۷۹	۱۱	آپ کئی بار زور لگائیں گے	آپ کتنے بار زور لگائیں گے
۴۸۰	۲	خفاش کے سب پرند اور نیز مچھلیاں	خفاش کے سوا سب پرند اور تیز مچھلیاں
۴۸۰	۴	درگزروں فقط قابل آلہ فقط انسان	درگزر کروں فقط قابل آلہ فقط بلکہ انسان
۴۸۰	۷	میم صاحبہ۔۔۔کلام کروں اب لولاکھوں	میم صاحب۔۔۔کام کروں اب تو لاکھوں
۴۸۰	۱۷	اور پیرا ور دونوں لب بالا چاروں لب زیریں	اور پیڑو اور دونوں لب بالا چارو لب زیریں

۴۸۱	۱۱	وقرے کے محصول	وقریے کے محصول
۴۸۱	۱۲	گدیہ گر،۔۔۔، بولا۔۔۔ہیولے چوتڑوں کے بل	گداگر،۔۔۔، لولا۔۔۔ہیولی چوتڑوں کے بل
۴۸۲	۱۷	متحیر ہوتے ہیں، سبحان اللہ اللہ اللہ اللہ کہاں	متحیر ہوتے، سبحان اللہ۔ اللہ کہاں
۴۸۲	۱۹	ناپاک ناشتہ کھڑے ہوکر	ناپاک ناشتہ کھڑے ہوکر
۴۸۵	۱	خدا کی دوجوروؤں کا قصہ	خدا کی دوودوجوروں کا قصہ

حضرت علامہ شرف علیہ الرحمہ کے نزدیک مندرجہ بالا عبارات دراصل یوں ہونی چاہئیں۔

۱۔ بعد جہل طویل و عجز مدید بعض
۲۔ بحضرت عزّت عزّ شٗ عظمتہ
۳۔ جنین کی بیشتر جنبش
۴۔ کروڑوں علم عام انسان بلکہ تمام حیوانات
۵۔ بعد بتادیہ لاتعد ولاتحصیٰ
۶۔ دوکلموں کی شرح میں
۷۔ رحم شریف گے بار
۸۔ آپ گے بارز ور لگائیں گے
۹۔ خفاش کے سواسب پرند اور نیز مچھلیاں
۱۰۔ درگزروں فقط قابل آلہ بلکہ فقط انسان
۱۱۔ میم صاحبہ کے پیٹ میں آلہ لگا ہوا ہیکلام کروں اب تو لاکھوں علوم
۱۲۔ اور پیڑو اور دونوں لب بالا چاروں لب زیریں
۱۳۔ وقری کے محصول
۱۴۔ گداگر، بے معاش، **لُنجھا**، لولا، اندھا، ہیولی چوتڑوں کے بل
۱۵۔ متحیر ہوتے ہیں، سبحان اللہ، اللہ اللہ کہاں
۱۶۔ ناپاک، ناشتہ، کھڑے ہوکر
۱۷۔ خدا کی دوجوروؤں کا قصہ

حضرت شرف علیہ الرحمہ کو ارسال کردہ اس فہرست کے صفحہ ۳ کے حاشیہ میں میں نے لکھا تھا: ''ص ۴۷۶ سطر ۱۰ میں ایک لفظ مشہور ہے۔ نسخہ کراچی نے بھی مشہور لکھا ہے لیکن میرا خیال ہے اسے مشہود ہونا چاہیے۔ اس پر بھی اپنی رائے سے نوازیں۔'' اس پر انہوں نے ایک جملہ لکھا: ''لیکن آپ کا خیال صحیح ہے۔''

المختصر، حضرت شرف ملت کی تجاویز، تصحیح اور رہنمائی کی مطابق میں نے الصمصام کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا اور اس وقت کی معلومات کے مطابق یہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے ۲۰۰۶ئ، تحریک فکر رضا بمبئی، انڈیا سے ۲۰۰۷ء اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، گلشن رضا جانباز چوک خان پورہ بارہ مولا، کشمیر سے ۲۰۰۷ء میں (Embryology: Refutation of a Christian Priest Physician's Claim) کے عنوان سے شائع ہوا۔ الحمدللہ علی ذلک حمدا کثیرا۔

اس کے علاوہ اس عاجزانہ کوشش کا ایک یہ نتیجہ بھی سامنے آیا کہ رضا فاؤنڈیشن نے میری تیار کردہ اختلافی عبارات کی فہرست کو سامنے رکھتے ہوئے جلد ۲۶ میں شامل اس رسالے کی بعض عبارات کی تصحیح اس طبع میں کردی جسے اچھے کاغذ پر بیروت والوں کی طرز پر شائع کیا اور جس کے پیچھے ایک ہی بڑے خط سے فتاویٰ رضویہ لکھا گیا ہے۔ یہ ایک مثبت اقدام ہے جس پر وہ لائق تعریف وستائش ہیں۔

اس کے بعد میں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ایک اور رسالے 'برکات الامداد لاہل الاستمداد' پر کام کرنا شروع کیا۔ اس کے متن کا تقابلی مطالعہ کیا تو اس کے متن میں اختلافات کی بھی سات صفحات پر مشتمل ایک فہرست تیار ہوگئی۔ اس سلسلے میں مدد اور رہنمائی حاصل کرنے کے لیے درج ذیل خط مع فہرست حضرت شرفِ ملت کی خدمت میں بھیجا۔

عزت مآب مکرمی ومحترمی حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف القادری زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کریم کے فضل وکرم سے امید ہے کہ حضور خیریت سے ہوں گے۔ جناب نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی کتاب ''الصمصام'' کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کے سلسلے میں جس اخلاقِ کریمانہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے مدد فرمائی اس کے لئے آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس کے بعد کئی بار فون پر گفتگو کے دوران جس انداز سے آپ نے حوصلہ افزائی فرمائی اس کی بناء پر ایک بار پھر حضور کی خدمت میں اعلیٰ حضرت کے ایک اور رسالے 'برکات الامداد لاھل الاستمداد'' کے سلسلے میں رہنمائی کا طالب ہوں۔ اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ اگرچہ ممبئی سے ''Beacons of Hope'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور اس کا ایک نسخہ زبیر قادری صاحب نے مجھ دیا تھا۔ مگر ایک طرف تو وہ ترجمہ اتنا ناقص اور غیر معیاری ہے کہ اس کی اغلاط کی نشاندہی اور وضاحت میں جتنا وقت لگے گا اس سے شاید کم وقت میں دوبارہ بہتر ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف اس میں کتابت کی اغلاط کثیرہ ہیں۔ مزید یہ کہ عام قاری کی مدد کے لئے اس میں اپنی طرف سے نہ تو کوئی ذیلی عنوانات وضع کیے گئے اور نہ ہی کوئی فہرست عناوین اس میں ہے۔ وغیر ذلک من النقائص والعیوب۔

اس سلسلے میں بندہ نے سب سے پہلے جو قدم اٹھایا وہ تصحیح متن کا ہے۔ اس کے لئے فتاوی رضویہ جدید کی جلد ۲۱ میں (از صفحہ ۳۰۱ تا ۳۳۷) شامل 'برکات الامداد' کی عبارات کا موازنہ مجلس رضا کی طرف سے شائع کردہ نسخہ سے کیا تو سات صفحات کی لسٹ تیار ہوگئی جو اس خط کے ساتھ منسلک ہے۔ حسب سابق کرم فرماتے ہوئے درست عبارت کی نشاندہی فرمادیجئے تاکہ ترجمہ میں وہ غلطی جاری نہ رہ سکے۔

اس رسالے میں ایک عبارت [''عورتوں کی خانہ نشینی میں انہیں نگار کھنے سے استعانت کرو'' ص ۳۰۶، سطر ۳] ہے۔اس کی توضیح بھی مطلوب ہے۔تاکہ اسے حاشیے میں ذکر کر سکوں۔

اس کے علاوہ درج ذیل میں مذکور ناموں کا صحیح تلفظ میرے علم میں نہیں۔براہ کرم ان پر اعراب لگادیجئے تاکہ انگریزی میں ان کا متبادل درست طور پر لکھ سکوں یا کسی ایسی کتاب کی طرف رہنمائی فرمادیں جس میں ان صحیح تلفظ مجھے مل جائے۔ضرورت اور سیاق کی وضاحت کیلئے یہ اسماء اس طرح نقل کئے ہیں مگر اعراب کی ضرورت ان اسماء کے لئے ہے جنہیں عربی رسم الخط میں ظاہر کیا گیا ہے:

سهسوان، ابونعیم، **الحلیه**، **الخلعی**، **ذکوان**، **عصیه**، **بنو لحیان**، **العقیلی**، عبدبن **حمید**، **خصیفه**، احمد بن منیع، **القسملی**، ابن **حبان**، ابن **السنی**، **البزار**، ابن عمرو **المزنی**، عبدالکافی **سبکی**۔

مزید برآں اسی جلد کے صفحہ ۳۱۹ پر بہت سی کتب کے نام درج ہیں۔یہ نہ تو میرے مطالعے سے گزریں نہ میں نے کسی سے ان کے نام سنے کہ درست تلفظ کا علم ہوجاتا۔اس صفحہ کی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے۔اگر ان پر بھی درست تلفظ کی خاطر اعراب لگادیں تو کرم ہوگا۔

دعاؤں کا طالب

خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد

۹/صفر المظفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۰/مارچ ۲۰۰۶ء

اس پیکٹ میں الصمصام کے انگریزی ترجمہ کے دو نسخے بھی ارسال کیے تھے۔اس بار حضرت شرف ملت نے خصوصی محبت وعنایت کا اظہار فرمایا اور اتنی توجہ مبذول فرمائی کہ میرے خط کا جواب چند دنوں میں تیار کر کے روانہ کیا۔علالت اور معمول کی متنوع الاقسام مصروفیات میں سے وقت نکال کر میرے خط کو اہمیت دینا ان کی خصوصی کرم نوازی کا ثبوت ہے۔اس بار انہوں نے مکتبہ رضویہ داتا دربار مارکیٹ لاہور کے پیڈ پر مجھے درج ذیل خط لکھا:

محترم ومکرم مولانا خورشید احمد سعیدی صاحب زیدت سعادتہ

برکات الامداد کے بارے میں آپ کا تقابلی مطالعہ موصول ہوا۔جو کچھ مجھے سمجھ میں آیا ہے لکھ دیا ہے، آپ ملاحظہ کرلیں۔وہابیہ کے بارے میں لب ولہجہ کی سختی اس دور کی یادگار ہے جب اہل سنت وجماعت کی دھاک چار سو بیٹھی ہوئی تھی، اس وقت کے حالات سے آپ باخبر ہیں، ضروری نہیں کہ وہی لب ولہجہ برقرار رکھا جائے، غالباً یہ سوچ کر رضا فاؤنڈیشن کے منتظمین نے زبان نرم کردی ہے۔

''الصمصام'' کے انگریزی ترجمے کے دو نسخے موصول ہوئے ہیں، اس کی اشاعت پر ہدیہ تبریک اور

اس کے ارسال کرنے پر ہدیہ تشکر قبول فرمائیں۔
نوٹ: عورتوں کے ننگار کھنے سے مرادلباس کی فراوانی کا نہ ہونا ہے جیسے کہ ص ۳۰۷، حدیث ۶ سے ظاہر ہے۔

والسلام
محمد عبدالحکیم شرف قادری
28-3-06

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے رسالہ برکات الإمداد لأھل الإستمداد (۱۳۱۱ھ) میں کتابت کی أغلاط اوراختلافات کی جوفہرست میں نے حضرت شرف ملت کوارسال کی تھی اس میں ورج ذیل گزارش کی تھی:

درج ذیل میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے رسالہ ''برکات الامداد لاہل الاستمداد'' کے دومختلف نسخوں کے باہمی موازنے کے نتیجے میں سامنے آنے والے مختلف الانواع فروق، اخطاء اور اغلاط کی فہرست دی جارہی ہے۔ اس کی تصحیح کے لئے حضور کی عالمانہ رائے مطلوب ہے تا کہ اسے انگریزی میں ترجمہ کیلئے اصح متن سامنے ہو۔ فہرست میں دائیں جانب دی گئی عبارات اور کلمات اس نسخے کے ہیں جو فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جلد نمبر ۲۱ (از صفحہ ۳۰۱ تا ۳۳۷) میں شامل ہے۔ جبکہ بائیں طرف دیئے کلمات اور عبارات اس نسخے کے ہیں جسے مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور نے ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ/ دسمبر ۱۹۸۷ء میں (مشتمل بر ۲۷ صفحات) شائع کیا تھا۔

سات صفحات کی اس فہرست میں اختلافات کو تین حصوں میں تقسیم کر کے درج کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں اختلافاتِ کلمات وعبارات ہے؛ دوسرے حصے میں وہ کلمات وعبارات ہیں جو رضا فاؤنڈیشن والے نسخے میں ہیں لیکن مجلس رضا والے نسخے میں نہیں ہیں؛ جبکہ تیسرے حصے میں وہ کلمات وعبارات ہیں جو مجلس رضا والے نسخے میں ہیں مگر رضا فاؤنڈیشن والے طبع میں نہیں ہیں۔ تاہم بعض جگہوں پر اس اصولِ تقسیم کی پابندی نہیں کی جاسکی۔ ہر کلمے/عبارت کے سامنے دیئے گئے ارقام میں سے پہلا صفحہ نمبر جبکہ دوسرا سطر نمبر کو ظاہر کرتا ہے۔ ہر جگہ آپ کی رہنمائی مطلوب ہے۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء

اختلافاتِ کلمات وعبارات

ان عنوان کے تحت جو فہرست حضرت شرف ملت کو بھیجی گئی تھی اس میں انہوں نے بعض جگہ رضا فاؤنڈیشن کے طبع ٹِک لگا کر درست قرار دیا اور بعض جگہ مجلس رضا کے طبع والی عبارت کو۔ اس لئے اس جگہ ان کو دو الگ الگ فہرستوں میں پیش کیا جاتا ہے۔

یہ وہ فہرست ہے جس میں رضا فاؤنڈیشن کے طبع کی عبارت درست قرار دی گئی۔

ص وس	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن	نسخہ مطبوعہ مجلس رضا	ص وس
۱۵/۳۰۳	یونہی علم حقیقی	یوہیں علم حقیقی	۲/۴
۲۱/۳۰۳	بمعنی وسیلہ	یعنی وسیلہ	۲/۴
۴/۳۰۸	راوی ہیں	راوی ہے	۷/۷
۶/۳۰۹	فامدھم النبی	فامرھم النبی	۱۹/۷
۱۳/۳۰۹	فاتیتہ بوضوئہ	فاتیتہ یوضوئہ	۲/۸
۳/۳۱۰	سل بخواہ وتخصیص	سل بجمرہ تخصیص	۱۲/۸
۶/۳۱۰	خود بدبد	خوددبد	۱۴/۸
۲/۳۱۲	والحوائج	والحرائج	۲۱/۹
۱۳/۳۱۲	قضاء الحوائج	قضاء الحرائج	۵/۱۰
۱/۳۱۵	بن جراد	بن خراد	۳/۱۱
۶/۳۱۶	اطلبوا الحوائج	اطلبوا الحرائج	۲۱/۱۱
۱۶/۳۱۶	وبالثانی العُقیلی	وبالثانی العقیل	۴/۱۲
۱۴/۳۱۹	وفائی شرنبلالی	وفائی شرنبلائی	۹/۱۴
۲۰/۳۱۹	صدور مارقین ہواکیں	صدور مارفین ہواکین	۱۵/۱۴
۲۴/۳۱۹	حیاۃ الموات	حیاۃ الموت	۱۸/۱۴
۲۵/۳۱۹	صلاۃ الاسوار	صلاۃ الاسوار	۱۹/۱۴
۲/۳۲۰	وغیرہا	وغیرہ ہا	۲۲/۱۴
۱۱/۳۲۱	فرد الوفا	فرد العرفا	۲۲/۱۵
۲۲/۳۲۱	قضیت لہ	قضیت حاجتہ	۸/۱۶
۵/۳۲۴	از امیر روزی	از امیر دوزی	۱۸/۱۷
۱۰/۳۲۴	غیر باشد داُورا	غیر باشد داورا	۲۰/۱۷
۲۴۲/۳۲۴	رجوع کرنا سب شرک ہُوا جاتا ہے	رجوع کرنی سب شرک ہوئی جاتی ہے	۴_۳/۱۸

۴/۳۲۵	بیماری کو کسی سبب	بیماری کہ کسی سبب	۹/۱۸
۱۳/۳۲۵	استعانت بالغیر کی ہے	استعانت بالغیر کی ہے	۱۷/۱۸
۲۱/۳۲۵	یہ خدا کے ملک سے	یہ خدا کی ملک سے	۴/۱۹
۸/۳۲۶	اپنے میں بوند نہ پائی	اپنے اندر بُونہ پائی	۱۵/۱۹
۲۱،۲/۳۲۶	تو کسی کے لئے بھی شرک نہیں ہوسکتا	تو وہ کسی کے لئے شرک نہیں ہوسکتا	۲/۲۰
۲/۳۲۷	زندہ آدمی سے شرک نہیں	زندہ آدمی سے شریک نہیں	۵/۲۰
۶/۳۲۷	حاجتِ فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس	حاجتِ فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس	۹/۲۰
۱/۳۲۸	ایک نیا شگوفہ چھوڑتے ہیں	ایک نیا شگوفہ تراشتے ہیں	۴/۲۱
۲/۳۲۸	اپنی بات بنانے اور	اپنی بات بتانے اور	۵/۲۱
۱۷/۳۲۸	دلی آگ اپنا رنگ لائی	دبی آگ اپنا رنگ لائی	۲۰/۲۱
۶/۳۲۹	جو نواب صاحب کو پسند نہ آئی	نواب صاحب کو اپنی نوابی کے نشے میں ناگوار گزری	۹/۲۲
۸/۳۲۹	حدیث صحیح کو بزور زبان وزور بہتان رَد کرنے کے لئے عقل وشرع کی قید سے	صحیح حدیث کو بزور زبان وزور وبہتان رَد کرنے کے لئے عقل وشرح کی قید سے	۱۱/۲۲
۱۵/۳۳۰	افلاشققت	افلاشفقت	۱۲/۲۳
۱۴/۳۳۳	وسلطان المشائخ حضرت نظام الدین	ومشائخ المشائخ نظام الدین	۱۷/۲۵
۲۰/۳۳۳	نوشتہ اند	نوشتہ ند	۱۹/۲۵
۱/۳۳۶	اس امام کی تلون مزاجیوں نے طائفہ کی مٹی اور بھی خراب کی ہے،	اس امام بے لگام کی تلون مزاجیوں نے طائفے کی مٹی اور خراب کی ہے	۱۷/۲۶
۳/۳۳۶	جب تلوّن کی لہر آئے	جب تلوں کی لہر آئے	۱۹/۲۶

یہ وہ فہرست ہے جس میں مجلس رضا کے طبع کی عبارت درست قرار دی گئی۔

ص وس	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن	نسخہ مطبوعہ مجلس رضا	ص وس
۷/۳۰۲	وجھی للذی سے	وجھی للذی ہے	۱۴/۲

۱۴/۳۰۲	اعظم غوث اکرم ومعین	اعظم غوث واکرم معین	۳/۳
۱۷/۳۰۲	قدس سرہ السامی	قدس سرہما السامی	۵/۳
۲۰/۳۰۲	زمین وآسمان	آسمان وزمین	۸/۳
۴/۳۰۳	وہابیہ کی عقل	وہابیہ کو عقل	۱۵/۳
۱۳/۳۰۳	خالص بجناب الٰہی	خاص بجناب الٰہی	۲۳/۳
۱۹/۳۰۴	بتائیے،اس وسیلہ	بتایئے اسی وسیلہ	۵/۵
۲۰/۳۰۴	دربار الٰہی میں	بارگاہِ الٰہی میں	۶/۵
۵/۳۱۹	اب کی بار مارلو	اب کی مارو	۲۲/۱۳
۶/۳۱۹	کتاب الافکار	کتاب الاذکار	۲۳/۱۳
۸/۳۱۹	وغیرہا تصانیف	وغیرہا تصانیف	۲/۱۴
۹/۳۱۹	امام ابن الحجاج محمد	امام ابن الحاج محمد	۴/۱۴
۱۳/۳۲۱	علی قادری حنفی	علی قاری حنفی	۲۳/۱۵
۲/۳۲۲	بعد السلام ویذکرنی	بعد السلام من التشہد احدی عشرۃ مرۃ ویذکرہ	۱۰/۱۶
۱/۳۲۲	درود وسلام بھیجے اور مجھے یاد کرے	گیارہ بار درود وسلام بھیجے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یاد کرے	۱۶/۱۵-۱۶
۸/۳۲۲	الذی جعل وارث	الذی جعلک وارث	۲۰/۱۶
۷/۳۲۳	رضا شیخ پر ہو	رضا حضرت شیخ پر رضی اللہ عنہ۔	۵/۱۷
۱۱/۳۲۳	رسالہ نفیسہ برفوائد	رسالہ نفیسہ مشتمل بفوائد	۹/۱۷
۱۷/۳۲۳	نقل قول میں مخالف نے	نقل قول میں وہابی نے	۱۴/۱۷
۱۹/۳۲۳	لکھتے ہیں: شیخ سفیان ثوری	لکھتے ہیں کہ شیخ ثوری	۱۵/۱۷
۲۰/۳۲۴	مخالف صاحب نے دیکھا کہ حکایت اگر صحیح طور پر نقل کریں تو ساری قلعی	وہابی صاحب نے دیکھا کہ حکایت صحیح طور پر نقل کریں تو ساری وہابیت کی قلعی	۲/۱۸

۳۲۵/۷	مشرک ٹھیرایا	مشرک ٹھہرا	۱۸/۱۳
۳۲۵/۱۴	مسلمانو! مخالفین کے	مسلمانو! وہابیہ کے	۱۸/۱۹
۳۲۵/۱۵	ڈپٹی وغیرہ سے فریاد	ڈپٹی یا سارجنٹ سے فریاد	۱۸/۲۰
۳۲۵/۱۷	اس کے منافی نہ جانیں	اس کے خلاف نہ جانیں	۱۸/۲۳
۳۲۵/۱۹و۲۰	کیا مخالفین کے نزدیک "خاص تجھی" میں بید، حکیم، تھانیدار، جمعدار، ڈپٹی ،منصف، جج وغیرہ سب آگئے	کیا وہابیہ کے نزدیک "خاص تجھی" میں وید، حکیم، تھانہ دار، جمعدار، ڈپٹی، سارجنٹ، منصف، جج سب آگئے	۱۹/۲
۳۲۵/۲۴	غرض مخالفین خود بھی	وہابیہ خود بھی	۱۹/۵
۳۲۶/۷	برکات کا حصر سمجھیں	برکات کا حصہ سمجھیں	۱۹/۱۴
۳۲۶/۱۷	مخالفین بیچارے	وہابی صاحب بیچارے	۱۹/۲۱
۳۲۷/۳	اینٹ پتھر سے بھی شریک نہیں ہو سکتی	اینٹ پتھر سے بھی شرک نہیں ہو سکتی	۲۰/۶
۳۲۷/۸	تمام مخالفین روزانہ	تمام وہابی صاحب روزانہ	۲۰/۱۰
۳۲۷/۱۶	پانی وہیں مرتا ہے	پانی وہیں مرتا ہے	۲۰/۱۷
۳۲۷/۲۴	مخالفین جب سب طرح عاجز آ جاتے ہیں	بعضے کچے وہابی پکے ہوشیار جب سب طرح عاجز آتے ہیں	۲۱/۳
۳۲۸/۵،۶	ان کے امام خود تقویۃ الایمان میں لکھ گئے ہیں	اُن کا امام نافرجام تقویۃ الایمان (نہیں نہیں اپنی تفویت الایمان) میں صاف لکھ گیا	۲۱/۹_۱۰
۳۳۲/۱۸	مخالف کو کریما کا مصرعہ یاد رہا	وہابی صاحب کو کریما کا مصرع تو یاد رہا	۲۵/۸
۳۳۴/۳	معلوم باشد بایچ کس	معلوم شد بایچ کس	۲۵/۲۰

نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن میں موجود مگر نسخہ مطبوعہ مجلس رضا میں مفقود

ص وس	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن میں موجود	نسخہ مطبوعہ مجلس رضا میں مفقود	ص وس
۳۰۵/۳	بیشک اللہ کو توبہ	بیشک اللہ توبہ	۵/۱۰
۳۰۵/۲۰	اگر ممکن ہو تو	اگر ممکن تو	۶/۲

۱۴/۳۱۵	حسان بن ثابت	حسان ثابت	۱۱/۱۱
۱۷/۳۲۰	کہ حاجت نیست کہ آں راذکر کنیم وشاید کہ منکر ومتعصب سودنہ کند اوراکلمات ایشاں	پوری عبارت غائب	۱۰/۱۵
۱۹/۳۲۲	شنیدہ ام از حضرت	شنیدہ ام حضرت	۲۳/۱۶
۹/۳۲۳	ثبوت کو کافی	ثبوت کافی	۷/۱۷
۲/۳۲۴	گفت چوں ایاک	گفت ایاک	۱۷/۱۷
۲۲/۳۲۴	جس میں خود بھی مبتلا ہیں	جس میں مبتلا ہیں	۴/۱۸
۶/۳۲۶	اندھوں کوسوجھیں اور نہ ہی اپنے	اندھوں کوسوجھیں نہ اپنے	۱۳/۱۹
۱۲/۳۳۰	رواہ مالک والبخاری	رواہ البخاری	۱۱/۲۳
۶/۳۳۲	اولیاء علیہم افضل الصلاۃ والثناء	اولیاء علیہم الصلاۃ والثناء	۲۱/۲۴
۸/۳۳۴	می شوودازاں	میشوودازاں	۲۲/۲۵

اس فہرست میں صرف تین جگہ حضرت شرف ملت نے نسخہ مطبوعہ مجلس رضا کی عبارت کو درست قرار دیا باقی تمام جگہ نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن کی عبارت کو ٹھیک کرکے درست قرار دیا۔ وہ تین عبارتیں یہ ہیں:

ص وس	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن میں موجود	نسخہ مطبوعہ مجلس رضا میں مفقود	ص وس
۹/۳۰۳	واسطہ وصول وفیض	واسطہ وصول فیض	۲۰/۳
۱۲/۳۰۳	ہرگز اس سے حصر	ہرگز اس حصر	۲۲/۳
۱۹/۳۳۰	الاسلام یعلو ولا یعلی	الاسلام یعلو ولا یعلی	۱۹/۲۳

نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن میں مفقود مگر نسخہ مطبوعہ مجلس رضا میں موجود

ص وس	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن میں مفقود	نسخہ مطبوعہ مجلس رضا میں موجود	ص وس
۵/۳۰۲	غیرحق سے مانگوں	غیرحق سے مدد مانگوں	۱۳/۲
۱۷/۳۰۲	آیات کریمہ تو مسلمان کی ہیں	آیات کریمہ تو مسلمان کا ایمان ہیں	۴/۳
۶/۳۰۳	بلکہ وجود ہستی	بلکہ وجود وہستی	۱۷/۳
۹/۳۰۵	صرف انبیاء علیہم الصلوۃ	صرف انبیاء واولیاء علیہم الصلوۃ	۱۵/۵

۸/۳۰۶	استعینو بالغدْوَۃِ	استعینو ابالغدوۃ	۹/۶
۷/۳۰۸	عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰/۷
۳/۳۱۲	پوری عبارت غائب	وفی لفظ اطلبوا الحاجات عند حسان الوجوہ حاجتیں خوش حالوں کے پاس طلب کرو	۲۲/۹
۷/۳۲۱	حسنی حسینی صلی اللہ	حسنی حسینی جیلانی صلی اللہ	۲۰/۱۵
۱۲/۳۲۴	واُور امظاہر عون	واور ایکے از مظاہر عون	۲۱/۱۷
۱۳/۳۲۵	پوری عبارت غائب	ولکن الوھابیہ قوم لا یعقلون	۱۸/۱۸
۵/۳۲۶	اولیاء علیہم الصلاۃ و الثناء	اولیاء علیہم افضل الصلاۃ و الثناء	۱۲/۱۹
۴/۳۲۷	جس معنی پر خدا سے شرک ہے	جس معنی پر غیر خدا سے شرک ہے	۷/۲۰
۱۳/۳۲۷	مگر حکیم، امیر، جج	مگر حکیم، امیر، سارجنٹ، جج	۱۶/۲۰
۸/۳۲۸	ہر طرح شرک ہوتا ہے	ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے	۱۱/۲۱
۱۳/۳۲۸	فرمایئے، اللہ کے حکم سے	فرمایئے، یارسول اللہ اللہ کے حکم سے	۱۶/۲۱
۳۲۸/۱۲،۱۲	ان صاحبوں میں نواب دہلوی ـــ حدیث عظیم جلیل ثابت	ان صاحبوں میں بہت گھٹ کے نمبر کے وہابی نواب دہلوی ـــ حدیث عظیم جلیل صحیح ثابت	۲۱،۲۲/۱۲،۱
۹/۳۲۹	نکل بے دھڑک بے پر کی اُڑادی	نکل راوی ثقہ کا نسب بدل تقریب کی عبارت بکمال شرارت ایک سطر دکھا برابر کی چھپا کسی کا حال کسی پر اوتار حیا کا پانی سر سے گزار بیدھڑک بے پر کی اُڑادی	۲۲/۱۲،۱۳

۱۳/۳۲۹	صحیح حدیث میں ان لوگوں کا یہ حال ہے۔ قل	صحیح حدیث میں اُسے سُن کرتو اُن کے لئے ہلکے صاحبوں کا یہ حال ہوتا ہے۔ نمبری بہادر اونچی چوٹی کے وہابی جب کسی مسلمان کی زبان سے حضرات محبوبانِ خدا کا نام پاک سُنتے ہوں گے ان کے کلیجے پر کیا کچھ نہ گزرجاتی ہوگی۔ قل	۲۲/۱۸تا۲۰
۵/۳۳۱	نہ کہ بلاوجہ منہ زوری	نہ کہ بلاوجہ محض مونہہ زوری	۱۸/۲۳
۶/۳۳۱	اطلاع حال کا دعوی	اطلاع حال قلب کا دعوے	۲۰/۲۳
۲۰/۳۳۱	یہ تواس معنی پر	یہ توکوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتاتواس معنی پر	۱۰/۲۴
۱۴/۳۳۲	مستغاث والغوث	مستغاث بہ والغوث	۲۰/۲۴
۱۲/۳۳۲	نبی صلی اللہ تعالیٰ	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۱/۲۵
۱۷/۳۳۲	پوری عبارت غائب	ایمان سے کہنا یہ وہی علماء ہیں جن پر تم انکارِ استعانت کا بہتان اُٹھاتے ہومگر ہے یہ کہ حیا وہابیہ کے پاس ہو کر نہ نکلی صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا لم تستحی فاصنع ما شئت ع بے حیاباش وہرچہ خواہی کُن !	۲۵/۴ـ۷
۱۹/۳۳۴	دلالت دارد۔	دلالت دارداھ ملخصا	۵/۲۶
۲۰/۳۳۴	اسمٰعیل دہلوی صراط المستقیم میں	اسمٰعیل دہلوی کے بھاری پتھر کا کیا علاج وُہ صراط مستقیم میں	۵/۲۶
۱۸/۳۳۵	توان سب کوذرا	توان سب بھی کوذرا	۱۵/۲۶

اس تیسری فہرست میں صرف دوجگہ حضرت شرف ملت نے رضا فاؤنڈیشن کے طبع کی عبارت کو درست قراردیا جو یہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رضا فاؤنڈیشن کے مطبوعہ نسخہ میں اصلاح کی ضرورت ہے۔

ص وس	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن میں مفقود	نسخہ مطبوعہ مجلس رضا میں موجود	ص وس
۱۳/۳۲۲	والحمدللہ	والحمدللہ	۲۱/۱۶
۱۹/۳۳۵	ورنہ شریعت کیا ان کی خانگی	ورنہ شریعت وہابیہ کیا آپ کی خانگی	۲۶/۱۵۔۱۶
۱۱/۳۲۱	عالم ربانی لوائے حکمت	عالم ربانی حامل لوائے حکمت	۲۴/۱۵

البتہ اس تیسری عبارت میں نسخہ مطبوعہ مجلس رضا کو انہوں نے ٹِک کیا مگر اس میں ایک تصحیح یوں کی: 'عالم ربانی حامل لوائے حکمت'۔

یہاں ایک بات کا ذکر کرنا مناسب رہے گا کہ مندرجہ بالا فہارس میں یہاں وہ تمام مواد بوجوہ شامل نہیں کیا گیا ہے۔ موضوع زیر گفتگو کی نوعیت کے پیش نظر کچھ اختلافی الفاظ اور عبارات کو فہارس سے خارج کر دیا گیا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ برکات الامداد کے ترجمہ کو بوجوہ ابھی تک مکمل نہیں کر سکا۔ لیکن یہ حضرت شرف ملت کی توجہ خاص، مسلسل رہنمائی اور نظر کرم کا نتیجہ ہے کہ الصمصام کے ترجمہ کے بعد اعلیٰ حضرت کے دو اور رسالوں "التحبیر بباب التدبیر" کا ترجمہ "Management Sciences in Islam" کے نام سے اور "قلع الصدر لایمان القدر" کا ترجمہ "Divine Decree and Predestination" کے عنوان سے مکمل کیا اور یہ دونوں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے ۲۰۰۸ء میں شائع ہوگئے۔

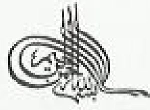
یہ اعزاز بھی حضرت شرف ملت علیہ الرحمۃ کو جاتا ہے کہ انہوں جس محبت وشفقت سے میرے ساتھ برتاؤ کیا رضویات کے حوالے سے اس کا نتیجہ یوں بھی سامنے آیا کہ میں نے ملکی سطح پر اس کی اصلاح کے لیے سوچنا شروع کیا اور تنظیم المدارس کا وہ بورڈ جو دورۂ حدیث کے طلبہ کے لیے موضوعات تجویز کرتا ہے اور اس کے لیے ابتدائی رہنما اصول مرتب کرتا ہے اس میں یہ بات منظور ہوئی کہ ان مقالات میں میرے اختیار کردہ طریقے کے مطابق فتاویٰ رضویہ پر کام کو مزید آگے بڑھایا جائے۔ لہٰذا اس قسم کے موضوعات گزشتہ چند سالوں سے شامل کیے جانے لگے ہیں۔ اور تنظیم المدارس کے وہ فضلاء جنہوں نے ان موضوعات کو اختیار کیا اور اس پر مقالہ تیار کیا انہیں اس نہج کا علم ہوگیا ہے کہ کام کو کیسے آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔

ان رسائل کے علاوہ بھی میں نے کچھ رسائل پر کام اپنی طرف سے مکمل کیا تھا لیکن حضرت شرف ملت علیہ الرحمۃ کی علالت ایسے مقام تک پہنچ گئی کہ آپ فتاویٰ رضویہ پر کام کے لیے مزید ساتھ نہ دے سکے۔ اللہ کریم نے انہیں اپنے جوارِ کرم میں بلا لیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی رحلت کے بعد میں اس کام کو جاری

رکھنا چاہتا تھا لیکن ان جیسی شفیق، معاون اور عرق ریزی سے کام کرنے والی شخصیت ابھی تک نصیب نہیں ہوئی ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری کے درجات بلند فرمائے، ان کے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچائے، ان کی آل واولاد کو سلف صالحین کے طریقے پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین





حکیم مولوی عبد الغنی ناظم

(نقشبندی، جھیورانوالی، ضلع گجرات)

- حالاتِ زندگی
- ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

حکیم مولوی محمد عبدالغنی صاحب ناظم ۱۸۹۲ء میں کنجاہ (ضلع گجرات ، پاکستان) کی ایک نواحی بستی جھیورانوالی میں حافظ محمد عالم صاحب نقشبندی کے ہاں تولد ہوئے۔ بچپن ہی میں سایہ پدری سے محروم ہوگئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں ہی حاصل کی اور دھاروالی مڈل اسکول سے مڈل امتحان پاس کیا۔ بعدازاں گجرات، لاہور اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں رہ کر کسب فیض کرتے رہے۔

طبیہ کالج دہلی میں رہ کر طب اسلامی کی تکمیل کی اور وطن مالوف کی مراجعت فرمائی۔ حکیم سید فضل شاہ، حکیم فتح محمد اور حکیم دوست محمد ملتانی وغیرہ سے مل کر انجمن خادم الحکمۃ شاہدرہ کے قیام میں اہم کردار ادا کیا مگر مذہبی رجحانات میں شدید اختلاف کے باعث جلد ہی اس سے الگ ہوگئے۔ طبی شغف دور آخر تک جاری رہا۔ آپ کی زیر ادارت رسالہ ''گلدستہ حکمت'' ایک مدت تک داد تحسین وصول کرتا رہا۔

آپ ایک جید عالم دین تھے اور جملہ مکاتب فکر کے علماء آپ کا احترام کرتے تھے۔ آپ نے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نقشبندی سلسلہ عالیہ سے وابستگی اختیار کی اور حضرت خواجہ مقبول الرسول صاحب نقشبندی للہ شریف، ضلع جہلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔

رد قادیانیت :

حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب سلیمانی کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان بعدازاں تحریک ختم نبوت میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ آپ نے قادیانیت کے رد میں ۱۹۳۴ء میں ''الحق المبین'' تحریر فرمائی۔ اس کتاب کے آغاز میں آپ

فرماتے ہیں:

’’تجربہ شاہد ہے کہ اکثر سعید روحیں ایسی ہیں جو ناواقفی کی بنا پر مرزائیت کا شکار ہوجاتی ہیں مگر پھر صحیح واقفیت بہم پہنچنے پر دوبارہ صراط مستقیم اختیار کرنے کو عار نہیں سمجھتیں اور علی الاعلان صداقت کو قبول کرلیتی ہیں۔ لہٰذا ایسے مضامین کی اشاعت نہایت ضروری ہے جو عام فہم الفاظ میں مرزائیت کے ڈھول کا پول ظاہر کریں۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب خالی الذہن ہوکر خلوص نیت سے مطالعہ کر کے حقیقت کو پالے اور مرزا سے قطع تعلق کر کے سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کے دامن میں آکر پناہ لے‘‘۔

اس کے علاوہ رد قادیانیت پر آپ کی مزید دو اور تصانیف ’’**تناقضات مرزا**‘‘ اور ’’**اعتقادات مرزا**‘‘ بھی ہیں جن کا ذکر حکیم صاحب نے اپنی کتاب ’’**الحق المبین**‘‘ میں بھی کیا ہے۔ لیکن اس جلد کے چھپنے تک یہ دونوں تصانیف ادارے کو مہیا نہیں ہوسکیں۔

ایک مدت تک محکمہ تعلیم سے بھی وابستہ رہے مگر اس کے ساتھ تحریر و تقریر و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ رد قادیانیت کے علاوہ آپ کی تالیفات ’’اعانت الاموات بالدعوات والصدقات‘‘ اور ’’ذکر الصالحین‘‘ بھی معروف ہیں اور اپنے اپنے دور میں عوام و خواص میں مقبول رہی ہیں۔

آپ نے ۲۰ مئی ۱۹۶۶ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے گاؤں میں ہی سپرد خاک ہوئے۔



علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مصنفہ: سید نور محمد قادری

ناشر
مجلس خدام اسلام (لاہور)

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۲

نام کتاب ـــــــــ میلاد شریف اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

تحریر ـــــــــ سیّد نور محمد قادری

تعداد ـــــــــ ایک ہزار

ناشر ـــــــــ مجلس خدامِ اسلام لاہور

ہدیہ ـــــــــ دعائے خیر

نوٹ :۔ بیرونجات کے حضرات ایک روپیہ کے
ڈاک ٹکٹ ارسال فرما کر طلب فرمائیں ۔

کتاب منگوانے و ترسیل زر کا پتہ

منصور اصغر صدر مجلس خدّام اسلام

اونچی مسجد حنفیّہ رضویہ ٹھٹھی ملاحاں

اندرون ٹیکسالی گیٹ لاہور

پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۰۰۰

انتساب

میں اس تالیف کو مرشدِ اقبال حضرت قاضی سلطان محمود صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۱۹ء) دربار آوان شریف ضلع گجرات کی بارگاہِ عالی میں پیش کرتا ہوں ۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے خاندان کے بھی مربی، مرشد، راہنما اور بہی کچھ تھے ۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

یکے از غلامانِ دربار آوان شریف

سیدنور محمد قادری



اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے۔ میری جان ہیں یہ

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں عقیدت ومحبت کے اظہار کے لئے جو تقریب منعقد کی جاتی ہے اُسے اصطلاحاً "میلاد شریف" کہا جاتا ہے اور یہ اصطلاح اس طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت کے ساتھ مخصوص ہے کہ صحابۂ کرام اور آئمہ اہلِ بیت میں سے کسی کے بھی یومِ ولادت کو "میلاد شریف" کے نام سے نہیں پکارا جاتا یا ایسا کہنے کو سوئے ادب اور گستاخی سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مہدوی فرقہ نے حیدرآباد دکن میں ایک سازش کے ذریعے سرکاری جنتری میں سید محمد مہدی جونپوری کے یومِ پیدائش کے خانہ میں "میلاد شریف" کا لفظ چھپوا لیا تو پورے ہندوستان میں عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں احتجاج کی زبردست لہر دوڑ گئی اور جب تک سرکاری جنتری میں سے مہدی جونپوری کے نام کے سامنے سے میلاد شریف کے لفظ کو نکال نہ دیا گیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے چین کا سانس نہ لیا۔

جناب پروفیسر الیاس برنی مرحوم نے اس قصہ بلکہ قضیہ کو اپنے خط بنام شاہ حسین میاں سجادہ نشین دربار پھلواری شریف میں اس طرح بیان کیا ہے۔

"میلاد شریف کا قصہ یہ ہے کہ یہاں ایک سرکاری جنتری شائع ہوتی ہے جس میں تعطیلات بھی درج رہتی ہیں۔ تعطیلات کے سلسلہ میں دوازدہم شریف، یازدہم شریف، فاتحہ، عرس یہ اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی تعطیل میں لفظ "ولادت" استعمال ہوتا ہے تاکہ میلادِ مبارک سے امتیاز رہے لیکن اپنے اشراف اور مسلمانوں کی عدم توجہی سے فائدہ اٹھا کر اسی جماعت

نے سید محمد جونپوری کی تعطیل میں لفظ "میلاد شریف" درج کرالیا،
حالاں کہ کم از کم حیدرآباد میں میلاد شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے مخصوص رکھتے ہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے لفظ
"ولادت" استعمال کرتے ہیں کہ اصطلاحات میں بھی فرقِ مراتب ملحوظ رہے
اول خانگی طور سے مہدوی جماعت کو اس فرق پر توجہ دلائی گئی لیکن جب
وہ راضی نہ ہوئی تو حکم ہو گیا کہ سرکاری جنتری میں لفظ "میلاد شریف"
درج نہ ہوگا۔ مہدوی اپنے طور پر لکھیں تو وہ جانیں"۔[۱]

غرض کہ امتِ محمدیہ اس مقدس دن کو بڑے ادب، احترام اور اہتمام سے
مناتی آرہی ہے لیکن بدقسمتی سے دیوبندی حضرات (باستثنائے چند) اس مبارک و
مسعود دن کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے اسے بدعت قرار دیتے ہیں اور جہاں
بس چلے تو مولود شریف کو روکنے اور بند کرنے یا کرانے کے لئے کسی قسم کا حربہ
استعمال کرنے سے نہیں ہچکچاتے مثلاً جب نواب صدیق حسن خاں ریاست بھوپال
کے سیاہ و سفید کے مالک بنے تو ریاست میں میلاد شریف کی مجالس کو حکماً بند کرا دیا۔
محترمہ آبرو بیگم صاحبہ نے اس مسئلہ کو نواب سلطان جہاں بیگم سابق فرمانروا بھوپال کی
زبانی اس طرح بیان کیا ہے۔

"اثنائے گفتگو میں ہرہائنس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ
جی۔ سی۔ ایس۔ آئی فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا نے مجھ سے فرمایا کہ
جس زمانے میں نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے محفلِ میلاد
کی رسم بھوپال میں موقوف کر دی تھی ایک روز مجھے اس کی نسبت بہت
افسوس کے ساتھ خیال آیا کہ ایسی متبرک محفل کو اپنے یہاں کیوں نہ قائم کروں
بار بار مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مجبور کرتی

[۱] رسالہ نقوش، خطوط نمبر حصہ اول اپریل مئی ۱۹۶۸ء صفحہ ۴۸۰-۴۸۱

تھی کہ میں آپ کی ولادت کے دن اپنے یہاں خوشی کا اظہار کروں لیکن
اس مصلحت سے میں اور عالی جناب نواب سلطان الدولہ صاحب مرحوم
نور اللہ مرقدہٗ اپنے دلی ارادے میں ناکامیاب رہتے تھے کہ محترمہ
سرکار خلد مکاں اور نواب صدیق حسن خاں صاحب ضرور یہ تصور فرمائیں
گے کہ ہماری رائے کے خلاف محفلِ میلاد جاری کی ہے۔ تب میں
نے خدا سے التجا کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن میرے
یہاں کوئی خوشی کی تقریب ہو جائے تاکہ مجھے اس حیلے سے عین ولادت
کے دن مسرت ظاہر کرنے کا موقع حاصل ہو۔ قدرتِ الٰہی اور معجزہ،
حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم غور کے قابل ہے کہ صاحبزادی
آصف جہاں صاحبہ مرحومہ کے بعد پندرہ سال تک کوئی اولاد مجھے نہیں
ہوئی اور سب کو یہی یقین تھا کہ اب اولاد نہ ہوگی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے
میری التجا سنی اور ۸ ربیع الاول بروزِ سعید صاحبزادہ حمید اللہ خاں
صاحب زاد اللہ عمرہٗ پیدا ہوئے اور مجھے اس روزِ سعید کو خوشی کے
اظہار کا موقع مل گیا۔ اس دن سے اب تک ہر سال ۸ ربیع الاول کو
عیدِ میلاد اس طرح منائی جاتی ہے کہ مسجد میں خوب روشنی کی جاتی ہے
اور سوا لاکھ درود شریف کا ثواب پہنچایا جاتا ہے۔ عمدہ طعام پکا کر
غربا اور دوستوں کو تقسیم کیا جاتا ہے"۔[۱]

میلادِ مبارک کو حکماً بند کرانے کے فیصلہ کا نتیجہ نواب صاحب کے حق میں بہت
[illegible] اور وہ جلد ہی معزول کر دیے گئے۔ سید فتح علی شاہ صاحب ساکن کھرڑ تیسیال
[illegible] بالکوٹ تحریر کرتے ہیں۔

"میرے زمانے میں دو واقعات عبرت انگیز واقع ہوتے ہیں۔

[۱] [illegible] مرتبہ سید ممتاز علی مطبوعہ لاہور ۱۹۳۲ء صفحہ ۶۸-۶۹

اول: نواب محمد علی خاں بہادر والیٔ ٹونک نے ایک کتاب "مراۃ السنتہ السنیہ لردقبح المجالس المولدیہ" لکھی اس میں مجالسِ میلاد کے متعلق بہت سخت سست لکھا آخر چند روز کے بعد ہی حکومتِ ٹونک سے معزول کر کے بنارس میں نظر بند کئے گئے۔

دوم: نواب صدیق الحسن بہادر نے ریاست بھوپال میں امیرالملک والاجاہ کا خطاب حاصل کیا۔ کسی نے اتفاقاً ان کے زیرِ حکومت محفلِ میلادؐ منعقد کی۔ نواب صاحب نے اس کو سخت دھمکایا اور حکم دیا کہ اس کا مکان کھود کر معدوم کیا جائے۔ تھوڑے ہی دن گزرے کہ نوابی جاتی رہی کسی نے معزولی کی تاریخ یوں لکھی ہے ؎

چوں نواب بھوپال معزول شد — بگیرید پندا ایہا الغافلون
پے سالِ تاریخ ہاتف زغیب — چنیں گفت لا یفلح الظالمون[۱]

حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) تھے میلاد شریف کی مجالس میں خود شرکت فرماتے اور عوام کو ان بابرکت مجالس میں شرکت کے لئے تلقین کرتے اور جب انہیں معلوم ہوتا کہ فلاں علاقہ میں میلاد شریف کی مجالس منعقد ہوتی ہیں تو بہت خوش ہوتے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱۔ لاہور میں میلاد شریف کا باقاعدہ اجتماع ۱۹۱۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) دربار علی پور شریف (سیالکوٹ) نے کی مقررین میں حضرت علامہ اقبال بھی شامل تھے۔ اس متبرک جلسہ کی روئداد رسالہ "تہذیب نسواں" میں شائع ہوئی جو درج ذیل ہے۔

"ہمیں اس بات کے دیکھنے سے بہت خوشی ہوئی کہ "تہذیب نسواں" کا

[۱] الارشاد الیٰ مباحث المیلاد تالیف علامہ محمد عالم آسی امرتسری مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۲ء صفحہ ۳۳-۳۴

پچھلے سال کا ننھا سا بویا ہوا بیج، اس سال اچھا پھل لایا۔ اس سال کے بڑے نامی اخباروں نے عید میلاد کے خاص پرچے (نمبر) نکالے۔ ۔ ۔ علماء مجتہدین نے عید میلاد کو قومی طور پر منانا نہایت ضروری سمجھا اور اس کے لیے اشتہار جاری کئے۔

لاہور میں حضرت صوفی حاجی حافظ سیّد جماعت علی شاہ کی طرف سے اہل اسلام شہر کو عام منادی کی گئی کہ تمام دکاندار اور اہلِ حرفہ اپنا اپنا کام بند رکھیں اور دن بھر عید منائیں۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔

نمازِ ظہر کے بعد نمازِ عشاء تک اسلامیہ کالج لاہور میں عظیم الشان جلسہ رہا۔ اس میں علمائے دین اور مشاہیر واعظ اور خوش بیان لیکچرار، تقریریں اور وعظ کرتے رہے۔ شیریں بیان شاعروں نے نہایت مؤثر نظمیں پڑھیں۔ اثر کا یہ حال تھا کہ بعض وقت لوگ بے تاب ہو کر چیخیں مارتے تھے۔

ڈاکٹر محمد اقبال نے نہایت خوبی سے لوگوں کو یہ بات سمجھائی کہ جلسے صرف تماشا نہیں بلکہ قومیت کو مضبوط کرنے اور اگلی پچھلی قوم کی شخصیت کو ایک کرنے کے لئے ان کا ہونا بہت ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ساری قوم اپنے بزرگوں کے حالات سن کر خود ان عظیم الشان بزرگوں کی ذرّیت ہونے کا فخر اور گھمنڈ دل میں پیدا کرے گی۔ تب تک اُن کے سینوں میں اولوالعزمی اور بلند حوصلگی جوش زن نہیں ہو سکتی۔

شیخ عبدالقادر نے بہت خوبی سے پیغمبرِ خدا کے احسانات کا ذکر شروع کیا اور کہا کہ ان احسانوں کو کوئی کس طرح بیان کر سکتا ہے جن کی کوئی حد و غایت نہیں۔ میں گنہگار اس بھاری کام سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتا ہوں۔ میں تبرکاً اس سلسلۂ عظیم کی ابتدا اور انتہا میں صرف دو باتوں کا کچھ ذکر کروں گا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ سب سے اول احسان آپ کا "قرآن پاک" ہے جو وہ امت کے لئے لے کر آئے اور سب سے آخیر احسان قیامت کو آپ کی شفاعت ہوگی۔

مسٹر ظفر علی خاں بی۔ اے نے نہایت پُرجوش تقریر کی اور افسوس سے کہا کہ

لاہور میں کم از کم مسلمانوں کی ایک لاکھ آبادی ہے، جس میں پچاس ہزار عورتیں، بچے ہوں۔ پچاس ہزار مردوں کو لازم تھا کہ وہ سب آج اس کالج کے میدان میں ہوتے اور اس کالج کے گرد نعرۂ "یا رسول اللہ" لگاتے اور درود شریف کے ذکر سے یہ میدان گونج اٹھتا۔

شمس العلماء۔ مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی، شمس العلماء مولوی عبدالحکیم صاحب پیر حاجی سید جماعت علی شاہ صاحب نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل پر تقریریں کیں[1]

۲۔ ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء میں حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سجادہ نشین صاحبان علمائے کرام، مشاہیر قوم اور سیاسی اکابرین کے ساتھ مل کر میلاد شریف کو منانے کے لئے اخبارات میں مندرجہ ذیل اپیل شائع کی۔

"اتحادِ اسلام کی تقویت۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اجلال، حضور کی سیرتِ پاک کی اشاعت اور ملک میں بانیانِ مذاہب کا صحیح احترام قائم کرنے کے لیے ۱۲ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے جو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ قدر کے شایانِ شان ہوں اور جنہیں دنیا محسوس کر سکے۔ اُس دن ہر ایک آبادی میں علمِ اسلام بلند کیا جائے اور تمام فرزندانِ اسلام بلا استثناء اس علم کے نیچے جمع ہو کر خداوند پاک سے عہد کریں کہ وہ ہر قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ قدم تلاش کریں گے۔ اُن ہی کی محبت میں زندہ رہیں گے اور اُن ہی کی اطاعت میں جان دیں گے۔

انجمن حمایتِ اسلام کی جنرل کونسل نے قوم کی اس متحدہ آواز پر

[1] سبیل الرشاد مرتب سید ممتاز علی لاہور ۱۹۳۶ء صفحہ ۳۴-۳۵

لبیک کہتے ہوئے فیصلہ کیا ہے کہ یومِ ولادت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں ایک عظیم الشان جلسہ کر کے لاہور میں اسوۂ رسول روحی فداہ کی اشاعت کرے اور اس شان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اجلال کا علم بلند کرے کہ ۱۲ ربیع الاول کے دن لاہور کا ایک ایک گوشہ "ورفعنا لک ذکرک" کی تصویر بن جائے۔

مسلمانانِ لاہور میں ہزار ہا اختلافات موجود ہوں گے لیکن حضور سیدِ عالم کے عشق و احترام کے بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے، اس واسطے انجمن حمایتِ اسلام بلا لحاظِ اختلاف تمام برادرانِ اسلام سے اپیل کرتی ہے کہ وہ انجمن کے ساتھ مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام اور مبارک کام کو دنیا میں بلند رکھنے کے لئے ایسی گرم جوشی اور عزم و ہمت کے ساتھ کام کریں کہ ۱۲ ربیع الاول کے دن ایک خدا کے ماننے والے اور ایک نبی کے نام لیوا "المسلمون کرجل واحد" کی تصویر بن جائیں۔[2]

اس اپیل پر حضرت علامہ کے علاوہ جن اکابرینِ ملت نے دستخط کئے ہیں۔ ان میں سے چند اہم نام یہ ہیں۔

۱۔ سید غلام بھیک نیرنگ انبالہ	۲۔ مولانا غلام مرشد۔ لاہور
۳۔ مولانا شوکت علی۔ بمبئی	۴۔ مولانا حسرت موہانی۔ موہان
۵۔ پیر سید مہر علی شاہ۔ گولڑہ شریف	۶۔ مولانا قطب الدین عبدالوالی۔ لکھنو
۷۔ دیوان سید محمد۔ پاک پتن شریف	۸۔ مولانا قمر الدین۔ سیال شریف
۹۔ مولانا فاخر۔ الہ آباد	۱۰۔ مولانا سید حبیب۔ مدیر "سیاست"
۱۱۔ پیر سید فضل شاہ۔ جلالپور شریف	۱۲۔ مولانا علی الحائری۔ لاہور

[2] اقبال ریویو جولائی ۱۹۷۸ء مضمون محمد حنیف شاہد صفحہ ۷۶-۷۷

۱۳۔ اور مولانا محمد شفیع داؤدی۔ بہار وغیرہم"۔ [۵]

جون ۱۹۳۱ء میں تحریکِ یوم النبی کے افتتاح کا اعلان کرتے ہوئے حضرت علامہ اقبال نے مسلم زعما اور اکابرِ ملت کے ہمراہ ملتِ اسلامیہ کی خدمت میں یہ اپیل کی۔

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کا آفتاب ساڑھے تیرہ سو سال گزرنے پر بھی نصف النہار پر ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت زوال پذیر نہ ہوگا۔ ہمارے سلف صالحین نے تبلیغ اسلام میں اپنا خون اور پسینہ ایک کر دیا تھا اور ہر زمانہ کے ذرائع کو حدِ شریعت کے اندر رہ کر استعمال کیا تھا، آؤ ہم سب مل کر موجودہ زمانہ کے موثر اور مفید ذریعۂ تبلیغ کو اختیار کریں اور اس فرضِ تبلیغ کو ادا کریں جو ہمارے ہادی اور تمام عالم کے محسنِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے "بلغوا عنی" فرما کر ہم پر فرض کر دیا ہے۔

ہماری استدعا ہے کہ تمام ہندوستان کے طول و عرض میں سیرت النبی کی اشاعت کے لئے ایک ہی دن تبلیغی جلسے کئے جائیں۔ ایسے جلسے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتِ قدر کے شایانِ شان ہوں اور جنہیں دنیا محسوس کر سکے، چوں کہ ان جلسوں کو ۱۲ ربیع الاول سے طبعی مناسبت ہے کہ یہ تاریخ تمام مبلغین وحی کے سردار اور دنیا کے مبلغ اکبر کے پیدا ہونے اور فرضِ تبلیغ ادا کر کے رحلت فرمانے کی تاریخ ہے اس واسطے یہ تبلیغی جلسے ۱۲ ربیع الاول کو کئے جائیں۔ اور تمام شہروں میں انتظام کے لئے معزز لوگوں کی سیرت کمیٹیاں بنا دی جائیں۔ اس دن تمام فرزندانِ اسلام علمِ اسلام کے نیچے جمع ہو کر یہ اقرار کریں کہ ہم ہر قدم پر اسوۂ رسول کی پیروی کریں گے اور ہماری نماز، قربانی، زندگی

---

۵ ایضاً صفحہ ۷۵-۷۶

اور موت اللہ کے لئے وقف ہوگی"۔ [۶]

اس موقع پر جن اکابرِ اسلام نے حضرت علامہ کا ساتھ دیا اُن میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ مفتی نثار احمد۔ آگرہ
۲۔ میاں سر محمد شفیع۔ لاہور
۳۔ مولانا شوکت علی۔ دہلی
۴۔ مولانا سید غلام بھیک نیرنگ۔ انبالہ
۵۔ پیر سید مہر علی شاہ۔ گولڑہ شریف
۶۔ مولانا سید حبیب۔ لاہور
۷۔ مولانا حسرت موہانی
۸۔ مولانا محمد سجاد۔ بہار
۹۔ مولانا کشفی نظامی
۱۰۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں
۱۱۔ مولانا غلام مرشد۔ لاہور اور ۱۲۔ مولانا سید علی حائری۔ لاہور وغیرہ [۷]

حضرت علامہ اقبال نے "محفل میلاد النبی" میں ایک دفعہ تقریر کی جسے اخبار "زمیندار" نے شائع کیا۔ آثارِ اقبال کے مرتب نے حضرت علامہ کی اس تقریر کو اپنے مختصر نوٹ کے ساتھ "آثارِ اقبال" میں شائع کیا ہے۔ وہ نوٹ اور تقریر درج ذیل ہے۔

مرتب کا نوٹ۔

"میلاد مبارک کی محفلوں کو ایک جماعت نے اپنے نادانشمندانہ غلو سے کام لے کر محض ایک مجموعہ رسوم بنا دیا ہے۔ دوسری طرف اس کے مقابلہ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جو سرے سے ان محفلوں ہی کو مٹا دینا چاہتی ہے۔ حضرت اقبال نے ایک موقع پر اس باب میں جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں وہ اتنی بڑی حد تک معقول و معتدل ہیں کہ ان کی تقریر کی رپورٹ کو "زمیندار" کے صفحات سے لے کر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ [۸]

---

۶ ایضاً صفحہ ۸۱
۷ ایضاً صفحہ ۸۰
۸ آثارِ اقبال [illegible] حیدرآباد دکن ۱۹۴۶ء۔ بار دوم صفحہ ۳

حضرت علامہ کا بیان

"زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ انسانوں کی طبائع، اُن کے افکار اور اُن کے نقطہ ہائے نگاہ بھی زمانے کے ساتھ ہی بدلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا تیوہاروں کے منانے کے طریقے اور مراسم بھی ہمیشہ متغیر ہوتے رہتے ہیں اور اُن سے استفادہ کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اپنے مقدس دنوں کے مراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں اُن کو مدنظر رکھیں۔

منجملہ اُن مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں ایک "میلاد النبی" کا مبارک دن بھی ہے، میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اُن کے عقیدے کے رو سے زندگی کا جو نمونہ بہترین ہو، وہ ہر وقت اُن کے سامنے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لئے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوۂ رسول کو مدنظر رکھیں تاکہ جذبۂ تقلید اور جذبۂ عمل قائم رہے۔ ان جذبات کو قائم رکھنے کے تین طریقے ہیں پہلا طریق تو درود و صلوٰۃ ہے جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک بن چکا ہے۔ وہ ہر وقت درود پڑھنے کے موقع نکالتے رہتے ہیں۔ عرب کے متعلق میں نے سنا ہے کہ اگر کہیں بازار میں دو آدمی لڑ پڑتے ہیں اور تیسرا بہ آواز بلند اللّٰھم صل علی سیدنا و بارک وسلم پڑھ دیتا ہے تو لڑائی فوراً رک جاتی ہے اور متخاصمین ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے فوراً باز آ جاتے ہیں، یہ درود کا اثر ہے اور لازم ہے کہ جس پر درود پڑھا جاتے اس کی یاد قلوب کے اندر اثر پیدا کرے۔

پہلا طریق انفرادی دوسرا اجتماعی یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص جو حضور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو، آپ کے سوانح زندگی بیان کرے تاکہ اُن کی

تقلید کا ذوق و شوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو۔ اس طریق پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہم سب آج یہاں جمع ہوتے ہیں۔

تیسرا طریق اگرچہ مشکل ہے لیکن بہرحال اس کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ یادِ رسول اس کثرت سے اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے جو کیفیت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مقدس سے ہویدا تھی۔ وہ آج تمہارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ؎

آدمی دید است باقی پوست است
دید آنست آنکہ دید دوست است

یہ جوہر انسانی کا انتہائے کمال ہے کہ اُسے دوست کے سوا اور کسی چیز کی دید سے مطلب نہ ہے، یہ طریقہ بہت مشکل ہے کتابوں کے پڑھنے یا میری تقریر سُننے سے نہیں آئے گا۔ اس کے لئے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ میسّر نہ ہو تو پھر ہمارے لئے یہی طریقہ غنیمت ہے جس پر آج عمل پیرا ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس طریق پر عمل کرنے کے لئے کیا کیا جائے؟ پچاس سال سے شور برپا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہیئے لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے تعلیم سے زیادہ اس قوم کی تربیت ضروری ہے اور ملّی اعتبار سے یہ تربیت علمائے کے ہاتھ میں ہے۔ اسلام ایک خالص تعلیمی تحریک ہے صدر اسلام میں اسکول نہ تھے، کالج نہ تھے، یونیورسٹیاں نہ تھیں لیکن تعلیم و تربیت اس کی ہر چیز میں تھی۔ خطبہ جمعہ، خطبہ عید، حج، وعظ غرض تعلیم و تربیت عوام کے بے شمار مواقع اسلام

نے بہم پہنچاتے ہیں لیکن افسوس کہ علماء کی تعلیم کا کوئی صحیح نظام قائم نہ رہا اور اگر کوئی رہا بھی تو اس کا طریق عمل ایسا رہا کہ دین کی حقیقی روح نکل گئی، جھگڑے پیدا ہوگئے اور علماء کے درمیان جنہیں پیغمبر علیہ السلام کی جانشینی کا فرض ادا کرنا تھا سر پھٹول ہونے لگی۔[1] . . . .

دنیا میں نبوت کا سب سے بڑا کام تکمیلِ اخلاق ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق"، یعنی میں نہایت اعلیٰ اخلاق کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے علماء کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کریں تاکہ ہماری زندگی حضور کے اسوۂ حسنہ کی تقلید سے خوش گوار ہو جائے اور اتباعِ سنت زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک جاری و ساری ہو جاتے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خربوزہ لایا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ نے اس کو کس طرح کھایا ہے، مبادا میں ترکِ سنت کا مرتکب ہو جاؤں ؂

کامل بسطام در تقلید فرد
اجتناب از خوردنِ خربوزہ کرد

افسوس کہ ہم میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بھی موجود نہیں ہیں جن سے ہماری زندگی خوشگوار ہو اور ہم اخلاق کی فضا میں زندگی بسر کر کے ایک دوسرے کے لئے باعثِ رحمت ہو جائیں۔ اگلے زمانے کے مسلمانوں میں اتباعِ سنت سے ایک اخلاقی ذوق اور ملکہ پیدا ہو جاتا تھا اور وہ ہر چیز کے متعلق خود ہی اندازہ کر لیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ اس چیز کے متعلق کیا ہو گا۔

---

[1] حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کی جس بے عملی کا ذکر کیا ہے وہ اب پہلے سے بھی زیادہ تشویشناک ہے

حضرت مولانا روم بازار میں جا رہے تھے، آپ کو بچوں سے محبت تھی، بچے کھیل رہے تھے، ان سب نے مولانا کو سلام کیا اور مولانا ایک ایک کا سلام الگ الگ قبول کرنے کے لئے دیر تک کھڑے رہے؛ ایک بچہ کہیں دور کھیل رہا تھا اُس نے وہیں سے پکار کر کہا کہ حضرت ابھی جایئے گا نہیں، میرا سلام لیتے جایئے تو مولانا نے بچے کی خاطر دیر تک توقف فرمایا اور اس کا سلام لے کر گئے۔ کسی نے پوچھا حضرت آپ نے بچہ کے لئے اس قدر توقف کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کا واقعہ پیش آتا تو حضور بھی یوں ہی کرتے۔

گویا ان بزرگوں میں تقلیدِ رسول اور اتباعِ سنت سے ایک خاص اخلاقی ذوق پیدا ہو گیا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں، علماء کو چاہیئے کہ اُن کو ہمارے سامنے پیش کریں۔ قرآن و حدیث کے غوامض بتانا بھی ضروری ہے لیکن عوام کے دماغ ابھی ان مطالبِ عالیہ کے متحمل نہیں، انہیں فی حال صرف اخلاقِ نبوی کی تعلیم دینی چاہیئے"[1]

حضرت علامہ کے اس بیان یا تقریر کے شروع میں مرتب نے تحریر کیا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ عید میلاد النبی کو اجتماعی اور قومی سطح پر منانے کے لئے بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں ایک زبردست تحریک اٹھی تھی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے میں "تہذیب نسواں"، لاہور کا بہت اہم حصہ تھا۔ اس تحریک کی بدولت چند ہی سالوں میں برصغیر کے گوشے گوشے میں یہ مبارک تقریب قومی سطح پر منائی جانے لگی اور اس کو دیکھ کر ایک ایسا طبقہ جو بظاہر مسلمان کہلاتا ہے اس تحریک کے خلاف کھل کر میدان میں آگیا۔ اس نام نہاد طبقہ کے رد میں ایک ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جو اس مبارک تقریب کو مٹانے کے درپے ہے

---

[1] ایضاً صفحہ ۳۰۵ - ۳۰۹

دردمند خاتون سیدہ جمیلہ قطب نے ایک مضمون بعنوان "انعقادِ بزمِ میلاد" تحریر کیا جو ۲۵ مارچ ۱۹۱۱ء کے تہذیب میں چھپا۔ یہ مضمون اتنا ہی ایمان افروز ضروری ہے۔ جتنا کہ آج سے پچھتر سال پہلے تھا۔ یہ مضمون سبیل الرشاد مرتب سید ممتاز علی کے چار صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"افسوس ہمارے ہندوستان میں بعض وہمیوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوا جو پہلے تو میلاد شریف کو جائز سمجھتا تھا وہ فقط قیام کا منکر تھا لیکن اب سرے سے میلاد شریف کو بدعت سمجھتا ہے۔ خبر نہیں یہ لوگ میلاد شریف میں کونسی بات قرآن وحدیث کے خلاف دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے پیدا ہونے کی خوشی کو بُرا سمجھتے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا ہمارے لئے نعمت عظمیٰ ہے تو مطابق حکمِ قرآن مجید "واما بنعمتہ ربک فحدث" (کہ اپنے پروردگار کی نعمت کا لوگوں کو ذکر سنا) کیوں نہ آپ کا ذکر کیا جائے اور جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے مومنین پر احسان کیا کہ اُن میں رسول پیدا کیا اور رسول بھی ایسا جو رحمت اللعالمین ہے تو آیت "بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحو" (اللہ تعالیٰ کے اس فضل و رحمت پر مومنین کو خوب خوشی منانی چاہیئے) کے مطابق کیوں نہ سامانِ سرور یعنی محفل سجائی جائے احباب کو جمع کرنے، شیرینی وغیرہ بانٹنے کے ساتھ رحمتِ الٰہی کا بیان کیوں نہ کیا جائے آرائشِ محفل کیوں نہ کی جائے جب وہ اس آیت سے ثابت ہے "من حرم زینتہ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق" یعنی کس نے حرام کر دیا پاکیزہ رزق کو اور اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی۔

چھوہارے کیوں نہ بانٹے جائیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اتقوا النار ولو بشق تمرہ" یعنی آدھا چھوہارا دیکر دوزخ

کی آگ سے بچو۔

مکان کو معطر کیوں نہ کیا جائے جبکہ سب جانتے ہیں کہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت محبوب تھی، لوبان کیوں نہ جلایا جائے جبکہ مسلم نے روایت بیان کی ہے:۔ ابن عمر جس وقت خوشبو کی دھونی لیتے تھے تو خالص لوبان کی دھونی لیتے تھے اور لوبان کے ساتھ کافور بھی ملا دیتے تھے اور فرماتے کہ رسولِ خدا اس قسم کی خوشبو جلا کر دھونی لیا کرتے تھے،" ص۱

معترضین نے نہ صرف "میلاد شریف" کی مخالفت کی ہے بلکہ اس احترام، عقیدت اور تقدس کو بھی عوام کے قلوب سے مٹانے کی کوشش ہے جو انہیں حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک سے ہے کیونکہ اُن کے نزدیک محافل میلاد شریف کو بند کرانے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ عوام کے دلوں سے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ کو ختم کر دیا جائے اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ اس مثال کا تعلق ایک ایسی ہستی سے ہے جو علمائے دیوبند میں "استاذ الکل" کے لقب سے مشہور و معروف ہے۔ اس سے مراد مولانا سلیمان ندوی صاحب جانشین علامہ شبلی نعمانی ہیں

استاذ الکل نے اپنے مرشد مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی تصانیف و تالیفات کے بارے میں "معارف" اعظم گڑھ میں ایک مضمون بعنوان "حکیم الامت کے آثارِ علمیہ" کے نام سے لکھا لیکن اس میں تھانوی صاحب کی تصنیف "حفظ الایمان" کا قصداً ذکر نہ کیا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اس کتاب کی ایک ایمان سوز عبارت نے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب پر گہرے زخم لگائے ہیں۔

اس پر معارف کے ایک قاری جناب محمد اویس صاحب گوڑگانوی نے

۱؎ سبیل الرشاد مرتبہ سید ممتاز علی دیوبندی صفحہ ۴۲-۴۳

جناب سلیمان ندوی صاحب کو جو مراسلہ بھیجا اور ندوی صاحب کی طرف سے اس کا جو جواب دیا گیا اُسے ملاحظہ کریں۔

سوال محمد ادریس صاحب

"مولانا صاحب۔ السلام علیکم

حکیم الامت کے آثارِ علمیہ "معارف فروری ۱۹۴۴ء" سے جناب کی ارادت ظاہر ہے لیکن مورخ کو تصویر کے دونوں رخ مدِنظر ہوتے ہیں، تمام مضمون بار بار دیکھا کتاب "حفظ الایمان"، جو مولانا کی عقائد میں خاص تصنیف ہے کہیں نظر نہ آئی جس کے ایک توہین آمیز فقرے نے اہلِ اسلام میں شور برپا کر دیا۔ براہِ کرم اس فقرے پر خیال آرائی فرما کر اہلِ ایمان کے شکوک رفع فرمائیں۔ کتاب "حفظ الایمان" کا وہ فقرہ حسب ذیل ہے۔

"اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علم غیب تھا تو یہ ناممکن اور اگر جزوی تھا تو ایسا زید، بکر، مجنوں، دیوانہ بلکہ جمیع حیوانات کو ہے"۔

جواباً ارشاد ہوتا ہے۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ عنایت نامہ ملا، اس بروقت تنبیہہ کا شکریہ جو امید ہے خلوص کے ساتھ کی گئی ہے اور میرا جواب بھی اسی اخلاص پر مبنی ہے۔ حضرت مولانا حکیم الامت کی کتاب "حفظ الایمان" کے جس فقرہ کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے وہ معناً اپنے مقام پر صحیح ہے اور کسی ترمیم یا تصحیح کی اس میں ضرورت نہیں، لیکن چوں کہ بعض حضرات کے اعتراضات سے حضرت مصنف کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ فقرہ ان بعض حضرات کے لئے معاذ اللہ توہینِ نبوت کا موہم ہوا ہے تو حضرت ممدوح نے اس کی جگہ اسی معنی کی دوسری عبارت حفظ الایمان کے دوسرے ایڈیشن میں بدل دی اور بطورِ ضمیمہ بھی شائع کر دی جو شاید آپ کی نظر سے نہیں گزری چنانچہ وہ عبارت یہ ہے:۔ اگر بعض علوم

غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔ مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاتے"، [11]

دیکھا آپ نے ندوی صاحب اپنے مرشد کی پہلی ایمان سوز عبارت کو صرف معناً ہی صحیح سمجھتے ہیں بلکہ اس میں ترمیم و اصلاح کے بھی قائل نہیں اور عبارت میں جو بادل نخواستہ تبدیلی کی گئی ہے وہ خلوصِ دل سے نہیں کی گئی بلکہ صرف "چند سرپھرے" مولویوں کے خوف سے۔

ندوی صاحب کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ دوسرے ایڈیشن یا اس کے بعد کے ایڈیشنوں میں عبارت تبدیل کر دی گئی ہے۔ بازار میں جو عام طور پر حفظ الایمان ملتی ہے اس کے متن میں وہ ایمان سوز عبارت بعینہٖ موجود ہے۔ جناب محمد اویس صاحب نے تو عبارت کو پیش کرتے وقت مختصر کر دیا ہے۔ عام قارئین کی آگاہی کے لئے پوری عبادت درج ذیل ہے۔

"آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" ص [12]

خدا کی قدرت تو دیکھئے کہ ایک طرف نام نہاد علماء و فقہاء اشرف ترین اور بزرگ ترین ہستی کے میلادِ مبارک کو بدعت اور ناجائز کہتے نہیں تھکتے دوسری طرف ایک دیوانۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پس ماندگان کو وصیت

---

[11] معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۴۴ء جلد نمبر ۵۴ نمبر ۲ صفحہ ۱۳۹-۱۴۰

[12] حفظ الایمان تصنیف اشرف علی تھانوی مطبوعہ دیوبند صفحہ ۸

کرتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے وہ چند اشعار جو میں نے ایک کاغذ پر لکھ رکھے ہیں میری لحد میں رکھ دیئے جائیں تاکہ میری بخشش کا سامان یہ اشعار بن جائیں۔

جناب سید نذیر نیازی صاحب مرحوم اپنی بے مثل تخلیق "دانائے راز" میں تحریر کرتے ہیں۔

"گرامی کی وصیت تھی کہ ان کی ایک رباعی اور نعت کے چند اشعار جو ایک پرزۂ کاغذ پر لکھ رکھے ہیں لحد میں رکھ دیئے جائیں۔ مگر یہ تحریر نہ مل سکی۔ ایک روز بیگم کے خواب میں آئے، کہنے لگے بخشش کا فکر نہ کرو، رباعی اور نعت لوحِ مزار پر کندہ کرا دو تعمیل ارشاد کر دی گئی۔

رباعی یہ ہے ؎

خاور دمد از شبم بایں تیرہ شبی
کوثر چکد از لبم بہ ایں تشنہ لبی
اے دوست ادب کہ در حریمِ دلِ ماست
شاہنشاہِ کونین رسولِ عربی

نعت کا آخری شعر ہے۔

گرامی در قیامت آں نگاہِ معرفت خواہد
کہ در آغوش گیرد جرم ہائے بے حسابش را" [۱۳]

(۳) حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست محمد جمیل صاحب نے جب انہیں یہ اطلاع دی کہ جنوبی ہندوستان میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑی عقیدت و احترام سے منائی جا رہی ہے تو بہت خوش ہوتے اور انہیں جواباً تحریر فرمایا۔

"مجھے اس اطلاع سے بے حد مسرت ہوئی کہ جنوبی ہندوستان میں

۱۳؎ دانائے راز تصنیف سید نذیر نیازی لاہور ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۳-۲۴

"یوم النبی" کی تقریب کے لئے ایک ولولہ پیدا ہو گیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی ہماری سب سے بڑی اور کارگر قوت ہو سکتی ہے، مستقبل قریب میں جو حالات پیدا ہونے والے ہیں اُن کے پیشِ نظر مسلمانانِ ہند کی تنظیم اشد لازمی ہے۔

عبد المجید صاحب قریشی بانی تحریکِ سیرت آج تشریف لائے ہوتے تھے، میں نے انہیں بتایا ہے کہ کس طرح اس تحریک کو ہندوستان میں خدمتِ اسلام کے لئے مؤثر و مفید بنایا جا سکتا ہے۔" [۱۴]

جناب قریشی صاحب کی قائم کردہ "سیرت کمیٹی" کی کامیابی اور تبلیغی کوششوں سے متاثر ہو کر حضرت علامہ نے چند درمند مسلمان دوستوں کے ہمراہ درج ذیل بیان جاری کیا جس میں سیرت کمیٹی کی خدمات کو سراہا ہے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی اشاعت و اطاعت دونوں جہاں کی سعادت اور سرخروئی کا سرچشمہ ہے۔ اگر مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان اخلاق و اعمال کو اپنے سامنے رکھ کر ان کے مطابق زندگی بسر کرتے تو اقوامِ عالم میں وہ سب سے اونچی جگہ کے مستحق ہوتے اور اب بھی اُن کے منظم اور متحد ہونے، بھائی بھائی بننے، دولتِ ایمان حاصل کرنے اور اسلام کی عظمت اور سچائی تک پہنچنے کا سب سے سچا اور سیدھا راستہ ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی عملی اور اخلاقی زندگی میں رسول اللہ کے نیک نمونہ کی پیروی کریں۔

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ سیرت کمیٹی پٹی (ضلع لاہور) کی

۱۴؎ اقبال نامہ حصہ دوم لاہور ۱۹۵۱ء صفحہ ۹۲-۹۳

نیک کوششوں سے مسلمانانِ عالم سیرتِ پاک کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں
اور تمام دنیائے اسلام کے اکابر، علماء اور سلاطین تک نے اس تحریک
کا خیر مقدم کیا ہے، مزید برآں سیرت کمیٹی کے نصف درجن سے زیادہ
مبلغ اور داعی ہندوستان اور غیر ممالک میں مصروفِ عمل ہیں اور سب سے
زیادہ قابلِ قدر اور لائقِ تعریف بات یہ ہے کہ سیرت کمیٹی اس مبارک
تحریک کو شروع ہی سے تجارتی بنیادوں پر چلا رہی ہے اور گزشتہ
چار سال کے عرصے سے اسے پبلک چندہ سے پاک رکھا گیا ہے اور
تحریک اور اس کے مبلغوں کے اخراجات اخبار "ایمان" اور کتب
سیرت کے منافع سے پورے کئے جاتے ہیں۔

سیکرٹری کی رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ سیرت کمیٹی اپنے مبلغوں
کی جماعت کو سرحد، سندھ، گجرات، سی پی اور بمبئی کے علاقوں میں
بھیج رہی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کو حضرت رحمۃ للعالمین کے نقشِ قدم کی
پیروی کی دعوت دیں۔ ہم ان صوبوں کے معززین، امراء، علماء اور
اسلامی مجلس کے اراکین سے بزور استدعا کرتے ہیں کہ وہ سیرتِ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے مبلغوں اور سفیروں کی ان کے نیک اور عظیم الشان
کام میں تہِ دل سے امداد فرمائیں۔ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس
کائنات میں سب سے زیادہ بابرکت، مقبول و مفید اور قابلِ عزت کام
جو خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور خلقِ خدا کی بہبود کا جامع ہو یہ اور صرف یہ
ہے کہ فرزندانِ اسلام متحد اور متفق ہو کر پوری مستعدی اور اخلاص سے
حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ پاک کی منادی کریں اور
اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت
کرنا دین و دنیا، مغفرت و نجات، مذہب و سیاست اور رضائے حق
اور قبولِ الٰہی کے جملہ سرچشموں کی جان ہے۔" [15]

۱۵: اقبال ریویو جولائی ۱۹۷۸ء مضمون محمد حنیف شاہد صفحہ ۸۲-۸۳

مجلسِ میلاد شریف میں "قیام" ایک اہم مسئلہ ہے اس کے متعلق سید ممتاز علی
صاحب دیوبندی اور سر سید احمد خاں صاحب مرحوم کے قول و فعل کا مطالعہ بھی دلچسپی
سے خالی نہیں۔

سید ممتاز علی صاحب کا ارشاد ہے۔

"رہا قیام۔ مجھے ایسی محفلِ میلاد میں شریک ہونے کا اتفاق نہیں
ہوا جس میں قیام ہوا ہو، بہت سے لوگ اس قسم کی محفلوں میں قیام بھی
نہیں کرتے، مگر جو کرتے ہیں وہ برا نہیں بلکہ اچھا کرتے ہیں ۔۔۔ جب
کسی کے مرنے پر ماتمی جلسہ کیا جاتا ہے تو تقریروں کے بعد جب موت
کے افسوس کا ریزولیوشن پاس ہونے لگتا ہے تو اس وقت سب حاضرین
مجلس کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ سب اس عزیز مرحوم کی تعظیم کا نشان ہے
اور سمجھا جاتا ہے کہ وہ روح اس وقت وہاں موجود ہے اور بہت
اغلب ہے کہ وہ موجود ہوتی ہو۔ پس بڑی حیرت اور شرم کی بات ہے
کہ ہم دنیا کے معمولی آدمیوں کی روح کی کھڑے ہو کر تعظیم بجا لائیں اور
سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کی تعظیم نہ کریں۔۔۔۔
جب ہم پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کے آنے کا ذکر کرتے
ہیں تو میں اس کے صرف یہ معنی سمجھتا ہوں کہ ہم اس وقت اس روح
مطہر کے احاطۂ رویت و سماعت میں آجاتے ہیں۔ پس ہم اگر آپ
کی نگاہ و سماعت میں آگئے تو یہی آپ کی تشریف آوری ہے اور یہی
آپ کی خدمت میں ہماری حاضری" [16]

سر سید احمد خاں کی مجلسِ میلاد شریف میں حاضری کے ایک عینی شاہد
کا بیان ہے۔

"

۱۶: سبیل الرشاد تصنیف سید ممتاز علی دیوبندی صفحہ ۱۴۷ تا ۱۴۹

"میری اپنی ذاتی ایمانی شہادت یہ ہے کہ میں نے سرسید کو مسجد میں مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ کالج کے طالبعلم سالانہ محفل میلاد منعقد کرتے تھے اس میں سرسید آکر بیٹھتے تھے اور آخیر تک بیٹھے رہتے تھے، سلام کے موقع پر سب کے ساتھ کھڑے ہو جاتے تھے اور سب کے ساتھ بلند آواز سے سلام پڑھتے تھے۔" ؎۱۷

مندرجہ بالا عبارتوں پر ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہتے یہ اپنی وضاحت آپ ہیں۔

اب آخر میں حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جناب فقیر سید وحید الدین کی ایک مختصر تحریر اور حضرت علامہ کے چند نعتیہ اشعار پیش کر کے اس موضوع کو سمیٹا جاتا ہے۔ اگر زندگی نے وفا کی تو اس موضوع پر انشاء اللہ تفصیلی بحث کی جائے گی جس کا یہ بجا طور پر مستحق ہے۔

فقیر سید وحید الدین فرماتے ہیں۔

"ڈاکٹر محمد اقبال کی سیرت اور زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز محبوب اور قابلِ قدر وصف جذبۂ عشقِ رسول ہے، ذاتِ رسالت مآب کے ساتھ انہیں جو والہانہ عقیدت تھی اس کا اظہار اُن کی چشمِ نمناک اور دیدۂ تر سے ہوتا تھا کہ جہاں کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اُن کے سامنے لیا اُن پر جذبات کی شدت اور رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتے ہی اور اُن کا ذکر چھیڑتے ہی اقبال بے قابو ہو جاتے۔

عشقِ رسول ڈاکٹر اقبال کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا اور اُن کے ذہن و فکر پر چھا گیا تھا وہ کتنے بڑے فلسفی تھے اور فلسفہ کا

؎۱۷: "البصیر" چنیوٹ شبلی نمبر جون تا دسمبر ۱۹۵۶ء مضمون ڈاکٹر شیخ عبداللہ صفحہ ۱۶۶

سارا معاملہ عقل کے بل بوتے پر چلتا ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو وہ عقل کی کسوٹی پر جانچنے کی جرأت نہ کرتے تھے، اس معاملہ میں وہ ایمان بالغیب کے قائل تھے۔ پس جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا وہ دین و ایمان اور سر آنکھوں پر! اس بارگاہ میں چون و چرا کی گنجائش نہیں، سمعنا و اطعنا اطاعت، فرمانبرداری اور غلامی ہی ایمان کی دلیل بلکہ بنیاد ہے۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

اقبال کی شاعری کا خلاصہ، جوہر اور لبِ لباب عشقِ رسول اور اطاعتِ رسول ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی صحبتوں میں عشقِ رسول کے جو مناظر دیکھے ہیں اُن کا لفظوں میں اظہار بہت مشکل ہے، وہ کیفیتیں بس محسوس کرنے کی تھیں" ؎۱۸

نعتیہ اشعار:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

؎۱۸: روزگار فقیر تالیف فقیر سید وحید الدین لاہور ۱۹۶۳ء بار دوم صفحہ ۹۴ - ۹۵

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو۔ عشق حضور و اضطراب

(بالِ جبریل)

پیشِ او گیتی جبیں فرسودہ است
خویش را خود عبدہٗ فرمودہ است

جوہرِ او نے عرب نے اعجم است
آدم است و ہم ز آدم اقدم است

عبدہٗ صورت گرِ تقدیر ہا
اندرو ویرانہ ہا تعمیر ہا

عبدہٗ ہم جانفزا ہم جانستاں
عبدہٗ ہم شیشہ ہم سنگِ گراں

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ما سراپا انتظار او منتظر

عبدہٗ دہر است و دہر از عبدہٗ ست
ما ہمہ رنگیم او بے رنگ و بوست

عبدہٗ با ابتدا بے انتہاست
عبدہٗ را صبح و شامِ ما کجاست

کس ز سرِ عبدہٗ آگاہ نیست
عبدہٗ جز سرِ الا اللہ نیست

لا الٰہ تیغ و دمِ او عبدہٗ
فاش تر خواہی بگو ہو عبدہٗ

عبدہٗ چند و چگونِ کائنات
عبدہٗ رازِ درونِ کائنات

مدعا پیدا نہ گردد زیں دو بیت
تا نہ بینی از مقامِ ما رمیت

(جاوید نامہ)

بیا اے ہم نفس باہم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم

دو حرفے بر مرادِ دل بگوئیم
بپائے خواجہ٭ چشماں را بمالیم

مسلماں آں فقیرِ کج کلاہے
رمید از سینۂ او سوزِ آہے

دلش نالد چرا نالد جو نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

بپایاں چوں رسد ایں عالمِ پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر

مکن رسوا حضورِ خواجہ٭ ما را
حسابِ من ز چشمِ او نہاں گیر

(ارمغانِ حجاز)

٭ صلی اللہ علیہ وسلم

سید نور محمد قادری چک نمبر ۱۵ شمالی ضلع گجرات ۲۲ رمضان المبارک سنہ۱۴۰۶ھ
۳ جون ۱۹۸۶ء

دعوت

وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

اور اللہ کو اچھا قرض دو

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ

اور اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اُسے

عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّأَعْظَمَ أَجْرًا

اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی صورت میں پاؤ گے

(المزمل ۲۰)

پیش نظر

مولانا غلام مہر علی، ایک تبصرہ، ایک تذکرہ

میانہ قد، گٹھا ہوا دوہرا جسم، گندمی رنگت، تیکھے نقوش، سادہ لباس، سفید اور متوازن داڑھی، رفتار میں لٹک، گفتار میں کھنک، تحریر میں شوخی، تقریر میں گھن گرج۔ یہ ہیں حضرت مولانا غلام مہر علی۔ اس مبرہن، مدلل، نا قابل تردید صحیفہ اور نہایت ہی محقق کتاب "دیوبندی مذہب" کے مصنف علام۔ اہل سنت کے شہرہ آفاق خطیب۔ عربی کے رواں قلم ادیب اور اردو میں عقائد حقہ کے بیباک نقیب نامور مدرس اور معروف جہاں مناظر۔ آپ مورخہ ۱۵/ شوال ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۰/جون ۱۹۲۴ء بروز اتوار ضلع بہاولنگر کے معروف گاؤں محمود پور لالیکا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد مولانا جان محمد رحمتہ اللہ علیہ انتہائی سادہ لیکن علوم عقلیہ اور نقلیہ کے تبحر اور متبحر علم عالم دین تھے۔ انہوں نے خاصی لمبی عمر پائی اور حال ہی میں ان کا وصال ہوا ہے۔ مولانا غلام مہر علی ہندوستان کے اس جری خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، جس کی جنگجوئی، معرکہ آرائی اور شمشیر زنی کے قصے دریائے ستلج کے کنارے پھیلے ہوئے پنجاب میں زبان زد عوام و خاص ہیں وہ ہیں اکبر اعظم کے مشہور باغی "دُلا بھٹی" اسی نسبت سے مولانا بھی انتہائی دلیر اور بے باک واقع ہوئے ہیں، مناظروں کی ہنگامہ خیزیاں کسے معلوم نہیں ہیں۔ مخالف فریق کا ہتھکنڈہ، دباؤ، خوف و ہراس اور افواہ سازی بھی ہوتا ہے لیکن مولانا کسی خوف اور دباؤ کے تصور ہی سے واقف نہیں ہیں۔ ان کی کھلوی میں خوف تو ہے ہی نہیں ہاں بجلیاں بھری ہوئی ہیں۔ دلائل، شواہد اور معقول و منقول کے ذریعے بھی اگر مخالف فریق لاَ نُسَلِّمُ ہی کی گردان کر لے تو یہ اللہ کا شیر اپنی خداداد قوت بازو کو بھی حرکت میں لا سکتا ہے۔ میں مولانا کو عرصہ پچیس سال سے جانتا ہوں۔ اپنی طالبعلمی کے دوران اگر مجھے کسی مقرر نے اس شعبے میں متاثر کیا ہے تو وہ چند حضرات ہیں، ان میں مولانا غلام مہر علی بھی شامل ہیں۔

تعلیم و تربیت

جیسا کہ عرض کیا، مولانا کے والد انتہائی مضبوط اور مستند فاضل تھے۔ انہوں نے اپنے اس لخت جگر کو قرآن پاک حفظ و ناظرہ کے بعد ابتدائی فارسی، صرف و نحو اور قدوری قافیہ کے علاوہ ابتدائی رسائل منطق بھی پڑھائے۔ خاندانی ورثہ عشق رسول پاک ﷺ رنگ لایا کہ اپنی عمر کے عین پندرھویں سال والد ماجد مولانا جان محمد مرحوم کے ہمراہ مدینہ

طیبہ اور حج بیت اللہ سے سرفراز ہوئے اسی سفر مبارک کے دوران شرح مائتہ عامل اور منیۃ المصلی بھی والد محترم سے پڑھیں۔ ان دنوں مشہور قصبہ منچن آباد، جو کانگریسی فکر متحدہ قومیت کے حامل اور مولانا حسین احمد مدنی کے ہم خیال دیوبندی علماء کی تگ و تاز کا حدف تھا۔ بہاولپور میں اگرچہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کا عاشق رسول شارح اسرار محبت حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمتہ اللہ علیہ سے تاریخی شکست کھا چکے تھے اور پیکر سوز محبت حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ انبیٹھوی صاحب کی شکست کا اعلان فرما چکے تھے لیکن پھر بھی ان کے اعتقادی سائے ریاست بہاولپور کے دور دراز علاقوں میں پھیل چکے تھے۔ اسی وجہ سے منچن آباد بھی ان لوگوں کا مرکز بن چکا تھا۔ لیکن حضرت سند العارفین، تاج المحققین مولانا علامہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند اور مستند عالم دین مولانا غلام مصطفےٰ رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ دیوبندیوں کے مدرسہ سے مستعفی ہو چکے تھے۔ مولانا نے ان سے کچھ کتابیں پڑھیں اور اس کے بعد ۱۳۶۱ھ میں منچن آباد سے بہاولنگر کے مدرسہ مفتاح العلوم میں داخل ہوئے۔ ایک سال تک اس مدرسہ کے شیخ الحدیث استاذ الکل، امام المناطقہ والفلاسفہ شارح اسرار وحدت الوجود حضرت مولانا فتح محمد چشتی نظامی سے پڑھنا شروع کیا۔ اس طرح مولانا غلام مہر علی ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں، جنہیں استاذ العلماء مولانا فتح محمد کی نسبت شاگردی حاصل ہے۔ مولانا فتح محمد کا شمار ان اجلہ فضلا میں ہوتا ہے جن کو بلا کھٹک قرنِ اول کی نشانی اور علوم رازی کا صحیح وارث کہا جاسکتا ہے۔ ان کے تلامذہ میں مولانا غلام مہر علی کے علاوہ اہل سنت کے سب سے بڑے فقیہ حضرت مولانا محمد نور اللہ بصیر پوری بھی ہیں۔

حیف صد حیف کہ اتنے بڑے جید استاذ، معقول و منقول کے مقتدر امام، تصوف و طریقت میں قشیری اور ابن عربی کے مظہر کامل پر تاحال کوئی سوانحی کتاب منظر عام پر نہیں آسکی یا کم از کم میری نظر سے نہیں گزری۔ ان کے زیر سایہ مولانا غلام مہر علی نے مولانا محمد اکمل سے کچھ فنی کتابیں پڑھیں۔ اور خود حضرت مولانا فتح محمد سے بھی خاصا استفادہ کیا۔ ایک سال کے بعد طلبِ علم کے لئے لاہور پہنچے۔ اچھرہ کا مشہور عالم دینی ادارہ مدرسہ فتحیہ ان دنوں جوبن پر تھا۔ اور استاذ کامل شیخ المعقول والمنقول مولانا مہر محمد صاحب علم کے موتی لٹا رہے تھے۔ مولانا غلام مہر علی بھی اسی دریا میں غواصی کرنے لگے خود ان کے قول کے مطابق **فاستکملت فیھا اکثر الفنون والکتب من شرح القاضی المبارک وحمد اللہ والتوضیح و التلویح و اقلیدس و الخیالی والامور العامة و جمیع کتب الادب العربی وتفسیر جلالین والمشکوة الشریفة علی امام المعقول الاستاذ الشھیر فی الافاق الحافظ، المولی مھر محمد رحمتہ اللہ تعالی(1)**۔ یعنی میں نے اکثر فنون اور کتابیں مثلاً شرح قاضی مبارک، حمد اللہ، توضیح تلویح

1۔ الیواقیت المہریہ، ص 179

اقلیدس، خیالی، امور عامہ اور تمام ادب عربی اور تفسیر جلالین اور مشکوٰۃ مولانا مہر محمد سے مکمل کیں۔ اسی طرح دورہ حدیث سید المفسرین سند المحدثین حضرت علامہ مولانا سید ابو البرکات قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ مولانا غلام مہر علی اس لحاظ سے انتہائی خوش نصیب ہیں کہ وہ استاذ الاساتذہ شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی اور اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت سیدنا امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے صرف ایک واسطے سے نسبت شاگردی رکھتے ہیں۔

تدریس وخطابت

مولانا دار العلوم حزب الاحناف سے فراغت کے بعد سب سے پہلے ضلع فیصل آباد کے مشہور قصبہ پیر محل میں خطیب ومدرس مقرر ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ابھی سید العارفین امام العشاق مصطفےٰ فنافی الرسول نائب اعلیٰ حضرت میرے مرشد کامل امام اہلسنت آقائے نعمت سیدی ومرشدی مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد تشریف نہیں لائے تھے۔ پورے علاقے میں اہانت رسول کی گھٹاٹوپ رات چھائی ہوئی تھی۔ کوئی بھی شخص نعرۂ رسالت بلند کرنے کی جرات نہ کرتا تھا۔ عوام تو سبھی صحیح العقیدہ تھے لیکن خارجی فکر ونظر مسند خطابت وتدریس پر مسلط تھا۔ حضرت مولانا ایسے تپتے ہوئے صحرا میں باران رحمت کا پہلا قطرہ ثابت ہوئے۔ جواد مطلق نے تدریس اور خطابت میں حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔ معقول ومنقول پر مکمل نگاہ، فقہ حدیث سے کامل آگاہی، تفسیر میں ژوف نگاہی، نحو واصول پر مکمل عبور کے علاوہ زبان میں بلا کی مٹھاس، سیرت اور سوانح کے گہرے مطالعہ کے سبب تقریر اس قدر پر تاثیر کہ پورے علاقے میں ڈنکے پٹ گئے۔ اہلسنت کے چمن میں بہار آگئی۔ جعلی تقدس اور پھوکے علمی رعب وداب کے غباروں سے ہوا نکل گئی۔ مولانا گرجنے سے زیادہ برسنے لگے۔ ابھی ایک ہی سال ہوا تھا کہ آپ کے والد ماجد پھر عازم حرمین ہوئے۔ اس لیے مجبوراً وطن مالوف کو مراجعت ہوئی۔ اسی اثناء میں بلدہ خیر چشتیاں شریف کے اہل سنت کو جب اس ابھرتے ہوئے نوجوان کی علمی اور تقریری صلاحیتوں کا علم ہوا تو انہوں نے قیام کے لیے مجبور کیا۔ وہ دن اور آج کا دن مولانا اور چشتیاں شریف لازم وملزوم ہو کر رہ گئے۔ قریباً پون صدی سے چشتیاں شریف سے نکل کر یہ آفتاب ان کونوں کھدروں میں بھی اپنی روشنی پھیلانے لگا۔ جہاں تعصب کے دبیز پردوں میں شب پلدا کا سماں پیدا کر رکھا تھا۔ آپ کی تقریر گھن گرج، زیر وبم، فصاحت وبلاغت، متانت وظرافت کا کامل مرقع ہوتی ہے۔ دلائل کی یلغار، پاٹ دار لہجہ، مترنم آواز، تلاوت قرآن کا انوکھا انداز، طنز اور مزاح کا دلکش سماں ہزاروں انسانوں کو مسحور کئے پوری پوری رات بیگانہ این وآں کئے رکھتا ہے۔ غرض کہ آپ کی خطابت نے معرکتہ الآراء مناظروں کو جنم دیا۔ آپ فاتح بن کر ابھرے۔ اور غنیم ہزاروں پاپڑ بیلنے اور لاکھوں داؤ کھیلنے کے باوجود حضور مہر عالم

سید العارفین پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے اس چہیتے مرید اور اعلیٰ حضرت امام بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے سچے فدائی کو زیر نہ کر سکا۔ اس مرد تنہا نے لشکر اعداء میں ایسی بھگدڑ مچائی کہ دیوبند سے لے کر نجد تک پوری کائنات خارجیت دہل کر رہ گئی۔

تصوف و طریقت

جیسا کہ نام سے واضح ہے۔ "وہ غلام" مہر علی ہیں۔ آپ کے والد ماجد کے ہاں اولاد ہوتی اور فوت ہو جاتی۔ آخر انہوں نے نذر مانی کہ اب جو فرزند ہو گا اس کا نام اپنے مرشد کامل سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب رکھوں گا اور عالم بھی بناؤں گا۔ چنانچہ مولانا جون ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا یہ نام رکھا گیا۔ اس طرح طریقت گویا ان کی گھٹی میں ڈالی گئی۔ جب مولانا نے ہوش سنبھالا تو اس وقت حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا۔ حضرت گولڑوی کے لخت جگر پیر سید غلام محی الدین گولڑوی کا دورۂ شباب تھا۔ وہ اپنے والد کی کیف و مستی، عشق و محبت، حب رسالت سوز و گداز کے صحیح وارث تھے۔ مولانا نے انہیں سے بیعت کی۔ حضرت باؤجی رحمتہ اللہ علیہ کی توجہات نے مولانا کو سوز روحی سے آشنا کیا۔ علم ظاہری تو وافر تھا ہی۔ آپ نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے اسرار و رموز تک رسائی حاصل کی۔ گذشتہ سطور میں عرض کیا گیا ہے کہ مولانا کو حضرت الاستاذ العلام مولانا فتح محمد بہاولنگری کا شرف تلمذ حاصل ہے۔ وہ بھی اپنے دور کے بہت بڑے وجودی تھے۔ نظریہ وحدت الوجود مولانا بہاولنگری کا خاص موضوع تھا۔ اسی بنا پر یہ ہونہار تلمیذ بھی فیض استاذ اور نگاہ مرشد سے اسی عقیدہ حقہ کا مبلغ اعظم بن گیا۔ مولانا اس مسئلہ میں اتنے پختہ بلکہ سرشار ہو چکے ہیں کہ وہ نظریہ وحدت الشہود کو نقد و نظر کے ترازو میں تولتے رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے بعد صرف تین بزرگ اس قابل ہیں جن کی بارگاہوں میں ان کے جذبات عقیدت مچل مچل کر سلام عرض کرتے ہیں۔ وہ شیخ المحققین برکت الرسول فی دیار الہند سیدنا شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی، سید العارفین مہر عالم سیدنا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور شیخ الاسلام والمسلمین مجدد ملت اسلامیہ شیخ العرب والعجم عبد المصطفےٰ حضرت الامام الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم۔ مولانا اپنی تقریروں میں حقیقت محمدیہ اور نظریہ توحید اکابر کی مستند تصانیف اور امام اہلسنت سرکار رضا بریلوی کی نثری اور شعری دلائل اور شیخ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہم کے ارشادات کی روشنی میں بڑے دھڑلے سے بیان کرتے ہیں۔ مثنوی مولانا روم سے اس موضوع پر بیسیوں اشعار پڑھتے ہیں۔ میں نے کئی مرتبہ مولانا کو اس نظریہ سے اختلاف کرنے والے اکابر علم و فضل پر جرح و تنقید کرتے سنا۔ جب سے فصوص الحکم اردو میں چھپی ہے، مولانا اس کی اشاعت کے مبلغ بن گئے ہیں۔

سیاست

تمام سنی علماء کی طرح مولانا بھی جمعیت علماء پاکستان کے سرگرم حامی بلکہ ان چند افراد میں سے ہیں جنہیں اس تنظیم کا اساسی رکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ جمعیت کی تمام سیاسی پالیسیوں کے مؤید ہیں ۱۹۷۰ء میں جمعیت کے ٹکٹ پر حلقہ چشتیاں سے قومی اسمبلی کا الیکشن بھی لڑا لیکن پیپلزپارٹی کے سیلاب کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کے پرجوش اور سرگرم فداکاروں میں سے ہیں۔ انہیں عصر حاضر میں اہلسنت کا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ ضلع بہاولنگر میں جمعیت کے مضبوط ستون ہیں۔ جمعیت کی سب پالیسیوں کی پرجوش حمایت کے باوجود ماضی قریب میں جمعیت کے متحدہ جمہوری محاذ (U.D.F) اور پاکستان قومی اتحاد (P-N-A) میں شمولیت اور قابل اعتراض لوگوں سے سیاسی اشتراک کو پسند نہ کرتے تھے۔ لیکن جمعیت کی پالیسی سے سر مو انحراف نہ کیا۔ وہ پاکستان میں مکمل نظام مصطفےٰ کے عملی نفاذ پر زور دیتے ہیں۔ ہر چند کہ سیاست ان کا طبعی اور فطری موضوع نہیں لیکن وہ اس بت خانے میں اذان اسلام دینا جہاد سمجھتے ہیں۔

قلم و قرطاس

مولانا تمام علماء حق کی طرح دین کا دفاع صرف زبان سے نہیں، قلم سے بھی کرتے ہیں۔ عقائد کے باب میں ان کی نظر انتہائی گہری ہے۔ مطالعہ بہت وسیع، استدلال اور استنباط کی قوت بڑی وافر ہے۔ بنابریں ان کے جذبات نوک خامہ سے سینہ قرطاس پر پھیلتے رہتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان کے قلم میں میر و مرزا کا تغزل، داغ اور غالب کا انداز تحریر، ابو الکلام کی شستگی اور رشید صدیقی کی کاٹ نہیں۔ الفاظ سادہ، عبارت من بھاتی، عوامی ذہن پر دستک دیتی ہے۔ دلائل کا لاؤ لشکر، شواہد کا انبار اور نقد و جرح کے قافلے ان کی قلمی عظمت کے نشانات ہیں۔ عربی میں بھی یہی سادگی رواں رہتی ہے۔ قائد تحریک آزادی حضرت امام فضل حق خیر آبادی کی نادرۂ روزگار تصنیف ''الثورۃ الہندیہ'' کی عربی شرح ''الیواقیۃ المہریہ'' کے نام سے تحریر فرمائی۔ اس کے حاشیے میں اہلسنت کے موجودہ علماء کا تعارف لکھا۔ یہی زیر نظر کتاب ''دیوبندی مذہب'' پروفیسر الیاس برنی کی شہرہ آفاق کتاب ''قادیانی مذہب'' کی طرز پر لکھی گئی۔ دیوبندی طبقہ خیال کے پورے لٹریچر کو چھان ڈالا۔ بین السطور کو جھانکا۔ حاشیوں کو ٹٹولا۔ شروح کو پرکھا۔ جتنی بھی اعتقادی، ایمانی، اخلاقی اور عملی کمزوریاں نظر پڑیں۔ جمع فرما کر عام آدمی کو بھی دیوبند کے پھاٹک میں داخل کر دیا۔ سینکڑوں حوالے ناقابل تردید دلائل اور اٹل شواہد اس طرح پیش فرمائے کہ گنگوہ، نانوتہ، تھانہ بھون اور دیوبند کے علمی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ زبان و بیان، قلم و قرطاس کے بڑے بڑے طرہ دار مدعیان آج تک اس پیکر سادہ کا جواب لانے سے قاصر

ہیں۔ مولانا وہ قابل فخر مصنف ہیں، جنھوں نے اعداء کے دلائل کو لتاڑا، دعوؤں کو پچھاڑا اور جھوٹے تقدس کی رداؤں کو پھاڑا ہے۔ حضرت مولانا محمد انوار الاسلام قادری رضوی میرے پیر بھائی حضور سیدی و مرشدی محدث اعظم پاکستان مولانا شاہ محمد سردار احمد چشتی قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید اور شاگرد ہیں۔ حضرت نے جو جذبہ دین اپنے وابستگان دامن میں بھرا اسی کا اظہار اس لازوال کتاب کی اشاعت ہے۔ مولانا غلام مہر علی پنجابی میں شعر بھی کہتے ہیں۔ اور بھی کتابیں آپ کی علمی اور قلمی یادگار ہیں۔ الغرض مولانا غلام مہر علی اقبال کے اس شعر کا مکمل مرقع ہیں۔ ؎

جباری و قہاری و قدوسی و جبروت — یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

مختصر حالات استاذ العلماء
حضرت علامہ مفتی تقدس علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

محمد حنیف اللہ والا (ایڈووکیٹ)

تاریخ عالم اس حقیقت کی شاہد ہے کہ دنیا کی اقوام یعنی یہود و نصاریٰ اور ہنود، روزِ اول سے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوششیں کر رہی ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ آج تک جاری ہیں ان اقوام نے دنیائے اسلام کو زک پہنچانے کے لئے جو حربے اختیار کئے ان میں سے سب سے خطرناک حربہ وہ ہے جسے ''دام ہمرنگ'' کہا جاسکتا ہے یعنی اپنے شکار کو دھوکہ دینے کے لئے ہو بہو اسی کا سا لبادہ اوڑھ لیا تا کہ شکار کو پتہ بھی نہ چلے کہ وہ پنجہ صیاد میں جکڑا جاچکا ہے۔ لارنس آف عربیا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ان لوگوں کے ذمہ یہ کام لگایا جاتا تھا کہ عالم اسلام میں پھیل جائیں اپنا اعتبار قائم کریں اور جذبہ حب رسول ﷺ کو مسلمانوں کے دلوں سے مٹانے کی کوشش کریں۔ ڈاکٹر اقبال نے اپنی مشہور نظم جس کا عنوان ہے ''ابلیس کا پیغام اپنے سیاسی فرزندوں کے نام'' میں غالباً اسی حربے کا ذکر کیا ہے کہ شیطان اپنے کارکنوں کو جمع کر کے کہتا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ مسلمان صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں یا دنیا میں ان کا وجود و عدم برابر ہو جائے تو تم صرف یہ کرو کہ روح محمد ان کے دل سے نکال دو۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عالم اسلام میں اسی روح مقدسہ کے خلاف بہت سی آوازیں اٹھیں خود برصغیر پاک و ہند میں اس جذبے کو مٹانے کی مسلسل اور منظم کوششیں کی گئیں اور وہ اس طرح کہ فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مقدسہ کو مرکز بحث بنایا گیا لیکن جذبہ عشق سے سرشار اہل نظر علماء نے اس کے پیچھے چھپی ہوئی نیتوں کو بھانپ لیا ان علماء میں شیخ الحدیث حضرت مفتی تقدس علی خان بھی ہیں۔ ''تقدس علی خان''، تاریخی نام (۱۳۲۵ھ) ہے والد کا نام الحاج سردار ولی خان، دادا کا نام مولانا ہادی علی خان، اور پردادا کا نام مولانا رضا علی خان (جد امجد اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) یعنی اعلیٰ حضرت قدس سرہ آپ کے والد محترم کے چچازاد بھائی تھے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کے نانا تھے آپ کی ولادت رجب ۱۳۲۵ھ، اگست ۱۹۰۷ء میں بمقام آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی شریف (ہندوستان) میں ہوئی مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابجد کے حساب سے تاریخی مادہ نکال کر آپ کا نام تقدس علی خان رکھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا خلیل الرحمٰن بہاری، مولانا ظہور الحسن فاروقی مجددی، صدر مدرس مدرسہ عالیہ رامپور، دارالعلوم منظر الاسلام بریلی شریف اور ان کے صاحبزادے مولانا نور حسین سے حاصل کی۔ متوسط کتب درس نظامی برادر زادہ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا حسنین رضا خان سے پڑھیں اور اعلیٰ تعلیم حضرت علامہ رحم الٰہی خان، مولانا عبدالمنان (ضلع مردان) مولانا عبدالعزیز خان اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی (مصنف بہار شریعت) سے حاصل کی۔ اور تکمیل حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کی۔ انہوں نے آپ کو درسیات کے علاوہ ردالمحتار کا مقدمہ بھی پڑھایا اور فتویٰ نویسی کی مشق بھی کرائی۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سے آپ نے

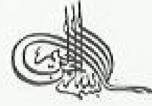
شرح جامی کا خطبہ پڑھا اور ۱۳۴۵ھ میں آپ نے دارالعلوم منظر الاسلام بریلی شریف سے سند فراغت حاصل کی۔ جس طرح حضرت شیخ الحدیث کا نام نامی (تقدس علی خان) تاریخی ہے اسی طرح آپ کی شخصیت اور آپ کا کردار بھی تاریخی ہے تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم بریلی شریف میں درس وتدریس کی خدمت شروع کی اور مختلف فنون میں جوہر دکھاتے رہے۔ اعلیٰ حضرت سے فن نحو کی کتاب شرح جامی کا خطبہ پڑھنے کا فیضان تھا کہ دیگر مدارس کے منتہی طلباء بھی آپ سے آ کر شرح جامی یا اس کا خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت کے اس درس کا مادہ تاریخ ''تدریس تقدس علی ۱۳۴۸ھ'' استخراج کیا گیا ہے۔ ایک روز راقم الحروف نے عرض کیا کہ سائیں اس وقت آپ کے پڑھانے کی کیا نوعیت ہوتی تھی؟ فرمایا دیگر اساتذہ کے باعتبار میں جونیئر تھا مگر ہر کتاب کے لئے اچھی طرح تیاری کر کے پھر پڑھانے بیٹھتا تھا' ستر اسی طلباء مجھ سے پڑھتے تھے نظم وضبط مثالی ہوتا تھا اس وقت میری آواز یا کسی سوال پوچھنے والے شاگرد کی آواز سنائی دیتی اور طلباء کا پیاں لے کر بیٹھتے میری تقریر کی اہم باتیں اور سوال وجواب لکھتے جاتے تھے۔ فرمایا شروع میں کسی استاد نے ایک شاگرد کو میرے خلاف تیار کیا اور وہ دوران درس مجھ سے بے جا اور بعض دفعہ غلط سوال بھی کرتا تھا محض یہ دکھانے کے لئے کہ میں نا تجربہ کار ہوں اور پڑھانے کے قابل نہیں ایک روز حضرت حجۃ الاسلام میرے درس میں آ کر بیٹھ گئے دستور کے مطابق اس لڑکے نے سوال کیا جو کہ غلط تھا میں نے اسے ٹوکا تو وہ بحث کرنے لگا اس پر حجۃ الاسلام نے اسے ڈانتے ہوئے کہا کہ تیرا سوال ہی غلط ہے تب اس نے تسلیم کیا اور مجھ سے معافی مانگی وہ شاگرد تین سال تک پڑھتا رہا مگر کتاب پوری نہ کر سکا اور ایسے ہی مدرسہ چھوڑ کر چلا گیا۔

فرمایا ''ایک مرتبہ شرح تہذیب کا ایک مقام سمجھ نہ آتا تھا شرح دیکھی مگر ویسے کا ویسا رہا طلبہ پڑھنے کے لئے آ بیٹھے اور مطالعہ کی عبارت بھی پڑھ لی اس وقت میں نے اپنے استاد کا تصور کر کے مدد چاہی پھر پڑھانا شروع کیا آخر میں نے دیکھا کہ سبق بالکل صحیح پڑھا جا چکا ہے'' آپ تعلیم کے ساتھ ساتھ انتظامی امور میں بھی سرگرم وفعال رہتے تھے اس لئے دوران تعلیم ہی دارالعلوم منظر الاسلام کے نائب مہتمم مقرر ہوئے تھے آپ کی نگرانی میں مشہور علمائے کرام کی دستار بندی ہوئی جن میں حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی قدس سرہ قابل ذکر ہیں حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ دارالعلوم بریلی شریف کے مہتمم مقرر ہوئے الہ آباد یونیورسٹی میں آپ نے علوم شرقیہ کے امتحانات کا سلسلہ شروع کروایا۔ جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن اور الہ آباد یونیورسٹی کے ممتحن رہے بیان فرماتے ہیں کہ جب میں نے شرقی علوم کے باقاعدہ امتحانات شروع کروائے تو اگلے سال مختلف مدارس سے تین ہزار طلبہ امتحان دینے کے لئے حیدر آباد دکن آئے جمعہ کا دن تھا نماز جمعہ کے لئے ایک بڑے باغ میں اہتمام کیا گیا۔ حاکم وقت نواب عثمان علی صاحب نظام دکن بھی نماز پڑھنے کے لئے وہاں آئے لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر پوچھا یہ خلاف معمول آج رش زیادہ کیوں ہے؟ بتایا گیا کہ طلباء امتحان دینے آئے ہیں یہ جواب سن کر پوچھا کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ بتایا گیا مختلف مقامات پر یہ سن کر اسی وقت حکم دیا کہ ایک یونیورسٹی اور اس کے ساتھ ہاسٹل بھی تعمیر کی جائے فوری طور پر اس پر عمل کیا گیا اور اس طرح حیدر آباد دکن یونیورسٹی وجود میں آ گئی۔ ان دنوں تحریک پاکستان زوروں پر تھی آپ نے اس میں بھرپور حصہ لیا پاکستان بن جانے

کے بعد ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۱ء میں ہجرت کر کے کراچی (پاکستان) تشریف لے آئے۔
پیر جو گوٹھ تشریف لانے کے متعلق آپ نے فرمایا" مراد آبادسنی کانفرنس میں سندھ سے جوعلماء اہلسنّت کا وفد مراد آباد آیا تھا ان میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد صاحبداد خان جمالی مرحوم بھی گئے تھے وہاں پر میری اور مفتی صاحب کی ملاقات اور دوستی ہوگئی کراچی میں آنے کے بعد ان سے ملاقات ہوئی کیوں کہ ان دنوں میں مفتی صاحب سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں مفتی اعظم پاکستان کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ ان دنوں ملاقات کے دوران مفتی صاحب نے کہا بریلوی صاحب سندھ کا ایک عظیم خاندان پیر پگارا تحریک آزادی میں مجاہدانہ اور گوریلا سرگرمیوں کی پاداش میں فرنگیوں کے ستم کا خصوصی نشانہ بنا ہے ان کے لاکھوں مریدین سفاکانہ طور پر شہید کر دیئے گئے ہیں ان کی درگاہ، حویلیوں اور فصلوں کو بموں کے ذریعے مسمار کر دیا گیا ہے۔ مجاہد اعظم شہید آزادی حضرت سید صبغۃ اللہ کو شہید کر کے ان کی میت کو نامعلوم مقام پر دفن کیا گیا ہے اور ان کے دو شہزادوں کو جلاوطن کر کے دیارِ غیر (لندن) میں رکھا گیا ہے اب جب کہ پاکستان بن چکا ہے اور پیران پگارا کی گدی بحال ہونے والی ہے اس لئے میرا مشورہ اور تاکیدی گزارش ہے کہ آپ مع اہل وعیال پیر جو گوٹھ چلے جائیں کیونکہ اس وقت آپ جیسی باعلم، پرعزم اور تجربہ کار شخصیت کی وہاں پر اشد ضرورت ہے، بہرحال ہم نے محترم مفتی صاحب کے مشورہ پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا اور ۱۳۷۲ھ /۱۹۵۲ء میں پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میں آ کر ہمیشہ کے لئے سکونت اختیار کر لی میں نے یہاں آتے ہی حکیم فقیر اللہ جتوئی اور حاجی صالح علی میمن کے تعاون سے شہر میں مدرسہ قادریہ کے نام سے جاری کیا جس میں شہر کے چھوٹے بڑے لوگ تعلیم حاصل کرنے لگے۔
مولانا محمد صالح کی کوششوں سے پیر صاحب کی گدی بحال ہوگئی اور حضرت پیر صاحب پگارا لندن سے واپس تشریف لے آئے، فروری ۱۹۵۲ء میں پیر صاحب کی تاج پوشی ہوئی اور ۴ مئی ۱۹۵۲ء کو جامعہ راشدیہ کا افتتاح ہوا مولانا محمد صالح کے اصرار اور احباب کے فیصلے سے میں جامعہ راشدیہ میں منتقل ہوگیا۔ صدر مدرس کی حیثیت سے خدمت میں مصروف ہوگیا۔
حضرت شیخ الحدیث کو ۱۳۳۲ھ میں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ سے بیعت اور تمام سلاسل میں خلافت کا شرف حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذریعے حاصل ہوا اور انھوں نے آپ کو خاندان قادریہ کے اوراد و وظائف کی اجازت دے کر اپنا خلیفہ مجاز بنایا، ۱۳۶۷ھ میں آپ نے بغداد شریف، کاظمیہ شریف، کربلا معلّٰی و نجف اشرف میں حاضری دی اور ۱۳۶۸ھ میں پہلا حج ہندوستان سے کیا ۱۳۹۵ھ سے آپ مسلسل ہر سال ماہ رمضان المبارک میں عمرہ و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے مدینہ طیبہ حاضری کے وقت آپ کا قیام قطب مدینہ حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں ہوتا۔ آپ کی زندگی کا سرمایا یادِ الٰہی، عشقِ رسول ﷺ اور تبلیغ و خدمتِ خلق تھا آپ کی روحانیت کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں فقہی مسائل حل کرنے میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے آپ کا انداز بیان اس قدر دل نشین ہوتا تھا کہ ہر لفظ دل و دماغ میں پیوست ہو کر رہ جاتا تھا۔
۳ رجب سن ۱۴۰۸ھ بمطابق ۲۲ فروری سن ۱۹۸۸ء پیر بوقت ۱۲ بج کر ۱۰ منٹ دو پہر آپ نے داعی اجل کو لبیک

کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پیر جوگوٹھ میں مدفون ہوئے آپ نے ۴۱ سال جامعہ راشدیہ کی خدمت کی اور ہزاروں عالم اور حافظ تیار کیے آپ کے بے شمار تلامذہ کالجوں' یونیورسٹیوں اور دینی مدارس و مساجد میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ چند فضلاء کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر قادری' مولانا رجب علی' حضرت مولانا غلام قادر مرحوم' حضرت مولانا مفتی محمد عبدالرحیم سکندری' مولانا مفتی اشفاق حسین نعیمی' مولانا مفتی اعجاز ولی خان' مولانا محمد ہارون وغیرہ...... آپ کا عرس مبارک ۳۰ نومبر سے یکم دسمبر تک آپ کے مزار شریف پیر جوگوٹھ میں عقیدت و احترام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔



حضرت فاضل اجل جلیل علامہ ابوالاسد

مفتیِ آگرہ محمد عبدالحفیظ حقانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

- حالاتِ زندگی
- ردِّ قادیانیت

حالات زندگی :

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحفیظ ابن مولانا عبدالمجید قدس سرہما محلّہ مداری دروازہ بریلی میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام حفظ الرحمٰن (۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰) تجویز ہوا۔ ابتدائی تعلیم وتربیت ان کے وطن میں ہوئی، قرآن پاک کی تعلیم استاذ الحفاظ مولانا حافظ محمد عیوض مرحوم سے حاصل کی۔ بعدازاں والد ماجد سے فارسی اور عربی کی تعلیم شروع ہوئی۔ ۱۹۱۳ء میں والد ماجد کے ہمراہ ٹانڈہ چلے آئے۔ والد ماجد اس قدر محنت سے پڑھاتے کہ ریل کے سفر کے دوران بھی سبق جاری رہتا۔ مولانا مفتی عبدالحفیظ حقانی قدس سرہ بے حد ذہین اور محنتی تھے۔ ۱۷ سال کی عمر میں اکثر و بیشتر علوم وفنون کی تحصیل کرلی۔ کچھ عرصہ لکھنؤ میں حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر سراجی شرح چغمینی اور منطق وفلسفہ کی بعض کتابیں پڑھیں۔

۱۹۲۰ء میں حضرت مفتی صاحب مبارکپور اعظم گڑھ کے مدرسے میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں آپ کی شادی بدایوں میں ہوئی۔ اسی سال والد ماجد نے مدرسہ منظر حق ٹانڈہ میں اپنے پاس بطور مدرس بلالیا۔ ۱۹۲۶ء میں مدرسہ حمیدیہ بنارس میں صدر مدرس مقرر ہوگئے۔ ۱۹۳۰ء میں بعض احباب کی درخواست پر (پنجاب) چلے آئے۔ ۱۹۳۴ء میں انجمن تبلیغ الاحناف کی دعوت پر امرتسر تشریف لے گئے اور مسجد سکندر خاں، ہال بازار میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس علاقے میں مرزائیوں کی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ مفتی صاحب نے ان کے رد میں ایک جامع کتاب السیوف الکالمیہ لقطع الدعاوی الغلامیہ تحریر فرمائی۔ دوسرا رسالہ الحسنیٰ والمزید لمخب التقلید

لکھا۔ جس میں تقلید شخصی کے وجوب پر بہترین انداز میں گفتگو فرمائی۔

اسی زمانے میں مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے آپ کا مناظرہ ہوا۔ جس میں آپ کو نمایاں کامیابی ہوئی۔ اسی دوران ملتان میں شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مناظرہ مولوی ابوالوفاء شاہجہاں پوری سے ہوا۔ اہلسنت کی طرف سے مولانا محمد عبد الحفیظ رحمۃ اللہ تعالیٰ اور دیوبندیوں کی طرف سے مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری صدر تھے۔ اس مناظرے میں بھی مخالفین کو شکست ہوئی۔ اس کامیابی پر مخدوم صدر الدین سجادہ نشین درگاہ حضرت حافظ جمال الدین موسیٰ پاک شہید قدس سرہ (ملتان) نے آپ کو ایک قیمتی تحفہ عطا فرمایا۔

۱۹۳۶ء میں حضرت مفتی عبد الحفیظ رحمۃ اللہ تعالیٰ مدرسہ نعمانیہ فراش خانہ دہلی شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ اگست ۱۹۳۹ء میں جامع مسجد آگرہ کے خطیب اور مفتی مقرر ہوئے۔ اور ۱۹۵۵ء تک وہیں رہے۔

آپ کو قدرت نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ تقریر فرماتے تو دلائل کا انبار لگا دیتے۔ تدریس کے وقت علم وفضل کے دریا بہا دیتے۔ حکیم عبد الغفور مولف سوانحات المتاخرین، آنولہ لکھتے ہیں:

مولوی عبد الحفیظ، مولوی عبد المجید صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے ہیں اور ہر بات میں باپ پر سبقت ہے۔ علم میں، واعظ گوئی میں، جسم کی زینت میں، خوبصورتی میں، غرض یہ کہ ہر بات میں باپ پر فوقیت حاصل ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے تدریس، خطابت اور مناظرے کی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تصانیف کا قابل قدر ذخیرہ چھوڑا ہے۔

رد مرزائیت:

رد مرزائیت پر آپ کی مدلل کتاب ''السیوف الکلامیۃ لقطع الدعاوی الغلامیۃ'' جو سلسلہ ''عقیدہ ختم نبوۃ'' میں شامل کی گئی ہے۔ رد مرزائیت پر آپ کی دوسری تصنیف ''مرزائیت پر تبصرہ (خاتم النبیین کا صحیح مفہوم)'' ہے۔

نوٹ: کتاب ''مرزائیت پر تبصرہ'' اب تک ادارے کو دستیاب نہیں ہوسکی۔ اس کتاب کے متعلق اگر کسی کے پاس معلومات ہوں تو ادارے کو ضرور مطلع فرمائیں۔

دیگر تصانیف: آپ کی دیگر تصانیف درج ذیل ہیں:

۱...... تکمیل الایمان (عقائد اہلسنت پر مختصر رسالہ)

۲...... الحسنیٰ والمزید لمحب التقلید (تقلید شخصی کے وجوب پر بہترین رسالہ)

۳...... علم غیب

۴...... عقائد حقہ اہلسنت وجماعت

۵...... کلمہ اسلام (کلمہ طیبہ کی شرح وتفصیل)

۶...... عبادت اسلام (اس رسالے میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور قربانی وغیرہ شرعی حیثیت بیان کی گئی ہے)

۷...... تہافتہ الوہابیہ (وہابی اور دیوبندی معتقدات کو اہلسنت وجماعت کے عقائد کی روشنی باطل ومردود قرار دیا ہے)

۸...... ریڈیو کے اعلان کا شرعی طریقہ (رویت ہلال کے بارے میں مشروط طور پر تائید فرمائی ہے) (غیر مطبوعہ)

۹.....نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال (غیر مطبوعہ)

۱۰.....صیانۃ الصحابہ عن خرافات بابا (بابا خلیل داس سوانی کے رسائل کا رد)

۱۱.....متروکہ جائداد پر مساجد

۱۲.....مجموعہ فتاویٰ (قیام کراچی کے دوران جو فتوے قلمبند فرمائے ان کا مجموعہ)

۱۳.....ارغام ہاذر (ماہر القادری کے اہل سنت و جماعت پر اعتراضات کا جواب)

ان کے علاوہ آپ کی تصانیف میں شمع ہدایت اور مودودی پر تنقید کے نام بھی ملتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب ۱۹۵۵ء میں کراچی تشریف لائے۔ ابتداء جناح مسجد میں مفتی وخطیب رہے۔ پھر مدرسہ دار العلوم مظہریہ کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ نومبر ۱۹۵۷ء میں مدرسہ انوار العلوم ملتان میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لے گئے۔

۱۹ جون ۱۹۵۸ء کو جامعہ نعیمیہ، لاہور کے افتتاحی جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ ۲۱ جون کو واپسی ہوئی۔ راستہ ہی میں ریاحی درد شروع ہوگیا۔ ۵ ذوالحجہ، ۲۳ جون ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء کو مفتی آگرہ حضرت علامہ محمد حفیظ قدس سرہ کا وصال ہوگیا۔ ملتان میں قبرستان حسن پروانہ میں دفن ہوئے۔ حضرت مولانا محمد حسن حقانی مہتمم دار العلوم امجدیہ کراچی وایم، بی، اے صوبہ سندھ آپ ہی کے فرزند ارجمند اور اہل سنت و جماعت کے مایہ ناز عالم دین ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابوالبرکات مد اللہ ظلہ القدس نے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرمایا:

''حضرت مولانا مولوی عبدالحفیظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی وفات حسرت آیات کی خبر وحشت اثر سے بے حد رنج و ملال لاحق

ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ اس پرفتن اور پر آشوب زمانہ میں مولانا کا ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہونا ناقابل تلافی نقصان ہے۔

آہ مولوی عبدالحفیظ آپ کی ایمان افروز اور ضلالت سوز تقریریں یاد آکر دل کو بے چین کرتی ہیں۔ آپ کی سالہا سال کی محبت بھری صحبتیں یاد آکر دل کو تڑپاتی ہیں۔''

پروفیسر حامد حسن قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قطعہ تاریخی کہا ؎

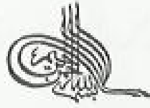
مفتی عبد الحفیظ صاحب آج — پردہ فرما کے حق سے ہیں واصل
نیک دل نیک طبع نیک اوصاف — سر بسر پاک جان و روشن دل
واعظ خوش بیان و بحر علوم — صاحب فیض و فاضل کامل
تربت پاک ان کی نورانی — رشک خلد ان کی اولیں منزل
قادری نے بھی ان کا سال وصال
لکھدیا ''وصل ذات کا حاصل''

(۱۳۷۷ھ)



فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
1	حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری	09
2	الکاویہ علی الغاویہ (حصہ اوّل)	31



گنجینۂ علم، قاطع مذاہب باطلہ، الحافظ، الحکیم

حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری

- ○ حالاتِ زندگی
- ○ ردِّ قادیانیت

گنجینۂ علم، قاطع مرزائیت

حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری

حالات زندگی:

بحر العلوم الحافظ الحکیم حضرت علامہ مولانا محمد عالم آسی نور اللہ مرقدہ اپنے عہد کی ایک نابغۂ روزگار ہستی تھے۔ وہ ایک عظیم استاد، عربی داں، ادیب اور نامور عالم دین تھے۔ انہیں فقہ، حدیث، تفسیر کی باریکیوں سے لے کر اسلامی تاریخ، مذاہب و مسالک پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ یہ ہی نہیں بلکہ منطق، فلسفہ اور علم کلام کے بھی بے مثل عالم دین تھے۔ انہیں فارسی، ہندی، گورمکھی، کشمیری، پنجابی، عبرانی اور سریانی اور انگلش زبان پر بھی مکمل دسترس حاصل تھی۔ الغرض علامہ محمد عالم آسی علم کا ایک بحر ناپیدا کنار تھے۔

ولادت باسعادت:

عارف نامدار حضرت علامہ مولانا حکیم حافظ ابوالدراسۃ محمد عالم آسیؔ نقشبندی مجددی راگھوی ثم امرتسری قدس سرہٗ بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۱۲ ر رمضان المبارک ۱۲۹۸ھ کو موضع کولوتارڑ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔

خاندان کا اجمالی تعارف:

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ جاٹ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا خاندانی پس منظر روحانی و علمی ہے۔ آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی نام نامی حضرت مولانا حکیم مفتی حافظ حمید الدین الشہیر بہ عبدالحمید چشتی نقشبندی قادری سہروردی (کولوی ثم راگھوی) قدس سرہٗ تھا، جو انتہائی زاہد و عابد ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے دور کے عظیم فاضل اور مفتی تھے، علاوہ ازیں بے مثل خطاط اور قابل طبیب بھی تھے، شعر و ادب سے لگاؤ تھا اور فقیر تخلص

فرماتے تھے، ۱۲ر محرم ۱۳۲۱ھ کو وفات پائی، مزار پرانوار کولوتارڑ میں ہے۔

حضرت علامہ آسی رحمۃ اللہ علیہ کے جدامجد کا نام حضرت مولانا حکیم مفتی میاں غلام احمد المعروف بہ حضرت حضوری قدس سرہٗ تھا، جن کا امتیازی وصف عشق ختم الرسل مولائے کل ﷺ تھا، آپ کو حضور اکرم ﷺ کے جمال وروئے زیبا کی کئی بار زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے ۱۸ر ربیع الاوّل ۱۲۹۹ھ کو وفات پائی اور کولوتارڑ میں ہی محو خواب ابدی ہوئے۔

جدامجد کی دُعا:

علامہ آسی قدس سرہٗ کے برادر خورد حضرت علامہ مولانا حکیم محبوب عالم راگھوی علیہ الرحمہ اپنے والد بزرگوار سے روایت فرماتے ہیں کہ جب آپ کی عمر چھ سات ماہ ہوئی تو ایک دن آپ کے دادا ولی کامل حضرت مولانا غلام احمد علیہ الرحمہ متوطن کولوتارڑ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ نے آپ کے منہ میں اپنی زبان مبارک ڈال کر چوسائی اور پنجابی کا یہ شعر پڑھا۔

محمد عالماں چل علم پڑھئے   علم دی بات نوں مضبوط پھڑیئے

خدا کے حکم سے ہر دو الفاظ ''چل'' اور ''مضبوط'' کا ایسا اثر ہوا کہ عالم شاہد ہے۔

تعلیم:

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ نے ابتدائی تعلیم والد گرامی اور نانا جان مولانا حکیم مفتی غلام حسن نقشبندی قادری (متوفی ۱۱ر جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ، مدفون موضع بھٹی چک، ضلع گوجرانوالہ) سے حاصل کی، بعد ازاں مدرسہ نعمانیہ لاہور چلے گئے اور وہاں استاذ

الافاضل حضرت مولانا علامہ مفتی غلام احمد (کوٹ اسحاقی)، عربی زبان کے ادیب مولانا محمد حسن فیضی اور دیگر اساتذۂ مدرسہ نعمانیہ سے فیض یاب ہوئے، ازیں علاوہ مولانا غلام محمد بگوی علیہ الرحمہ (خطیب بادشاہی مسجد لاہور) فخر الاماثل حضرت مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ (بیگم شاہی مسجد لاہور) اور مفتی عبداللہ ٹونکی (اورینٹل کالج لاہور) جیسے عظیم افاضلِ وقت سے اکتسابِ علم کیا۔

بعد ازاں مولوی عالم، مولوی فاضل، منشی فاضل، ادیب فاضل، مختار عدالت، حکیم حاذق اور زبدۃ الحکماء کے امتحانات پاس کیے، ان امتحانات میں سے مولوی فاضل اور زبدۃ الحکماء کے امتحانات میں پنجاب بھر میں اوّل آئے اور طلائی تمغے حاصل کیے، بعد میں ہندی اور انگریزی زبانوں میں بھی کافی مہارت پیدا کرلی، جس کی دلیل آپ کے بیاضات کی مختلف تحریریں ہیں، آخر عمر میں قرآن مجید بھی حفظ کرلیا تھا۔

درس وتدریس:

جامعہ نعمانیہ سے فراغت کے بعد جامعہ نعمانیہ ہی میں اوّل مدرس مقرر ہوئے، پھر کچھ عرصہ بعد مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد میں پڑھاتے رہے، اسی طرح جب مولوی فاضل کے امتحان میں پنجاب بھر میں اوّل آئے اور آپ کو ایک سال کے لئے ۳۰؍روپے ماہوار وظیفہ ملا تو اورینٹل کالج میں بھی پڑھاتے رہے، بعد ازاں امرت سر چلے آئے، وہاں مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ سے منسلک ہوئے۔

مگر کچھ عرصہ پڑھانے کے بعد لاہور چلے آئے اور یہاں ایک پریس میں سنگ سازی کرتے رہے پھر امرتسر چلے گئے۔ (قلمی یادداشت از حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ) اور ایم اے ہائی اسکول میں عربی کے اوّل مدرس مقرر ہوئے، اسی طرح جب یہ

اسکول کالج بنا تو آپ پروفیسر ہو گئے اور بالآخر یہیں سے ریٹائر ہوئے۔

آپ نے انجمن اسلامیہ امرتسر (جس کے تحت اسکول اور کالج چلتے تھے) کی ملازمت سے فراغت کے بعد بھی پرائیویٹ طور پر تدریس کا شغل جاری رکھا اور یہ سلسلہ تدریس کسی ایک علم پر موقوف نہیں ہوتا تھا بلکہ طالبانِ علم آپ سے مختلف علوم کی تحصیل کیا کرتے تھے جن میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول حدیث، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، صرف ونحو، ادب فارسی، کتابت، طبابت بالخصوص عربی ادب وغیرہ شامل تھے۔

تلامذہ:

حضرت آسی کے بے شمار تلامذہ ہیں، چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی، مولانا محمد الدین غریب، ڈاکٹر پیر محمد حسن ایم اے پی ایچ ڈی، اسلام آباد، حافظ محمد عبداللہ ایم اے اکاؤنٹنٹ جنرل آفس لاہور، مولانا غلام ترنم امرتسری (مدفون لاہور)، فخر الاطباء حکیم فقیر محمد چشتی نظامی (مدفون بجوار میاں میر رحمۃ اللہ علیہ لاہور، حکیم غلام قادر چشتی امرتسری (آپ حضرت آسی کے رفیق خاص اور اُن کے مزار کے متولی تھے، مدفون ملتان)، مولانا پیر حبیب اللہ نقشبندی (مدفون گجرات، پنجاب) ابوالبیان مولانا محمد داؤد فاروقی ابن مولانا نور احمد امرتسری (مدفون امرتسر) استاذ الاطباء حکیم محمد نور الدین نظامی امرتسری، صدر مجلس اطباء (مدفون بورے والا ضلع وہاڑی)، استاذ الاطباء حکیم محمد شمس الدین نظامی امرتسری حکیم حاذق، (مدفون پاکپتن)، حکیم محمد جلال الدین امرتسری (مدفون پاکپتن)، حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی مرکزی مجلس رضا لاہور (مدفون بجوار حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ، لاہور)، عبدالمجید جامی (تھائی لینڈ) محمد شریف ساجد (راولپنڈی)، آغا خلش کاشمیری (مدفون بمبئی)، مولانا پیر عبدالسلام ہمدانی

امرتسری (مدفون لاہور)۔

بیعت:

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ شہرہ آفاق شیخ طریقت حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین فاروقی نقشبندی مجددی مظہری دہلوی قدس سرہٗ سے نہ صرف بیعت بلکہ مجاز بھی تھے۔

وفات:

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ کا وصال ۲۸ رشعبان المعظم ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء بروز جمعۃ المبارک دن کے ایک بجے امرتسر میں ہوا، آپ کا مزار پختہ بنا ہوا تھا مگر تقسیم ہند کے بعد اس کا نشان مٹا دیا گیا۔

تصانیف:

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ کی دینی تحقیق کا آخری مرحلہ ''تفسیر قرآن'' تھا، مگر افسوس کہ مشیت ایزدی نے وقت نہ دیا اور آپ یہ کام ادھورا چھوڑ کر راہی دار بقا ہوئے، حضرت کے وہ تمام مسودات جن پر آپ نے تفسیر کا کام شروع کیا تھا، راقم کے پاس محفوظ ہیں، اور یہ دو عدد نسخہ قرآن مجید، دو رجسٹروں اور تین پاکٹ بکس پر مشتمل ہیں، ان شاء اللہ العزیز ان نوادر کا کسی موقع پر تعارف کرایا جائے گا، تاہم احقر یہاں صرف ان مضامین کے اسماء پر اکتفا کرتا ہے جو آپ نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں سپرد قلم فرمائے۔

۱۔ سورۂ فاتحہ (قرآن مجید کا ابتدائی جزو) مطبوعہ ماہنامہ البیان امرتسر، اپریل ۱۹۴۳ء۔

۲ .....تشریحات متعلقہ سورۂ فاتحہ، مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، ۱۲/محرم/۲۱/

جون (۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء) تا ۱۱ر جمادی الثانی ۱۴ر نومبر (۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء)۔

۳...... سورۂ فیل کی تفسیر اور علامہ فراہی، مطبوعہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، اکتوبر ۱۹۳۸ء تا جون ۱۹۳۹ء۔

ردِّ مرزائیت:

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ کی شہرت مدام کا سبب آپ کی ردّ مرزائیت میں مشہور کتاب ''الکاویہ علی الغاویہ'' بھی ہے، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور ردّ مرزائیت وغیرہ میں ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) کی حیثیت رکھتی ہے،

۱...... الکاویۃ علی الغاویہ (اُردو) جلد اوّل، مطبوعہ مارچ ۱۹۳۱ء، صفحات ۴۱۶۔

۲...... الکاویۃ علی الغاویہ (اُردو) جلد دوم، مطبوعہ ستمبر ۱۹۳۴ء، صفحات ۴۵۰۔

الحمدللہ ادارہ تحفظ عقائد اسلام نے عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر اپنے عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا کیلئے جلد اول مطبوعہ ۱۹۳۱ء اور جلد دوم مطبوعہ ۱۹۳۴ء کے نسخے حاصل کر کے تقریباً اسی (۸۰) سال بعد نئے سرے سے طباعت کا شرف حاصل کیا ہے اور پچھلے نسخوں کی اغلاط، بے ربط اور غیر متعلق جملوں کی بھی تصحیح کر دی ہے۔ تاہم بعض مقامات پرنٹ واضح نہ ہونے کی وجہ سے اب بھی اصلاح طلب ہیں۔

علامہ آسی نے اپنی اس تصنیف میں بڑی آزادی کے ساتھ مرزائی مذہب کے تمام میسر شدہ لٹریچر، اشتہارات و پوسٹر وغیرہ کا خلاصہ مع تنقیدات درج کر دیا ہے۔ نیز یہ کتاب کسی اور کی جانب سے مرزا قادیانی کے خلاف پیش کردہ مواد کا بھی احاطہ کرتی ہے۔

ابتداء میں علامہ موصوف نے الکاویہ علی الغاویہ عربی میں تحریر فرمائی تھی جس کی فوٹو کاپی علامہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے مخزونہ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی میں موجود ہے۔ اس

کتاب کے سرورق پر علامہ حکیم موسیٰ امرتسری کی یہ تاریخی نوٹ مذکور ہے:

''علامۃ الدہر حضرت قبلہ محمد عالم آسی کی یہ تصنیف عربی زبان میں لکھی جانے والی اولین مبسوط و مدلل کتب (ردقادیانیت) میں شمار ہوتی ہے مگر اس لئے طبع نہ کروائی گئی کہ فاضل علام مصنف کے معاصرین نے یہ مشورہ دیا کہ عربی کی بجائے اردو میں چھپوائیں تاکہ عوام الناس بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔ چنانچہ حضرت علامہ آسی نے اپنی کتاب کو اردو جامہ پہنا کر ۱۹۳۱ء میں امرتسر سے چھپوایا''۔

انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا میں آپ کی اس گراں قدر علمی تصنیف پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا گیا ہے کہ ''الکاویہ علی الغاویہ'' میں چودھویں صدی کے ان مدعیان نبوت کے حالات ہیں جنہوں نے امام زماں، مسیح وقت، محمد ثانی، کرشن اور مظہر الٰہی بن کر قرآنی تعلیمات بدلتے ہوئے الگ الگ اپنا دستور العمل مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے اپنی تعلیم کو واحد راہ نجات قرار دیا۔ اس کے علاوہ ان قرامطہ و ملاحدہ کا ذکر بھی ہے جنہوں نے ساتویں صدی ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا''۔

علاوہ ازیں حضرت نے اور بھی بہت کچھ لکھا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۳...... الجذوۃ النار علی قلوب الفجرۃ الکفار (غیر مطبوعہ۔ اُردو)

(یہ کتاب دراصل الکاویۃ علی الغاویہ، جلد دوم اضافوں کے ساتھ نئے روپ میں ہے)

۴...... الکاویۃ علی الغاویہ (عربی) غیر مطبوعہ

۵...... الجنجات علی السلام فی الذب عن حریم الاسلام (عربی، مطبوعہ) یہ مرزائی غلام رسول راجیکی کے پمفلٹ کے جواب میں لکھا گیا۔

۶...... مضامین: وہ مضامین جو آپ نے ردّ مرزائیت میں وقتاً فوقتاً رقم فرمائے، ان کی تفصیل

حسب ذیل ہے۔

۱......خیالاتِ آسی واقعات صلیبی پر ایک نظر (منظوم اُردو)، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۱۴/فروری تا ۱۷/اپریل ۱۹۴۲ء

۲...... نائرۃ الحسبان علیٰ مصباح القدیان، الفقیہ، امرتسر، ۷/جنوری تا ۷/فروری ۱۹۳۳ء

۳......تنقیداتِ نادر شاہیہ بر تبلیغات مذہب مرزائیہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۸/فروری تا ۱۴/مئی ۱۹۳۴ء

۴......مرزائی تعلیم کے پانچ مباحث اور اہل حق کا ایک پر لطف تعاقب، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۲۸/جولائی تا ۷/اگست ۱۹۳۷ء

۵...... اظہار حقیقتِ مرزائیت بجواب حقیقت احمدیت، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۲۱/اگست تا ۱۴/ستمبر ۱۹۳۳ء

۶......مرزائیت اور اہل اسلام میں فرق، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷/جون تا ۷/دسمبر ۱۹۳۹ء (یہ مضمون اس عرصے میں تین بار مسلسل چھپا)

۷......ضمیمہ کاویہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷/مئی تا ۲۸/جون ۱۹۳۱ء

۸......مسیح قادیانی کی الوہیت پر ایک چلتی ہوئی نظر، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷/۱۴ مارچ تا ۲۱/۲۸ مارچ ۱۹۴۴ء

۹......ایک مسلمان اور مرزائی کی باہمی گفتگو، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۲۱/اپریل ۱۹۳۶ء

۱۰...... قادیانی نبوت پر ایک غلط قرآنی استدلال اور اس پر بصیرت افروز تبصرہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷/اکتوبر ۱۹۳۲ء

۱۱......توفی سے قبض روح یا موت مراد نہیں، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۷/جنوری ۱۹۲۹ء

۱۲......لفظ توفی پر ایک پر اسرار تبصرہ، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر ۲۸/جنوری ۱۹۲۹ء

۱۳......مسیح الارض القادیانی اور موسیٰ علیہ السلام کی زندگانی جاویدانی، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۸/جنوری ۱۹۳۴ء

۱۴......کیا پہلو شگاف برچھی کے زخم سے کوئی نیم مردہ زندہ رہ سکتا ہے، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۸/جنوری ۱۹۳۴ء

۱۵......عہد قادیانیت میں مدعیان نبوت، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۱۴/فروری ۱۹۴۰ء

۱۶......پرسش یادگاری ہینم، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۷/اپریل ۱۹۳۵ء

۱۷......کوائف امرتسر، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۱۴/جون ۱۹۳۶ء

۱۸......امیر شریعت اور مرزائی بیعت، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۷/اپریل ۱۹۳۷ء

۱۹......مرزائی لٹریچر کا ایک اور غلط مسئلہ، الفقیہ، امرتسر، ۷/اپریل تا ۲۱/اپریل ۱۹۳۷ء

۲۰......کیا مرزائی اہل سنت کی مسجد میں قادیانیت کی نشر و اشاعت کر سکتے ہیں؟ مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۱۴/۲۱ دسمبر ۱۹۳۵ء

ردّ اہل قرآن یا چکڑالوی:

اہل قرآن کو چکڑالوی، کمتریئی فرقہ یا اُمت مسلمہ امرتسر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ گو حضرت علامہ آسی نیان کی تردید بھی الکاویہ علی الغاویہ کے آخری صفحات میں فرما دی تھی، تاہم سعی مزید کے طور پر آپ نے چند مضامین بھی رقم فرمائے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱......القول المقبول فی اطاعت الرسول، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۷/۱۴ دسمبر ۱۹۲۹ء

۲......قرآن الاقرآن فی ریحان القرآن، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۱/اپریل تا ۷/مئی ۱۹۳۵ء

۳.....فریضۂ قربانی اور احکام قربانی، مطبوعہ الفقیہ، امرتسر، ۲۱ر فروری تا ۷ر مارچ ۱۹۳۵ء

۴.....مسئلہ قربانی پر اُمت مسلمہ امرت سر کا حملہ اور اس کی مدافعت، مطبوعہ ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ شریف، جولائی ۱۹۴۳ء

۵.....مسئلہ قربانی پر ایک سرسری نگاہ، مسلم اور مسلمہ کے درمیان تبادلۂ خیالات

۶..... التنقید علی وراثت الحفید (رسالہ)

ردّ مشرقی یا خاکساری مذہب :

الکاویہ علی الغاویہ، جلد دوم کے آخری صفحات پر ردّ مشرقی میں اگرچہ حضرت نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا، تاہم اس کی تردید میں حضرت نے چند رسائل اور مضامین مزید رقم فرمائے جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱.....الانتباہیہ علی الافتتاحیہ (غیر مطبوعہ) (کتاب کا سن تصنیف معلوم نہ ہوسکا)

۲.....الانتباہیہ علی الافتتاحیہ، مشرقی کا تذکرہ غلط (مضمون) مطبوعہ شمس الاسلام، بھیرہ، مارچ ۱۹۴۰ء تا جولائی ۱۹۴۲ء

۳.....تبصرہ علی التذکرہ (رسالہ) سن تصنیف ندارد، صفحات ۶۴

۴.....مشرقی سے ایک اہم سوال اور کے ہوا خواہوں سے جواب کا مطالبہ (منظوم)، مطبوعہ شمس الاسلام بھیرہ، ربیع الاول ۱۳۶۱ھ/ اپریل ۱۹۴۲ء

۵.....مساجدِ اسلام اور مسلمانانِ عالم دشمن اسلام مشرقی کی نظر میں، مطبوعہ شمس الاسلام، بھیرہ، ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ/ دسمبر ۱۹۴۲ء

ردّ وہابیہ:

حضرت علامہ آسی قدس سرہ نے ردّ وہابیہ میں بھی بہت سے رسائل اور مضامین لکھے، ان رسائل و مضامین سے مختلف موضوعات اخذ ہوتے ہیں:

۱.....الارشاد الی المباحث المیلاد، مطبوعہ میلاد نمبر، الفقیہ، امرتسر، ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ/ جولائی ۱۹۳۲ء، ادارہ الفقیہ کی طرف سے یہ کتابی صورت میں بھی شائع ہوئی تھی۔

۲.....المیلاد فی القرآن، مطبوعہ الفقیہ امرتسر (ضمیمہ میلاد نمبر) ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ، یہ رسالہ بھی پمفلٹ کی صورت میں دستیاب تھا۔

۳.....ضمیمہ میلاد نمبر الفقیہ، ماہ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

۴.....ذکر خیر العباد فی محافل الواعظ والمیلاد، ضمیمہ میلاد نمبر الفقیہ ۳ر ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ

۵.....تذکرۂ حالات یوم النبی ﷺ ضمیمہ میلاد نمبر الفقیہ، ۳ر ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ

۶.....مجالس میلاد اور علامہ ابن تیمیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۱۴ر مئی ۱۹۴۱ء

۷.....مجالس میلاد اور مجالس ولیمۃ القرآن، مطبوعہ الفقیہ امرتسر ۲۱/ ۲۸ مارچ ۱۹۴۲ء

۸.....محفل میلاد مقدس، مطبوعہ الفقیہ امرتسر ۷ر ستمبر ۱۹۲۹ء

مسئلہ قبہ مبارک:

۱۹۲۴ء میں جب نجدیوں نے حرمین شریفین پر قبضہ کیا تو انہوں نے مزارات ومقامات مقدسہ کو زمین کے برابر کر دیا، اس موقع پر علماء اہل سنت (برصغیر) نے احتجاج کیا، اور ان کے اس اقدام کو صریحاً قرآن وسنت کیخلاف قرار دیا، اس موقع پر حضرت آسی نے بھی اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ایک رسالہ لکھا اور ایک مضمون طبع کرایا۔

۱.....ازالۃ الرین والمین عن مشاہد الحرمین الشریفین، مطبوعہ ۱۹۲۵ء

۲.....بنائے قباب عالیہ بر مزارات مشائخ قدیمہ وحالیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷/ ۱۴ ستمبر

۱۹۳۶ء

مسئلہ قیام رمضان:

غیر مقلد علماء نے اس مسئلہ کے سلسلہ میں اختلافی بحران پیدا کرنے کی سعی مذموم کی ہے، حضرت علامہ آسی نے اس مسئلہ کی توضیح وتشریح کے سلسلہ میں چند مضامین سپرد قلم فرمائے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱.....قیام شہر رمضان، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/نومبر ۱۹۲۹ء

۲.....قیام رمضان عشرون رکعۃ وھی صلوٰۃ التراویح، الفقیہ امرتسر، ۱۴/۲۱/نومبر ۱۹۳۹ء

۳۔ رسالہ تراویح، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷/ستمبر تا ۲۱/ ۲۸ ستمبر ۱۹۴۲ء

۴۔ دفع اعتراضات اہل الرائے، الفقیہ امرتسر، ۷/اکتوبر ۱۹۴۲ء تا ۷/۱۴/اپریل ۱۹۴۳ء

رسالہ ضربات الحنفیہ:

یہ رسالہ حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ نے مدیر اخبار محمدی (دہلی) کے رسالہ ’’ضرب محمدی‘‘ کے جواب میں رقم فرمایا، جس کا جواب مدیر محمدی دہلی نے اخبار محمدی میں ہی دیا تھا، پھر جواب الجواب حضرت علامہ آسی نے الفقیہ امرتسر میں ’’ضمیمہ ضربات الحنفیہ‘‘ کے عنوان سے دیا تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ ضربات الحنفیہ علی ہامات الوہابیہ۔ مطبوعہ کیم ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ

۲۔ ضمیمہ ضربات الحنفیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۳/محرم الحرام ۱۳۴۹ھ/ ۲۱/جون ۱۹۳۰ء تا ۱۸/رمضان ۱۳۴۹ھ/ ۷/فروری ۱۹۳۱ھ

مضامین رد وہابیہ:

وہ مضامین جو حضرت نے مختلف موضوعات پر رڈ وہابیہ کے سلسلے میں رقم فرمائے، تفصیل درج ذیل ہے:

۱.....کیا نبی ﷺ غیب دان نہ تھے، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۱۴/اگست تا ۲۱/ ۲۸/اگست ۱۹۴۳ء

۲.....تقلید شخصی اور اجتہاد، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/ ۲۸/جون تا ۷/ ۱۴/جولائی ۱۹۴۴ء

۳.....تقلید اور اتباع سلف، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/جنوری ۱۹۳۹ء

۴.....مطائبات، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/جنوری ۱۹۳۹ء

۵.....القول السنی فی معراج النبی، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، (معراج نمبر) ۷/جنوری ۱۹۳۰ء

۶.....ایک شبہ اور اس کا دفعیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷/مارچ تا ۲۱/مارچ ۱۹۲۹ء

۷.....فقرہ سمع اللہ لمن حمدہ اور اس کی مشرکانہ تشریح، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۱۴/تا ۲۱ مارچ ۱۹۳۸ء

۸.....فلعنۃ ربنا اعداد رمل، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۸/نومبر ۱۹۲۸ء

۹.....رسالہ اشرفیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۸/نومبر ۱۹۲۸ء

۱۰.....تحسین ناشناس، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷/اکتوبر ۱۹۴۲ء

۱۱.....ارشادات عالیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۷/اکتوبر ۱۹۳۳ء

مضامین (متفرق موضوعات):

وہ مضامین جو علامہ نے متفرق موضوعات پر رقم فرمائے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱.....موجودہ معاشرت نشواں پر ایک نظر، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۸/اپریل ۱۹۲۹ء۔

۲.....استفتاء، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۸/اپریل ۱۹۲۹ء

۳.....استفتاء، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/۲۸/اپریل ۱۹۳۴ء

۴.....موعظۃ للمتقین (قلمی، غیر مطبوعہ، نامکمل)

۵.....اختلاف سنی شیعہ (قلمی، غیر مطبوعہ)

۶.....رفع الیدین کرنا خلاف حکم رسول ہے، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/اگست ۱۹۳۶ء

۷.....وہابیہ ہند کی تاریخ پر اجمالی نظر، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/اگست ۱۹۳۶ء

۸.....حقیقت مسیح از روئے بائیبل، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/اگست ۱۹۳۶ء

۹.....مناظرہ سنی وشیعہ، فی بنات الرسول الامین، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/اگست ۱۹۳۶ء

۱۰.....کیا وید شروع دنیا ہی سے ہیں، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/اگست ۱۹۳۶ء

۱۱.....عیسائی صاحبان کے چند اعتراض اور ان کے جوابات، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۱۴/مارچ ۱۹۴۱ء

رسائل علامہ آسی:

۱.....حجاب الغیب، کل صفحات ۱۶ (سن ندارد)

۲.....تذکرہ شاہ جیلان، کل صفحات ۳۲، مطبوعہ ۱۹۳۵ء

۳.....براہین الحنفیہ لدفاع الفتنۃ النجدیہ، کل صفحات ۸۰، (سن ندارد)

۴.....لمعۂ تنقید پر نور توحید، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/۲۸/نومبر ۱۹۳۸ء

تراجم آسی:

۱.....قیام رمضان وشرون رکعۃ وھی صلوٰۃ التراویح (رسالہ) (عربی۔اُردو)، مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۱۷/نومبر ۱۹۳۹ء

۲.....العقائد الصحیحہ فی تردید الوہابیہ، تصنیف حکیم الامت خواجہ محمد حسن جان سرہندی ٹنڈو سائیں داد (سندھ) متن عربی (اُردو ترجمہ) از علامہ آسی، مطبوعہ ۱۳۶۰ھ

۳.....ھدی الرسول والنعمان فی اثبات شرائط الجمعہ باوضح البرہان۔ متن عربی، تالیف مولانا غلام حسن نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (بھٹی چک شریف، گوجرانوالہ) یہ بزرگ حضرت آسی کے نانا تھے، اُردو ترجمہ مع ضمیمہ جات، علامہ آسی، مطبوعہ ۱۳۳۱ھ

تالیفات آسی:

۱.....وضع اطوار محمدی ﷺ، مطبوعہ ۱۳۲۹ھ، کل صفحات ۴۸، اس کی ابتداء میں علامہ کا مبسوط مقدمہ ہے، یہ کتاب حضرت مولانا غلام احمد کے پنجابی اور فارسی کلام کی شرح پر مشتمل ہے۔

گرائمر:

حضرت علامہ آسی کے ایک شاگرد ڈاکٹر ظہور الدین احمد کہتے ہیں کہ:

''عربی میں کمال قدرت رکھتے تھے، عربی میں شعر بھی کہہ لیتے تھے، صرف ونحو میں ان کا تسلط مسلم تھا، تعریف وتحلیل میں ان کا جواب نہیں تھا..... آپ کے صرف ونحو کے چودہ اصول مشہور تھے، جن کو ان پر مہارت ہوگئی، سمجھ لیجئے عربی گرائمر میں اسے مہارت ہوگئی، طلبہ کی سہولت کے لئے اُنہوں نے عربی حروف جار اور دیگر حروف کو منظوم کر رکھا تھا، تا کہ یاد کرنے میں آسانی ہو''۔

حضرت کی کتب گرائمر عربی، فارسی وغیرہ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱...... رموز الاجزاء لاستحضار الطلباء (طبع دوم) ۱۹۲۱ء/۱۳۴۴ھ، صفحات ۳۲

۲...... رموز الاجزاء لاستحضار الطلباء، طبع ثالث، مطبوعہ فروری ۱۹۳۲ء، صفحات ۴۸

۳...... عربک ٹیچر یعنی کتاب الصرف جدید، مطبوعہ اگست ۱۹۳۲ء، صفحات ۱۱۲

۴...... منظومۃ النحو اُردو، مطبوعہ جولائی ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء، صفحات ۴۸

۵...... کتاب النحو جدید ملقب بہ عربک ٹیچر، مطبوعہ ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء، صفحات ۱۶۰

۶...... بطاقۃ الاجوبۃ فی حل اسئلۃ العاشرۃ المتبعۃ، مطبوعہ مارچ ۱۹۲۵ء، صفحات ۶۴ (یونیورسٹی کے پرچوں کا حل)

۷...... التراجم الاربعۃ، مطبوعہ ستمبر ۱۹۱۳ء، صفحات ۴۸ (درسی کتب کے تراجم معہ ابتدائی صرف نحو)

۸...... نقشہ صرف کبیر باب اوّل معہ صرف صغیر ابواب ثلاثی مجرد (چارٹ)

۹...... نقشہ ’’الکلام‘‘ (چارٹ)

۱۰...... نقشہ ’’الکلمہ‘‘ (چارٹ)

۱۱...... اُردو گرائمر میں ایک نقشہ ’’نقشہ صرف اُردو‘‘ کے نام سے تیار فرمایا تھا۔

۱۲...... فارسی گرائمر میں ایک رسالہ، سرگزشت گرائمر خان، مطبوعہ ۳۰رفروری ۱۹۱۳ء

علامہ آسی نے نہ صرف اس کتاب کے عربی متن کا اُردو ترجمہ کیا بلکہ متن کی مناسبت سے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت رسائل لکھے جن سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی، رسائل کے نام یہ ہیں:

۱۔ لھفۃ الفیف فی بحث شرائط الجمعۃ بحسب الکلم والکیف (عربی)

۲۔ الفرق بین المذھب والمشرب، کما بین المشرق والمغرب (عربی)

مطلب الآسی:

حضرت علامہ آسی کی دو بیاضیں راقم کے پاس محفوظ ہیں، علاوہ ازیں ایک مضمون ’’گردن توڑ بخار‘‘ مطبوعہ الفقیہ امرتسر، ۲۱راپریل ۱۹۳۵ء بھی راقم کو ملا ہے۔

کلام آسی:

حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام عربی، اُردو اور فارسی میں ملتا ہے، چنانچہ راقم کے پاس جو ذخیرہ ہے ذیل میں اس کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

اردو:

۱...... خیالات آسی، واقعات صلیبی پر ایک نظر، الفقیہ امرتسر، ۱۴رفروری تا ۱۷راپریل ۱۹۴۲ء

۲...... مشرقی سے ایک اہم سوال اور اس کے ہوا خواہوں سے جواب کا مطالبہ، مطبوعہ شمس الاسلام بھیرہ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

۳...... رسالہ منظومۃ النحو (اُردو) مطبوعہ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

۴...... تاریخ وفات حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ مکتوبات مجدد الف ثانی ۱۳۸۴ھ، ص ۱۵

فارسی:

۱...... قصیدۂ مدحیہ حضرت مولانا احمد سعید بیربلوی والد گرامی قدر خواجہ محمد عمر بیربلوی قدس سرہٗ، مطبوعہ انوار مرتضوی، ص ۱۷۱

۲...... قطعۂ تاریخ وفات مولانا غلام مرتضیٰ بیربلوی جد امجد محمد عمر بیربلوی قدس سرہٗ، مطبوعہ انوار مرتضوی، ص ۱۶۶

۳.....قطعہ تاریخ وفات مولانا غلام مرتضیٰ بیربلوی قدس سرہٗ بلحاظ تیاریٔ مقبرہ۔

۴.....فرد بلحاظ مضمونِ بالا از کشکول آسی

۵.....قطعہ تاریخ وفات خلف الرشید نبی بخش بن مولوی علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

۶.....قصیدہ تاریخیہ تازیانہ نقشبندیہ، از کشکول آسی

۷.....قصیدہ مدحیہ از کشکول آسی

۸.....قیل فی انتقال صاحب الکمال مولانا مولوی واستاذی غلام احمد نور اللہ مرقدہ۔

۹.....تاریخ وصال حضرت مولانا مرحوم از کشکول آسی

۱۰.....رثا برعناء وصال پرملال شیخ مٹھو صاحب نور اللہ مرقدہٗ از کشکول آسی

عربی:

۱.....مرثیہ مولانا غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ (بیربلوی) مطبوعہ انوار مرتضوی، ص ۱۵۶

۲.....اشعار فی الاخ واخ الاب از مکتوب علامہ آسی بنام خواجہ محمد عمر بیربلوی قدس سرہٗ

۳.....قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ الفقیہ امرتسر

۴.....قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری مطبوعہ الفقیہ امرتسر

بیاضاتِ آسی:

حضرت علامہ آسی نے حاصل مطالعہ کو تحریر میں لانے کیلئے بیاضیں بھی تیار فرمائیں، ان کو کشکول آسی کا نام دیا، چار جلدوں میں یہ کتاب راقم کے پاس موجود ہے۔

تحریر: میاں ضمیر احمد وسیر آسی

(ساکن راگھو سیداں ضلع حافظ آباد)

(بحوالہ: ماہنامہ ''مہر وماہ'' مطبوعہ دسمبر ۱۹۸۰ء، جنوری ۱۹۸۱ء

یا رسول اللہ ﷺ

یا اللہ جل جلالہ

تاثراتِ علماءِ کرام و مشائخ عظام

عاشق رسول ﷺ منظور نظر حضور داتا گنج بخش پاسبان مسلک امام احمد رضا

خلیفہ اعظم قطب مدینہ ضیاء الدین مدنی پیر طریقت رہبر شریعت

خطیب اعظم پاکستان قطب لاہور فاتح تجدیت سرمایہ اہلسنت یادگار اسلاف حضرت مولانا

الحاج پیر علامہ

محمد الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ

قادری رضوی ضیائی

مرتب:

منظور نظر حضرت علامہ محمد الٰہی بخش قادری رضوی ضیائی

خادم اعلیٰ محمد فاروق احمد قادری رضوی ضیائی

و

اراکین انجمن غلامان قطب مدینہ لاہور

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

شجرہ طیبہ قادریہ رضویہ

۱) سرکار مدینہ نبی کریم رؤف رحیم رحمۃ للعالمین، مالک ومختار، شہنشاہ ابرار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
۲) امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۳) حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ
۴) حضرت سیدنا امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ
۵) حضرت سیدنا امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ
۶) حضرت سیدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ
۷) حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ
۸) حضرت سیدنا امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ
۹) حضرت سیدنا شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰) حضرت سیدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ
۱۱) حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲) حضرت سیدنا ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳) حضرت سیدنا شیخ عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ
۱۴) حضرت سیدنا شیخ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ
۱۵) حضرت سیدنا علی بن احمد ہکاری رحمۃ اللہ علیہ
۱۶) حضرت سیدنا ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ
۱۷) حضرت سیدنا الغوث الاعظم عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸) حضرت سیدنا عبدالرزاق قادری رحمۃ اللہ علیہ
۱۹) حضرت سیدنا ابوصالح عبداللہ نصر رحمۃ اللہ علیہ
۲۰) حضرت سیدنا محی الدین محمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ
۲۱) حضرت سیدنا شیخ علی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
۲۲) حضرت سیدنا میر سید موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
۲۳) حضرت سیدنا شیخ حسن بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
۲۴) حضرت سیدنا احمد جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
۲۵) حضرت سیدنا بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۶) حضرت سیدنا شیخ ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ علیہ
۲۷) حضرت سیدنا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۸) حضرت سیدنا قاضی ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۹) حضرت سیدنا شیخ جمال الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ
۳۰) حضرت سیدنا شیخ محمد کالپوری رحمۃ اللہ علیہ
۳۱) حضرت سیدنا احمد کالپوری رحمۃ اللہ علیہ
۳۲) حضرت سیدنا فضل اللہ کالپوری رحمۃ اللہ علیہ
۳۳) حضرت سیدنا برکت اللہ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ
۳۴) حضرت سیدنا آل محمد مارہروی رحمۃ اللہ علیہ
۳۵) حضرت سیدنا شاہ حمزہ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ
۳۶) حضرت سیدنا آل محمد اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ
۳۷) حضرت سیدنا آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ
۳۸) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۹) حضرت سیدنا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ
۴۰) حضرت علامہ محمد الٰہی بخش قادری رضوی ضیائی رحمۃ اللہ علیہ
۴۱) محمد فاروق احمد قادری

یا اللہ جل جلالہ   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   یا رسول اللہ ﷺ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ   وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

تاثراتِ علماءِ کرام ومشائخ عظام

عاشق رسول منظور نظر حضور داتا گنج بخش پاسبان مسلک امام احمد رضا
خلیفہ اعظم قطب مدینہ پیر ضیاء الدین مدنی پیر طریقت رہبر شریعت
خطیب اعظم پاکستان قطب لاہور فاتح تجاریت سرمایہ اہلسنت یادگار اسلاف حضرت مولانا

الحاج پیر علامہ
محمد الٰہی بخش علیہ رحمۃ اللہ
قادری رضوی ضیائی

منجانب: خادم و مرید حضرت علامہ محمد الٰہی بخش قادری رضوی ضیائی — محمد فاروق احمد قادری رضوی ضیائی، انجمن خدام قطب مدینہ لاہور

تاثرات

- عرض مرتب (محمد فاروق احمد قادری ضیائی)
- مولانا قاضی مظفر اقبال رضوی
- مولانا مفتی گل احمد خان عتیقی
- مولانا حافظ عبدالستار سعیدی
- مولانا عبدالتواب صدیقی
- مولانا محمد منشاء تابش قصوری
- مولانا بدر الزمان قادری
- مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی
- مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
- علامہ حافظ خادم حسین رضوی
- مولانا صاحبزادہ رضائے مصطفیٰ
- مولانا محمد عرفان اللہ اشرفی
- مولانا خلیل احمد قادری
- مولانا عبدالشکور رضوی
- مولانا قاری احمد رضا سیالوی
- مولانا مدد علی قادری
- مولانا محمد سلیمان قادری
- مولانا محمد عمران الحسن فاروقی
- برادر اقبال احمد فاروقی
- مولانا سید خرم ریاض شاہ

مولانا محمد فاروق احمد قادری ضیائی

منظور نظر علامہ الٰہی بخش قادری ضیائی

﴿میرے قائد میرے شیخ کی حیات طیبہ پر مختصر و جامع نظر﴾

حکیم محمد شفیع کے گھر 15 مارچ 1933ء کو لاہور میں علامہ الٰہی بخش قادری ﷫ پیدا ہوئے۔ عرصہ دراز سے آپ کے آباؤ اجداد لاہور میں ہی قیام پذیر تھے۔ والد گرامی تجربہ کار حکیم اور صوفی بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ عالم دین اور مسجد کے امام تھے۔ والدہ صاحبہ نیک خاتون تھیں۔ جن کی بدولت سے آپ کی زندگی پر گہرا اثر پڑا۔ آپ نے قرآن شریف اپنے والد گرامی کے پاس ناظرہ پڑھا اور پھر میٹرک تک تعلیم حاصل کی تا آنکہ پاکستان وجود میں آ گیا۔ تحریک پاکستان کی خاطر جتنے بھی لاہور میں جلسے منعقد ہوئے علامہ صاحب سب میں پیش پیش ہوتے ہوئے۔

آپ نے کئی اکابر سے فیض پایا خصوصاً محدث اعظم کچھوچھہ شریف اور فخر السادات پیر جماعت علی شاہ صاحب کی زیارت سے بارہا مشرف ہوئے۔ علامہ صاحب زمانہ طالب علمی میں سکول میں تقاریر کیا کرتے اور مقابلوں میں کامیابی پر والد صاحب کو لوگ مبارکباد پیش کیا کرتے تھے۔ یہ شوق دیکھ کر گھر والوں نے آپ کو دار العلوم حزب الاحناف داخل کروا دیا۔ آپ نے ابتدائی کتب استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا سید منور علی شاہ (مزار احاطہ گھوڑے شاہ) سے پڑھیں اور درجہ رابعہ اور سادسہ کی اکثر کتب استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عالم صاحب سے پڑھیں۔

دورہ حدیث شریف کی کتب مفتی اعظم پاکستان، استاذ العلماء فخر السادات سید ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی ﷫ سے پڑھیں۔ علامہ صاحب نے اپنے محبوب استاذ حضرت سید صاحب کے حکم پر بہت سی تقاریر فرمائیں۔ بعدہ آپ نے لاہور بورڈ سے فاضل فارسی کیا۔

1961ء میں پی ایم جی آفس لاہور میں UDC مقرر ہوئے۔ 1982ء میں دینی مصروفیات بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے آپ نے محکمہ سے ریٹائرمنٹ لے لی۔ کچھ عرصہ کے بعد اہل باطل کے خلاف بے باک تقاریر کرنے پر گرفتار بھی ہوئے۔ 1962ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور بیٹیاں عطا فرمائے۔

1979ء میں آپ حج کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ حج وعمرہ سے فراغت کے بعد مدینہ شریف تشریف لے گئے۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی کی زیارت کی اور ان کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ حضرت مدنی نے آپ کو غلامی میں قبول فرما کر خلافت اور سند اجازت بھی پہلی ہی ملاقات میں عطا فرما دی۔ اس کے بعد آپ نے 16 عمرے فرمائے اور آخری عمرہ 2008ء میں فرمایا۔ مجھے یہ سعادت ملی کہ آخری عمرے کے بابرکت سفر میں آپ کا ہمنوا تھا۔

علامہ صاحب سے بہت سے بزرگ بڑی محبت کرتے جن میں گنج کرم سید اسماعیل شاہ بخاری کرمانوالہ شریف سرفہرست تھے۔ ایک محفل میں قبلہ شاہ صاحب کی صدارت میں علامہ صاحب کی تقریر ہوئی۔ علامہ صاحب نے [illegible] رسالت کو بھرپور دلائل سے ثابت فرمایا۔ قبلہ شاہ صاحب آپ کے اس بیان سے بہت خوش ہوئے اور آپ کو فرمایا یہ مولانا بڑے مجاہد ہیں۔

میاں رحمت علی صاحب کنگ شریف والی سرکار بھی آپ کے بیانات بڑی محبت سے سنتے تھے۔ علامہ صاحب کو شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد ﷫ سے بڑی محبت وعقیدت تھی۔ حضرت شیر ربانی کا ذکر خیر بھی علامہ صاحب کی تقاریر میں کئی جگہوں پر ملتا تھا۔

آپ نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، مجدد دین وملت، امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد خان کی تعلیمات کو عام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور آپ نے ہر موقع پر رضویت کا فیض عام فرمایا۔ اس لیے رضویت کے تابندہ ستارے ان میں سرفہرست محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری رضوی فیصل آبادی آپ سے بڑی محبت کرتے اور اپنے ہر جلسہ میں اکثر اوقات مرکزی بیان علامہ صاحب ہی کا ہوتا۔ علامہ الٰہی بخش صاحب نے ایک موقع پر فرمایا کہ میں نے لاہور میں چوبرجی کی جامع مسجد میں ایک جلسہ کیا جس میں محدث اعظم تشریف لائے۔ آپ نے اشتہار کا عنوان رکھا ''شہر لاہور میں انوار کی بارش، آمدِ محدث اعظم ﷫''۔ حضرت محدث اعظم نے تقریر فرماتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا کہ ''الٰہی بخش نام کا نام ہے، دعا کی دعا ہے''۔ علامہ صاحب فرمایا کرتے تھے یہ فقرہ میرے لیے قبر وحشر میں کام آئے گا۔

غزالی زماں مولانا سید احمد سعید کاظمی ﷫ آپ کو خصوصی خطاب کے لیے دعوت نامہ بھیجا کرتے اور خود آپ کی تقاریر بڑی محبت سے سنا کرتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔ پیر طریقت محترم المقام پیر خورشید عالم صاحب بھی آپ کی جمعرات کی محفل کی صدات کرتے۔ مولانا حافظ عالم صاحب ﷫ سیالکوٹ میں مرکزی اجلاس میں

آپ کا مجاہدانہ خطاب کرواتے۔ خطیب پاکستان حضرت علامہ مولانا بشیر احمد کوٹلی لوہاراں جو خود بہت بڑے خطیب اور اپنی زندگی میں خطابت کے بادشاہ تھے، وہ بھی آپ کے بیان میں اور ترنم والے اشعار اور علمی وفقہی گفتگو کو بڑے جوش وجذبہ کے ساتھ سماعت کرتے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ﷫ آپ کے ہم عصر اور جماعتی تھے۔ مفتی صاحب جامعہ نظامیہ رضویہ کے اکثر وبیشتر پروگراموں میں آپ کو دعوت دیتے اور آپ کا بیان بڑی چاہت اور مسکراہٹ سے سماعت فرماتے۔ علامہ مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا الشاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا شمس الزمان قادری، مولانا قاری غلام رسول صاحب، مولانا غلام حسین صاحب ترنم اور بے شمار مشائخ اور علماء کرام بھی آپ سے بڑی محبت فرماتے۔

مناظر اسلام علامہ مولانا محمد عمر اچھروی ﷫ بھی آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے، علامہ صاحب کی گرفتاری پر آپ نے ہی ان کی ضمانت دی تھی۔ یہ شرف بھی علامہ صاحب ہی کو حاصل ہے کہ جب مناظر اسلام قصور میں خطیب تھے اور آپ کہیں دوسرے شہر تشریف لے جاتے تو اکثر علامہ صاحب ﷫ کو اپنی جگہ مقرر کر جاتے۔

آپ کی خطابت میں بدعقیدہ لوگوں کے خلاف جاودانی طاقت اور گرجتی ہوئی للکار لاہور اور پورے پاکستان میں گونجتی رہتی تھی۔ جس محاذ پر بھی عقائد اہلسنت پر کسی نے کسی طریقہ سے بھی سازش کی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور نبی ﷺ کی نگاہِ پاک کے صدقے ہر ایک سازش کا بھرپور مقابلہ کیا اور خوب جواب دیا۔

دربار حضور داتا گنج بخش ﷫ میں ہر جمعرات بعد از نماز عصر محفل کا انعقاد کرتے جس میں علماء کرام اور مشائخ عظام کثیر تعداد میں تشریف لاتے اور آخری بیان آپ کا ہوتا جس سے سب لوگ مستفید ہوتے۔

1960ء کے فوراً بعد جامع مسجد محمدیہ غوثیہ میں خطابت کا آغاز کیا اور لاہور میں یہ بات مشہور ہے کہ سب سے آخر میں جمعہ آپ ہی پڑھاتے ہیں۔ قریباً 50 سال وہاں آپ نے خطابت کا جوہر دکھایا اور رافضیوں اور خارجیوں سے سینہ تان کر مقابلہ کیا۔ اہلسنت وجماعت کے عقائد حقہ کو صحیح طریقہ سے لوگوں تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی ﷺ کی عطا سے پیر طریقت حضرت علامہ مولانا الٰہی بخش قادری ﷫ کے مرکزی بیان سے پہلے قریباً 5 سال راقم مختصر وقت کے لیے وہاں بیان کرتا رہا۔ کئی مرتبہ آپ نے مجھے انعام سے نوازا اور آخری دو جمعہ میں آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ اب جمعہ تم نے پڑھانا ہے۔ قریباً دس سال پہلے آپ نے خود اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ میرا ایک مرکز بھی ہونا چاہیے جہاں پر جامع مسجد اور مدرسہ ہو جس میں تعلیم دینیہ کا مکمل انتظام ہو اور میری وفات

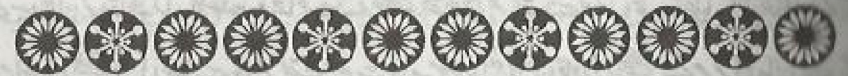
...بعد میرا مرقد یعنی قبر ایسی جگہ بنے جہاں مسجد و مدرسہ ہو۔ علامہ صاحب کے حکم کے مطابق 2 کنال جگہ ہربنس پورہ کے علاقہ میں لی گئی علامہ صاحب ﷫ نے بڑی خوشی سے اس جگہ کو پسند کیا۔ آپ نے ہی اس کا افتتاح بھی کیا۔ جب مسجد کی تعمیر کا کچھ حصہ تعمیر ہو گیا تو آپ نے اپنے دوستوں اور مریدوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا اس جگہ پر ...وں کا آغاز بھی کریں چنانچہ علماء کرام کو بلائیں اور جلسہ منعقد ہوا جس میں آپ بڑی خوشی سے تشریف لائے۔ اس موقع پر کافی مریدوں اور دوستوں کا ہجوم تھا۔ علامہ صاحب ﷫ نے یہاں اعلان فرمایا کہ میرا مزار یہاں پر ہوگا۔

اس بات کی شنید کرنے والے علماء کرام میں قاضی مظفر اقبال صاحب رضوی اور علامہ ارشد رضوی اور دوستوں میں صوفی حکیم محمد ظفر اور صوفی مقصود احمد نقشبندی اور ہزار ہا مرید تھے۔ جب علامہ صاحب کا وصال ہوا تو ان کے صاحبزادوں نے علامہ صاحب کی وصیت کو نہ مانا بلکہ بی بی پاکدامن مزار کے قریب قبرستان کے آخر میں مسجد کے قریب آپ کا مزار بنایا۔

علامہ صاحب ﷫ کی ساری زندگی حق گوئی کرتے ہوئے گزری اور وہ آخری دم تک تقاریر پورے ہوش و حواس میں رہتے ہوئے کرتے رہے اور آپ کا ہر فیصلہ شریعت کے مطابق ہوتا تھا۔

بہر کیف آپ کی نماز جنازہ میں تاحد نظر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا اور بعد از وصال آپ کے چہرہ انور کی ... و بشاشت اور انوار و برکات کا منظر دیدنی تھا۔

چہلم کے پیش نظر قلیل وقت میں صرف لاہور کے علماء و مشائخ کے تاثرات ترتیب دیے گئے ہیں۔ ان شاء اللہ جلد علامہ صاحب ﷫ کی حیات و خدمات کے حوالے سے ایک ضخیم کتاب مرتب کی جائے گی جس میں دنیا بھر کے علماء کرام و مشائخ عظام کے تاثرات بھی شامل ہوں گے۔



مولانا قاضی محمد مظفر اقبال رضوی مصطفوی

لخت جگر، خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ﷫

علامہ الٰہی بخش قادری جامع الصفات شخصیت

خطیب پاکستان، ابوالبیان حضرت مولانا محمد الٰہی بخش قادری رضوی ضیائی ﷫ کو قدرت نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ نہایت ہی شریف النفس، متین، سنجیدہ، بردبار، صابر و قانع اور بے باک شعلہ نوا خطیب تھے۔ موصوف عمر کے آخری لمحات تک دین متین کی تبلیغ میں مصروف عمل رہے۔ وہ مذہب اہل سنت کے مبلغ اور امام احمد رضا فاضل بریلوی ﷫ کے مسلک کے پرچارک و علمبردار تھے۔ سکول سے میٹرک کرنے کے بعد آپ نے والد گرامی نیک صورت، نیک سیرت حکیم محمد شفیع نے اپنے بیٹے کے دینی رجحان اور چھپی ہوئی صلاحیتوں کو جب دیکھا تو انہوں نے اس وقت کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل کروادیا۔ یہاں دینی تعلیم کے زیور نے ان کی چھپی ہوئی صلاحیتوں کو آشکارہ اور روشن کر دیا۔

دوران تعلیم ہی منتہی طلباء کی ایک تنظیم ''اشاعت السنۃ'' کے نام سے وجود میں آئی۔ اس کے ذریعے عوام تک آپ کی آواز پہنچنے کا آغاز ہوا۔ طریقہ کار یہ تھا کہ ہر جمعرات بعد نماز عشاء لاہور کا مشہور تجارتی مرکز کشمیری بازار جب بند ہو جاتا تو جس دکان کے باہر بلب روشن ہوتا وہی اس تنظیم کا بنا بنایا اسٹیج ہوتا۔ تنظیم کے ممبران باری باری تقاریر کرتے۔ لیکن ان سب میں مولانا الٰہی بخش صاحب کی نمایاں حیثیت ہوتی۔ وہ اپنی ولولہ انگیز اور پُر جوش تقریر سے آنے جانے والوں کی نگاہوں کا مرکز بن جاتے۔ بڑھتے بڑھتے یہ مجمع ایک عظیم اجتماع کی صورت اختیار کر جاتا۔ اس نوجوان کی تقریر سے لوگ لطف اندوز ہوتے اور ہر طرف سے واہ واہ کی صداءِ داد بلند ہوتی۔ نعرۂ تکبیر و رسالت سے عوام اپنے ایمانی جذبات کا اظہار کرتے۔

درس نظامی کی تکمیل کے بعد جب آپ کو سند فراغت اور دستار فضیلت کے اعزاز سے نوازا گیا تو حضرت قبلہ شیخ الحدیث والتفسیر، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب ﷫ مہتمم مرکزی انجمن حزب الاحناف کے ارشاد پر اپنی تقریر دل پذیر کے ذریعے سلسلہ رشد و ہدایت باقاعدگی کے ساتھ شروع کیا۔ رفتہ رفتہ آپ

کی شہرت کو چار چاند لگ گئے اور یوں وہ اعلیٰ مقربین کی صف میں شامل ہو گئے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تانہ بخشد خدائے بخشندہ

یوں تو آپ بہت سی خوبیوں کے حامل تھے۔ لیکن سب سے بڑی خوبیاں جنھوں نے آپ کو دوسروں سے ممتاز و نمایاں کر دیا تھا وہ تھی سادگی، للّٰہیت اور دین متین کی بے لوث خدمت۔ تقریر کے لیے جب لوگ وقت لینے آتے تو ان سے نہ کرائے کا مطالبہ، نہ نذرانہ کا اصرار اور نہ ہی کسی مرغوب کھانے کی فرمائش ہوتی۔ جو حاضر ہوا تناول کر لیا۔ جو ملا لے لیا، نہ شکوہ نہ شکایت گویا ﴿ان اجری الا علی اللہ﴾ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آج دنیا کی حرص و ہوس کی زد میں نام نہاد علماء بھی خس و خاشاک کی طرح بہہ رہے ہیں۔ وعظ فروشی کے اس مسئلے نے عوام کو بدظن کر دیا ہے۔ پہلے سے منہ مانگے نذرانے کا تعین، کم ملنے پر منہ بسوڑ لینا اور تاریخ نہ دینا یہ آج کا بہت بڑا المیہ ہے۔ خداوند کریم اس مرض سے ہر مبلغ کو بچنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے تاکہ تبلیغ دین کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اعلیٰ انعام ملنے کے حق دار بن جائیں۔ آمین

۵۷ سال تک یہ مرد درویش اپنی گرج دار ایمان افروز اور باطل سوز آواز میں علم کے گوہر لٹاتا رہا اور لوگوں کے دل و دماغ کو خدائے لم یزل کی حمد، محمد رسول اللہ ﷺ کی توقیر و عظمت، صحابہ کرام کے مقام، اہل بیت عظام کی شان، آئمہ مجتہدین و مجددین، اولیاء کرام اور علماء کرام کی رفعتوں کے گیت گا گا کر محبین کے کانوں میں محبتوں کے رس گھولتا رہا۔

آخر کار ۵۷ سال تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے ۷۸ سال کی عمر میں مخدوم اولیاء حضرت علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش علی ہجویری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سودائی ۹ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ بروز ہفتہ ۲۴ اپریل ۲۰۱۰ کو اس جہان فانی سے جہان باقی کی طرف کوچ کر گیا۔ ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ ۱۰ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ بروز اتوار ۲۵ اپریل ۲۰۱۰ء کو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہو کر چوکھٹ مبارک کو بوسہ دیا اور الوداعی سلام کر کے قبرستان بی بی پاکدامن میں اپنی والدین کے قدموں میں اپنی آخری آرام گاہ میں جاڈیرہ لگایا۔ الٰہی بخش کو الٰہی! بخش۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا مفتی گل احمد عتیقی

استاذ المحدثین، شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ و جامعہ ہجویریہ

﴿علامہ الٰہی بخش قادری حب رسول میں وارفتہ ایک عظیم خطیب﴾

فخر ملت محسن اہل سنت، پیر طریقت علامہ مولانا الٰہی بخش قادری ضیائی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کی ایک قد آور اور نامور شخصیت تھے۔ آپ میں وہ تمام صفات بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں جو ایک کامل الایمان مسلمان میں پائی جانی چاہئیں۔ آپ تحمل و بردباری، زہد و تقویٰ، صبر و استقلال، حسن خُلق و حسن خَلق اور تواضع و انکساری کا پیکر، حسن کردار اور پُر کشش گفتار کا مجسمہ اور مسلک حق اہل سنت و جماعت کے عظیم مبلغ اور ترجمان تھے۔

حب رسول تو ویسے ہر عام و خاص سنی کا طرۂ امتیاز ہے کیونکہ حب رسول ہی روح ایمان اور جان ایمان ہے مگر حب رسول میں وارفتگی آپ کی تمام صفات میں نمایاں تھی۔ آپ کی چال ڈھال، انداز تبلیغ و تقریر اور تحریرات سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جیسی صفات ﴿اشداء علی الکفار ورحماء بینھم﴾ کا مظہر اتم اور ﴿الحب للہ والبغض للہ﴾ کے مصداق اتم تھے۔ آپ کو ہر اس شخص سے پیار تھا جسے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے ساتھ پیار اور آپ کے دل میں ہر اس شخص کا احترام تھا جس کے دل میں سرور کونین ﷺ کا احترام ہو۔ یہ پیار و احترام بھی جنوں کی حد تک تھا کیونکہ آپ کی محبت و عقیدت کا محور و مرکز حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات تھی۔

جس قدر آپ کو رسالت مآب ﷺ کے وابستگان سے محبت تھی اس سے بڑھ کر آپ کو گستاخان رسول اور باطل فرقوں سے نفرت تھی۔ جب سے آپ نے مسند خطابت سنبھالی اس وقت سے زندگی کے آخری لمحات تک آپ کے ایمان افروز اور باطل سوز خطابات نے اہل اسلام کے دلوں میں حب رسول کی شمع کو منور کیے رکھا۔ آپ کے پُر کشش انداز بیان میں حب رسول کی ایسی چاشنی ہوتی کہ ہر اَن پڑھ سے اَن پڑھ سامع کی یہ چاہت اور کوشش ہوتی کہ وہ آپ کا بیان سن کر اپنے دل میں حب رسول کی شمع روشن کرتا رہے۔ حب رسول میں وارفتگی اور گستاخان رسول اور باطل فرقوں سے نفرت آپ کو امام اہل سنت العلامہ المفتی الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے ملی اس لئے آپ کو جنون کی حد تک امام اہل سنت کے ساتھ عقیدت و محبت تھی۔

آج سے تقریباً ایک سال پہلے جب میرا لختِ جگر محمد مہتاب احمد خان چلڈرن ہسپتال میں زیر علاج تھا تو جامعہ ہجویریہ کے سینئر استاد علامہ خلیل احمد نے گلشن راوی سے ایک نوجوان کو گاڑی دے کر بھیجا کہ وہ میرے لختِ جگر کو چلڈرن ہسپتال لے جائے۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے مولانا محمد فاروق احمد صاحب گاڑی لے کر اسلام گنج میری رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ گاڑی کے مالک وڈرائیور محمد فاروق صاحب کے چہرہ بشرہ سے روحانیت کے آثار محسوس ہو رہے تھے۔ بیٹے کے چیک اپ کے بعد راستے میں انہوں نے خطیب پاکستان بلکہ خطیب اسلام کی جوانی کے دور کی کیسٹ لگائی۔ آپ کے پرکشش بیان خصوصاً امام اہلسنت المفتی الشاہ احمد رضا خاں قادری کے پرکشش انداز وخوبصورت آواز میں پڑھے جانے والے نعتیہ اشعار نے بیمار بیٹے کی بیماری کے تمام غم بھلا دیے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ہم بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہو رہے ہیں۔

؎ ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں

علامہ صاحب اکابر علماء ومشائخ اہلسنت کا بے حد احترام کرتے۔ یہ ہی نہیں اگر کسی ادنیٰ سے ادنیٰ دینی طالب جس کے ساتھ مولوی یا مولانا کا لقب لگ جاتا آپ اس کا بھی بہت احترام فرماتے۔ آپ یادگار سلف تھے' آپ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالفضل مولانا محمد سردار احمد صاحب قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح پیکر جود وسخا بھی تھے اور فنافی الرسول بھی۔ آپ کی تمام عمر دلائل کے ساتھ باطل قوتوں کو للکارتے ہوئے گزری۔ آپ امام اہل سنت مفتی عالم اسلام کے درج ذیل شعر کا مظہر اتم معلوم ہوتے ہیں۔

؎ کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

آپ کے وصال سے اہل سنت کو ناقابل تلافی نقصان ہوا۔ آپ جیسی شخصیات صدیوں بعد ہی پیدا ہوتی ہیں۔ آپ کے وصال سے دنیائے اہل سنت ایک ایسے عظیم خطیب ومبلغ سے محروم ہوگئی جن کے وعظ کا ہر ہر جملہ اور ہر ہر لفظ حب رسول میں وارفتگی کا مظہر ہوتا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بوسیلہ سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء آپ کی قبر کو منور اور ٹھنڈا فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس میں اپنے جوار رحمت میں جگہ فرمائے۔ آپ کے پسماندگان' خویش واقارب اور معتقدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین ﷺ

مولانا حافظ عبدالستار سعیدی

استاذ المحدثین ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور

علامہ الٰہی بخش قادری سرمایۂ ملک وملت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ،نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مخدوم اہلسنت' سرمایہ ملک وملت' خادمِ اسلام وشریعت' دانائے رموز معرفت' پیر طریقت' حضرت علامہ مولانا الٰہی بخش قادری رضوی ضیائی کی رحلت پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے بالعموم اور مسلمانان پاکستان کے لیے بالخصوص عظیم سانحہ اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔

علامہ صاحب مرحوم بلند پایہ مبلغ' موثر خطیب' بالغ نظر مصلح، وسیع المطالعہ عالم اور عالی مرتبت مرشد تھے۔ آپ کے خطاباتِ جلیلہ وتقاریر میں جہاں عقائد وافعال' اخلاقِ کریمانہ، تزکیۂ نفس اور حقوق العباد کے بارے میں بھی کافی وشافی راہنمائی مہیا ہوتی تھی وہیں آپ کے خطبات ومواعظ مقتضائے حال ومقتضائے وقت کے عین مطابق ہوتے۔ موقع ومحل کے مطابق انتخاب موضوع کا آپ کو ملکہ کاملہ حاصل تھا۔ مرحوم کی تقاریر آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اقوال وارشاداتِ اسلاف کے حوالہ جات سے مزین ہوا کرتی تھیں۔ مضمون کی مناسبت سے بروقت اور پُرسوز لہجے میں اشعار بھی پڑھا کرتے تھے جس سے تاثیر دوچند اور لطف دوبالا ہو جاتا۔ الغرض علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب خطابت منفرد تھا' جس کے آپ خود موجد وبانی تھے۔

ملک کے اطراف واکناف میں تبلیغی دوروں کے علاوہ تقریباً نصف صدی تک حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ہر جمعرات بعد از نمازِ عصر منعقد ہونے والی محفل میں بڑی پابندی سے حاضری دیتے اور پُرمغز خطاب فرماتے رہے۔ آپ کے خطاب میں اگرچہ جمالی کیفیت بھی ہوتی مگر جلالی رنگ غالب تھا خصوصاً جب گستاخان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور منکرین عظمت صحابہ وشانِ اہل بیت کے نظریات باطلہ کا ابطال اور اقوال خبیثہ کا رد فرما رہے ہوتے تو اس وقت آپ کا جلال پورے عروج پر ہوتا تھا اور ﴿واغلظ علیھم﴾ کا مظہر اتم نظر آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین



مولانا محمد عبدالتواب صدیقی

مناظر اسلام شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

علامہ الٰہی بخش قادری نامور خطیب و بے باک مقرر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

حضرت مولانا محمد الٰہی بخش ضیائی قادری ایک نامور خطیب اور بے باک مقرر تھے۔ آپ حق گوئی فرماتے یعنی باطل عقائد رکھنے والے لوگوں سے خوف نہیں کھاتے تھے بلکہ ایسے مقامات پر جہاں بدمذہبوں کا خوف ہوتا وہاں ان کا ضرور رد فرماتے۔ حتیٰ کہ اگر انتظامیہ منع بھی کرتی تو فرماتے بدمذہبوں کے رد سے جہاں مجھے روکا جائے وہاں میں ضرور رد کرتا ہوں میری زندگی کا یہی مشن ہے۔

حضور قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، حجۃ الکاملین سیدنا مخدوم علی ہجویری حضرت داتا گنج بخش ؒ سے آپ کو بڑی عقیدت تھی۔ آپ تقریباً ہر جمعرات کو بعد از نماز عصر ہونے والی محفل میں کثرت سے شرکت فرماتے۔ فقیر نے علامہ کو تقریباً 1962ء سے وہاں حاضر ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ کبھی کبھار ہم دونوں ایک جگہ میں خطاب کے لیے اکٹھے ہوتے تو مولانا میرے بعد تقریر فرماتے۔

آپ کی تقاریر میں لوگ ذوق وشوق سے شرکت فرماتے تھے۔ لاہور شہر میں سکونت فرمانے والے نامور علماء میں آپ کا نام آتا تھا اور پورے پاکستان میں آپ کی تقاریر ہوتی تھیں لوگ آپ کی تقاریر سے مستفیض ہوتے تھے۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو اپنے شیخ حضرت قطب مدینہ ؒ کے قربت میں جگہ عطا فرمائے اور مولانا محمد فاروق احمد صاحب کو ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔



مولانا محمد منشاء تابش قصوری

صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

علامہ الٰہی بخش قادری استاذ الخطباء

مدینۃ الاولیاء لاہور کو برِ اعظم ایشیا میں کئی جہتوں سے ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس وقت (1431ھ/2010ء) لاہور کی آبادی تقریباً ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اوسطاً اس شہر میں دس ہزار مساجد ہیں اس لئے اسے مدینۃ المساجد سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ تاریخی اور معروف خانقاہوں نے بھی اس شہر کی عظمت کو چار چاند لگا رکھے ہیں خصوصاً سید الاولیاء حضرت شیخ داتا گنج بخش ؒ کی نسبت سے تو اسے داتا کی نگری سے خوب شہرت نصیب ہے اور اس مرکز انوار و تجلیات میں ہر وقت عشاق کا جم غفیر حاضری سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔

جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش، لاہور کی تاریخی مساجد میں اولیت کا شرف رکھتی ہے۔ یہاں خطیب ملت (علامہ الٰہی بخش قادری ضیائی) نے علماء کرام کی خطیبانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرانے کے لیے تربیتی کورس شروع کیا جو نماز عصر سے مغرب تک جاری رہتا۔ اس کورس کی برکات سے لاتعداد ائمہ مساجد اور حفاظ کرام مستفید ہوئے اور اپنے اپنے مقام پر بطور واعظ و مقرر احسن طریقہ سے عوام کو مسائل شرعیہ اور مسلک حق اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت کے لئے سودمند ثابت ہوئے۔

لاہور کے نامور خطباء میں مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی، حضرت مولانا غلام دین صاحب، حضرت مولانا محمد شریف نوری صاحب علیہم الرحمۃ کی مقبولیت و شہرت مسلّم تھی، ان کے بعد خطیب ملت حضرت مولانا الحاج پیر الٰہی بخش ضیائی قادری رضوی کا نام نامی اسم گرامی تاریخی خطباء کی نورانی فہرست میں آتا ہے۔

علامہ الٰہی بخش ؒ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور پھر دہلی دروازہ میں دارالعلوم حزب الاحناف سے سند فراغت سے بہرہ مند ہوئے۔ آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکات اشرفی قادری ؒ کا نام آپ کی ثقاہت علمی پر دال ہے۔ آپ کے جماعتی علماء میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ؒ ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، حضرت پیر الحاج مبارک محی الدین قادری گجراتی ؒ اور زینت القراء حضرت الحاج قاری غلام رسول صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

علامہ الٰہی بخش قادری ضیائی ﷫ نے نہ صرف لاہور میں اپنی خطابت کا جادو جگایا بلکہ پورے پاکستان بمعہ آزاد کشمیر کے شہروں میں بھی اپنی خطیبانہ حیثیت کا سکہ بٹھایا۔ آپ کے ساتھ راقم السطور کو بھی کئی مقامات پر بڑے بڑے جلسوں سے خطابت کا موقعہ میسر آیا۔ بعض اوقات فرماتے مجھے پہلے وقت دیجیے کیونکہ دوسری جگہ بھی جانا ہے۔ مریدکے ''مسجد حیات النبی'' مزار بابا گاماحیات میں آپ کا آخری خطاب میری صدارت میں ہوا۔ اپنے ساتھ اپنی قابل قدر تصنیف ''المعراج'' لائے اور تعارفی اعلان فرمایا۔ چند دوستوں نے کتاب لطیف حاصل کی اور باقی تمام کتابیں راقم نے رقم ادا کر کے دوستوں میں تقسیم کر دیں۔

شب وروز پروگراموں کے باعث دور دراز علاقوں میں خطابت کے باوجود بھی آپ نے متعدد مفید ترین اور کارآمد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان میں چار جلدوں پر مشتمل آپ کے روح پرور، دلکش اور ایمان افروز خطبات ہیں جو رہتی دنیا تک آپ کے حسنات جمیلہ میں اضافہ کرتے رہیں گے۔ پہلے پہل آپ نے ان خطبات کے چودہ سو صفحات پر مشتمل رجسٹر میرے پاس نظر ثانی کے لئے بھیجا۔ جہاں تک ممکن تھا میں نے اسے دیکھا اور آپ کی خواہش کے مطابق رنگ بھرنے کی کوشش کی۔ بعدہٗ صوفی محمد منشاء صاحب اور مولانا محمد فاروق احمد قادری رضوی زیدہ مجدہٗ نے اسے طباعت واشاعت سے آراستہ کیا۔

ایک نہایت ہی نرالی اور انوکھی تصنیف ''حسن یوسف'' کے نام سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی جسے طباعت کے لحاظ سے آپ کی حیات مبارکہ کی آخری تصنیف قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ نہایت عمدہ پیرائے میں ''سورۂ یوسف'' کی مختصر مگر جامع تفسیر ہے۔ جو واعظین ومقررین کے لیے گائیڈ کی حیثیت رکھتی ہے۔

11 اپریل 2010ء بروز اتوار حضرت داتا گنج بخش ﷫ کے مزار پُر انوار کے سائے میں ہزاروں عوام و خواص اور علماء کرام ومشائخ عظام کی موجودگی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور صلوٰۃ وسلام کی گونج میں آپ کو آخری آرامگاہ کی زینت بنا دیا گیا۔ گویا کہ فطرۃً آواز آ رہی تھی۔

عرش پہ دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھا وہ طیب و طاہر گیا

دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے روحانی برکات کو ہمیشہ جاری رکھے اور آپ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔



مولانا محمد بدرالزمان قادری رضوی
پرنسپل جامعہ ہجویریہ لاہور

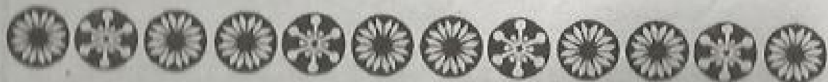
علامہ الٰہی بخش ﷫ عالم باعمل

ساٹھ کی دہائی کے اوائل میں جب سکول سے واپسی ہوتی تو بندروڈ لاہور کی جامع مسجد میں اکثر وبیشتر ایک دلکش اور جاذب نظر ہستی والد گرامی شیخ الحدیث مولانا شمس الزماں قادری ﷫ کے ساتھ نظر آتی۔ اس ہستی کے خدوخال، گفتگو کی دلکش آواز کی گھن گرج آج بھی یادوں کا حصہ ہے۔ وہ ہستی حضرت علامہ پیر محمد الٰہی بخش ﷫ کی تھی۔ کبھی دونوں احباب گھنٹوں بیٹھے ملک وملت کی زبوں حالی کا تذکرہ کرتے، کبھی ملکی سیاسی افق پر ہونے والی تبدیلیوں پر فکرمند، کبھی حکمرانوں کے ناپسندیدہ فیصلوں پر موثر حکمت عملی کی تیاری، کبھی علماء اہلسنت کے حقوق کی جنگ، غرض کونسا درد تھا جو دونوں احباب کے دل میں نہ تھا۔

علامہ الٰہی بخش ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے بے مثل مقرر اور بے لوث کارکن کی حیثیت سے زندگی بسر کی۔ حق گوئی وبے باکی ان کا شعار تھا۔ حق بات کہنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔

آپ عالم باعمل تھے۔ زندگی کے آخری سال دربار حضرت داتا گنج بخش پر وعظ وتبلیغ کرتے صرف کیے۔ دربار کے احاطے میں جہلاء کے ہجوم منتشر کیے اور وہ لوگ جو دین کے نام پر گمراہی پھیلا رہے تھے اور اولیاء اللہ کی تعلیمات کی دھجیاں بکھیر رہے تھے اُن کا سدباب کیا اور عامۃ الناس کو حقیقی تعلیمات اولیاء سے روشناس کرایا۔

راقم جب بھی جامعہ ہجویریہ سے فارغ ہو کر ملاقات کے لیے جاتا تو مل کر آبدیدہ ہو جاتے اور یادرفتگاں کو تازہ کرتے، اپنی عمر کی نادر لمحات جو تبلیغ دین اور مسلک حق کی سربلندی کے لیے صرف ہوئے تھے بالخصوص ان کا ذکر فرماتے۔ ان کے وصال سے یقیناً ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے جو کہیں پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔ تاہم وہ اپنی تبلیغی مساعی اور تصانیف کے ذریعے ہمیشہ زندہ رہیں گے اور لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور بلندی درجات عطا فرمائے۔ آمین



مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی

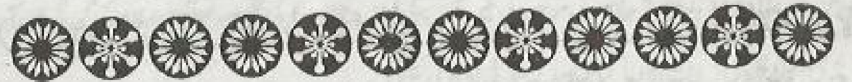
شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ، رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

﴿علامہ الٰہی بخش قادری دنیائے خطابت کا بے تاج بادشاہ﴾

یوں تو خطابت کے میدان میں بے شمار خطباء مسحور کن خطابت کے ذریعے مَن کا جادو جگا رہے ہیں لیکن ایک ایسی خطابت جس میں دین کی تبلیغ بھی ہو، اثر آفرینی بھی ہو، خطیب کا عمل اس کی گفتگو کی پشت پر ہو، ایسے خطباء عنقاء نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔

ان کم یاب لوگوں میں ایک روشن نام حضرت علامہ الٰہی بخش ضیائی قادری ؒ کا بھی ہے؛ جن کی خطابت میں امت مسلمہ کی راہنمائی بھی تھی، حق گوئی کا عنصر بھی نمایاں تھا اور سادگی ان کی رگ وپے میں سرایت کر چکی تھی۔

انہوں نے دین اسلام اور مسلک اہل سنت کی خدمت کا جو فریضہ انجام دیا ہے وہ تاریخ کا ایک زریں ورق ہے۔ تکبر وغرور اُن کے قریب بھی نہ پھٹک سکا۔ اعلیٰ اخلاقی اقدار کا وہ عمدہ نمونہ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات میں بلندی عطا فرمائے اور ملت اسلامیہ کے فضلاء کو آپ کی زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

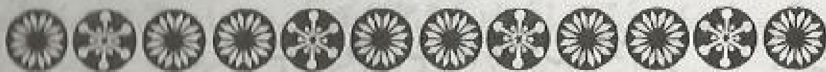


مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

بانی ادارہ صراط مستقیم، ناظم اعلیٰ: جامعہ جلالیہ رضویہ لاہور

﴿علامہ الٰہی بخش قادری سفیر عقیدہ اہلسنت﴾

حضرت علامہ الٰہی بخش ضیائی صاحب ایک عاشق رسول ﷺ، مبلغ اسلام، مصلح قوم، پیر طریقت اور سفیر عقیدہ اہلسنت تھے۔ وہ سادہ مزاج، متواضع، پارسا اور راست گو انسان تھے۔ وہ افکار حضرت مجدد الف ثانی ؒ اور افکار حضرت امام احمد رضا خان قادری ؒ کے بے باک ترجمان تھے۔ ان کی خطابت نے لاہور کی سرزمین پر کئی شورشوں کا مقابلہ کیا۔ ان کے خطبات بد عقیدہ لوگوں اور ان کے حاشیہ نشینوں کے لیے ایک تازیانے کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ ﴿الحب للہ و البغض للہ﴾ کی چلتی پھرتی تصویر نظر آتے تھے۔ مخدوم امم حضرت داتا گنج بخش ہجویری ؒ کے دربار شریف کی فضاؤں میں کئی سالوں تک آپ کی صدائے حق گونجتی رہی۔ آپ نے شریعت وطریقت کی برسات سے ماحول کو سیراب کیا۔ آپ کے مریدین پر آپ کی تربیت کا اثر نظر آتا ہے۔ آپ جیسے راسخ فکر، صحیح العقیدہ، متوازن اور محنتی خطیب کی یاد تادیر لوگوں کو تڑپاتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے۔ آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کو فردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ رب ذوالجلال آپ کے صاحبزادگان و وابستگان اور مریدین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔



علامہ حافظ خادم حسین رضوی

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، امیر فدایان ختم نبوت پاکستان

﴿شجر رستوں سے کٹتے جا رہے ہیں
سائے سروں سے ہٹتے جا رہے ہیں﴾

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

خطیب پاکستان حضرت علامہ الٰہی بخش قادری ضیائی رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں ''خطیب پاکستان'' تھے۔ آپ نے پاکستان کے طول وعرض میں باطل عقائد ونظریات کا رد کر کے عقائد اہل سنت وجماعت کا بھرپور دفاع فرمایا۔ نصف صدی سے زائد آپ نے ملک وملت کی نظریاتی سرحدات کی حفاظت کی۔

آپ صرف خطیب ہی نہیں بلکہ طریقت ومعرفت کے بھی شناور تھے۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت، قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو پہلی ہی ملاقات میں بیعت کرنے کے بعد خلافت سے نواز کر آپ کی علمی اور روحانی صلاحیتوں کو اہل علم پر آشکارہ کیا۔

آپ بیک وقت صوفی باصفاء، عالم ربانی، مبلغ اسلام، خطیب نکتہ داں اور واعظ خوش الحان شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ رب العزت نبی کریم ﷺ کے طفیل آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین ﷺ

وہی بزم ہے وہی دھوم ہے وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اُسی چاند کی ہے جو تہہ مزار چلا گیا



مولانا محمد رضائے مصطفیٰ نقشبندی

صدر تحفظ ناموس رسالت محاذ، ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور

﴿علامہ الٰہی بخش قادری مرد مجاہد﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا الٰہی بخش قادری ضیائی علیہ الرحمہ کا وصال اہل اسلام بالخصوص اہل سنت وجماعت کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے۔ تمام اساتذہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ حضرت کے صاحبزادگان وجملہ ارادت مندگان سے دلی ہمدردی اور تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت مولانا کی ساری زندگی مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت میں بسر ہوئی۔ آپ نے کم وبیش نصف صدی کے قریب قریب شاندار انداز میں دین کی تبلیغ کی۔ آپ کی گفتگو سے دینی ودنیاوی تعلیم کے حامل ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے علم دوست برابر فیض یاب ہوتے۔ آپ نے اپنے سلسلہ خطابت کو حصول دنیا کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ بے لوث خدمت کی۔ آپ کی گفتگو ہر سننے والے کو صلح کلیت وبے دینی وغیرہ کی غیر یقینی اور پستی سے نکال کر ایمانی غیرت سے مالا مال کرتی۔ بعض مواقع پر آپ کے محبت میں ڈوبے ہوئے جملے بڑے ہی سبق آموز ہوتے تھے۔

مولانا جو بات کہتے دل سے کہتے، ان کا ظاہر وباطن ایک جیسا تھا۔ وہ ان بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے تحریک پاکستان میں بنفس نفیس حصہ لیا۔ مسلمانوں کے گھر جلتے ہوئے، مسلمانوں کے لہو کی ندیاں بہتی ہوئیں، عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم ہوتے ہوئے، مہاجروں کو ٹھوکریں کھاتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ان کا دل درد سے بھرا ہوا تھا اور وہ نوجوان نسل کو تحریک پاکستان کے اس پر آشوب دور کی یاد دلاتے تھے۔

آپ نے ساری زندگی آپ نے حکمرانوں کی جی حضوری نہیں کی۔ علامہ صاحب حق بات پوری جرأت سے کہتے اور آپ کی للکار ایک مرد مجاہد کی للکار ہوتی۔ پاکستان بننے کے بعد مولانا دم آخر تک ہر دینی تحریک میں بھرپور طریقے سے شامل رہے آپ نے اپنی تقریر وتحریر سے ولولوں کا ایک ہجوم اہل درد میں تقسیم فرمایا۔

خدا کرے مولانا کا فیضان ان کے جملہ ارادت مندوں اور صاحبزادگان کی صورت میں باہمی الفت ومحبت کے ساتھ شاندار طریقے سے جاری وساری رہے۔

مولانا محمد عرفان اللہ اشرفی

شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ لاہور

﴿علامہ الٰہی بخش قادری جید اور نامور عالم دین﴾

ہر ذی روح کے لیے خاک دانِ ارضی کا قیام عارضی اور محض عارضی ہے۔کوئی کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ گزار لے بالآخر اسے یہ فانی اور عارضی گھر چھوڑ کر عالم بقاء میں پہنچنا ہے۔ باقی رہنے والی ذات تو صرف اللہ رب العالمین کی ہے ﴿کل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذوالجلال والاکرام﴾

الموت قدح کل نفس شاربوها　　　　والموت باب کل نفس داخلوها

یوں تو دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف قافلے تیزی سے رواں دواں ہیں لیکن ان میں کچھ ایسے افراد بھی داغ مفارقت دے جاتے ہیں جن کی رحلت صرف ایک فرد یا خاندان کے لیے باعث غم نہیں ہوتی بلکہ ﴿ موت العالِم موت العالَم ﴾ کی مصداق ہوتی ہے۔ اہل علم وفضل اور اربابِ فکر ونظر یکے بعد دیگرے اٹھتے جا رہے ہیں۔ کتنی ہی باغ وبہار شخصیات داغ مفارقت دے گئیں کہ آج ان کی یادیں قلب وروح کو تڑپا جاتی ہیں۔ اہل دل، اہلِ درد اور پرانی وضع کے علماء جن کا خمیر سادگی، تواضع اور علم سے اٹھایا گیا، تیزی سے رخصت ہو رہے ہیں اور قحط الرجال کے اس پُرفتن دور میں تاریکی اور گھٹن بڑھتی جا رہی ہے۔

گذشتہ دنوں اہل سنت کے جید و نامور عالم دین حضرت علامہ الٰہی بخش صاحب ضیائی رحمۃ اللہ علیہ راہی ملک بقاء ہو گئے۔موصوف بہترین خطیب اور گوناگوں اوصاف کے حامل تھے۔ان کی رحلت سے جو دلی صدمہ پہنچا ہے اس کا اظہار قلم کی زبان سے ممکن نہیں۔ بقول شاعر

رحلت وخلّفت القلوب جریحه　　　　تذوب و جیش الصبر قد قلّ جنده

اللہ تعالیٰ ان کو اپنے مقامِ قرب میں پیہم ترقی درجات عطا فرمائے۔﴿اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه و اکرم نزله ووسع علیه مدخله اللهم ابدله دارا خیرا من داره واهلا خیرا من اهله. اللهم اجعله من ورثة النعیم واجعل مرقده روضة من ریاض الجنة وادخله الجنة جنة الفردوس بغیر حساب﴾ آمین بجاہ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ اجمعین

مولانا خلیل احمد قادری

شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ لاہور، ناظم اعلیٰ بزم سید ہجویر داتا دربار لاہور

﴿علامہ الٰہی بخش قادری آفتاب شریعت وطریقت﴾

شجر رستوں سے کٹتے جا رہے ہیں　　　　سائے سروں سے ہٹتے جا رہے ہیں
گلشن سے پھول گیا اور رنگ چھوڑ گیا　　　　چمک بکھیر کے آنکھوں کو دنگ چھوڑ گیا
کل اس کی آنکھوں نے کیا زندہ گفتگو کی تھی　　　　گمان تک نہ ہو کہ وہ بچھڑنے والا ہے
گر لاکھ برس جیئے تو پھر مرنا ہے　　　　پیمانہ عمر اک دن بھرنا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

اما بعد!

وہ آفتاب شریعت وطریقت غروب ہو چکا جس کی ضوء سے بے پناہ لوگ مستفید ہوئے۔الحمد للہ راقم بحیثیت طالب علم بھی ان سے مستفید ہوتا رہا۔ ہر جمعرات کو بعد از نماز عصر اس وقت تک قلبی سکون محسوس نہ ہوتا جب تک اس ہستی کا وجدانی ایمانی خطاب نہ سنا جاتا، جس ہستی کو خطیب پاکستان حضرت علامہ الٰہی بخش قادری ضیائی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بندہ نے جناب کی معیت میں سیدوالہ جامعہ قادریہ رضویہ اور گوجرانوالہ کی محافل میلاد شریف میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔اس کے علاوہ جب بھی زیارت کا شرف ملا تو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ اقدس کے سامنے مریدین کے درمیان جلوہ افروز پایا۔آج اگرچہ مریدین وہاں کثیر تعداد میں آپ کے سجادہ نشین حضرت عزیزم مولانا فاروق قادری ضیائی کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن آج وہ عاشق رسول کا نورانی چہرہ جو کبھی مدارس میں کبھی مساجد کی زینت بنتا تھا ہم سے غائب ہے۔

وہی بزم ہے وہی دھوم ہے وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اسی چاند کی ہے جو تہہ مزار چلا گیا

الحمد للہ حضور خطیب پاکستان ایک عالم باعمل اور پیر طریقت تھے۔ موجودہ دور میں ہمارے معاشرے

میں جاہل پیروں کا طبقہ ایک ایسا رِستا ہوا ناسور ہے جس کا کوئی علاج نہیں ۔ غالباً ایسے ہی پیروں کے متعلق شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے کیا خوب کہا تھا

با مریداں روز و شب اندر سفر
از ضرورتہائے ملت بے خبر

لیکن الحمد للہ خطیب پاکستان اس ہستی کے دست بیعت تھے جنہیں قطب مدینہ حضور ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے ۔ الحمد للہ بندہ نے خود گناہگار آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خطیب پاکستان ساری زندگی ہر جمعرات کو آستانہ عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر مخلوق خدا کو روحانی فیض تقسیم کرتے نظر آتے تھے ۔ اس کا اثر آج بھی دکھائی دے رہا ہے کہ آپ کے اکثر مریدین الحمد للہ باشرع اور منہ پر سنت رسول سجائے نظر آتے ہیں ۔ ایک جاہل نام نہاد اور پیر حدی میں یہی فرق ہے ۔ ارشاد نبوی ہے کہ ﴿من احیا سنتی فقد احبنی ومن احبنی فقد احبنی اللہ﴾ ترجمہ: ''جس کسی نے میری سنت زندہ کی اس نے رشتہ محبت میرے ساتھ قائم کر لیا اور جس نے میرے ساتھ رشتہ محبت قائم کیا وہ محبوب الٰہی بن گیا'' ۔ الحمد للہ خطیب پاکستان جس اسٹیج پر تشریف لے گئے حق کا دامن نہ چھوڑا اور کلین شیو نعت خوانوں سے متاثر نہ ہوئے بلکہ ان کو سمجھانے کی کوشش کی۔

تنبیہ: اہلسنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نعت گوئی اور نعت خوانی عبادت ہے لیکن اُن کے لیے جو متشرع ہیں' فرائض و واجبات اور سنتوں کی پابندی کرتے ہیں ۔ ایسے نعت خوانوں کی حوصلہ افزائی فروغ نعت کے لیے ضروری ہے لیکن جو لوگ شریعت کی پابندی نہیں کرتے روزانہ داڑھی چٹ کرواتے ہیں' نماز کی پرواہ نہیں کرتے ایسے ثناء خوانوں کو پیسے دینا گناہ ہے ۔ فرمان الٰہی ہے ﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ ترجمہ: ''گناہ اور زیادتی پر کسی کی مدد نہ کرو'' ۔ جو نعت خوان داڑھی منڈواتے ہیں ان کو اگر روپے دیئے جائیں وہ انہی روپوں سے داڑھی منڈوائیں گے لہٰذا یہ گناہ پر مدد ہوگی ۔ داڑھی منڈوانا حرام ہے اور حرام پر تعاون بھی حرام ہوتا ہے ۔ افسوس! صد افسوس ہے کہ ایسی محافل سے اہلسنت کو خاصا نقصان پہنچا ہے کیونکہ جس دولت نے مدارس اہلسنت کی تعمیر و ترقی پر خرچ ہونا تھا وہ ان جہلاء کی جیبوں میں چلا گیا۔ مزید برآں محفل کو آخر تک جمانے کے لیے عمرے کے ٹکٹوں کا اعلان کیا جاتا ہے ۔ لوگ اس لالچ میں پوری رات بیٹھے رہتے ہیں جس کے نتیجے میں نماز فجر قضا ہوتی ہے ۔ ایک مستحب کام کے لیے فرض عین کو ضائع کر دیا۔ اصل مسئلہ پر غور کریں جو فرائض کا تارک ہو اس کے واجبات قبول نہیں اور جو واجبات کا تارک ہو اس کی سنتیں قبول نہیں اور جو سنت کا تارک ہو اس

کے مستحبات قبول نہیں ۔ اب غور کریں جب نعت خوانی مستحب ہے اور داڑھی رکھنا سرکار ﷺ کی مبارک سنت ہے تو داڑھی منڈے کی مستحب نعت خوانی اللہ اور اس کے رسول اعظم ﷺ کی بارگاہ میں کب قبول ہو سکتی ہے اور تارک فرض عین کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ دعویٰ کرے کہ میں محب رسول ہوں اور جذبہ محبت سے سرشار ہو کر نعت پڑھ رہا ہوں ۔ گو نعت حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی سنت ہے لیکن خطاب بھی تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

لیکن الحمد للہ خطیب پاکستان کو بندہ نے کئی مرتبہ داڑھی منڈے نعت خوانوں سے سپیکر چھینتے دیکھا ہے جو تائید حق اور طریقہ اکابر پر چلنے کی واضح مثال ہے ۔ اس لیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا

؎ کبھی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

؎ سالہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود
باید اندر خراسان یا اویس کہ در قرن

الحمد للہ خطیب پاکستان عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایسے مقرر تھے جس کی مثال حضرت علامہ محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ عنایت اللہ آف سانگلہ ہل کے بعد شاید نہ مل سکے جن کی تقریر سے ہزاروں بدمذہب سنی بن گئے ۔ آپ ایسے مقرر تھے جو منبع علم و معرفت تھے ۔ آج کل کے مقررین میں سے کسی سے کوئی علمی مسئلہ پوچھا جائے تو جواب ملتا ہے میں عالم نہیں ہوں' جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک مقرر کا عالم ہونا ضروری نہیں۔

دور حاضر کے مقررین کی اکثریت کا مبلغ علم صرف کیسٹیں ہیں ۔ اس لیے اگر کوئی بندہ ان سے جلسے میں کوئی نادر موضوع پر تقریر کروائے جو غیر مشہور ہے تو تاریخ نہ دیں گے کیونکہ اس موضوع پر ان کے پاس کیسٹ یا سی ڈی نہیں ہوتی ۔ لیکن علامہ صاحب کی ہستی وہ ہے کہ جن کی تقریریں سن کر لوگ تقریر کرتے ہیں ۔ اس کی وجہ واضح ہے کہ آپ مستند عالم دین تھے جو خود سند کی حیثیت رکھتے تھے ۔ اس کا بیّن ثبوت آپ کی تصانیف ہیں جو کہ درج ذیل ہیں ۔ 1 معراج النبی ﷺ 2 شعبان المعظم میں خدائی رات 3 سورۂ یوسف کی تفسیر بنام حسن یوسف 4 خطبات قادریہ ضیائیہ۔

آخر میں تمام عقیدت مندوں اور مریدین سے گزارش ہے کہ سنت نبوی ہے کہ کوئی بزرگ دنیا سے رخصت ہو جائے اس کو جس سے عقیدت ہو اس سے عقیدت رکھنا بھی سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے ۔ میری مراد علامہ محمد فاروق ضیائی ہے جنہوں نے سفر و حضر میں پُر اخلاص علامہ صاحب کی خدمت کی ہے ۔ تمام مریدین اگر سنت نبوی کو زندہ رکھیں گے تو ضرور ان سے مستفید ہوں۔

مولانا پیر عبدالشکور رضوی

مہتمم مدرسہ شکوریہ رضویہ

علامہ الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

1979ء کی بات ہے کہ حج مبارک کے لیے لاہور سے بذریعہ ریل گاڑی اور پھر کراچی سے بحری جہاز کے ذریعے 9 دن سفر کر کے جدہ اُترے۔ مکۃ المکرمہ پہنچے اور عمرہ مبارک ادا کیا۔ عمرہ مبارک کی ادائیگی کے بعد معلم نے کہا مکۃ المکرمہ میں جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ ہم بھی باہر نکلے اور محلہ مسفلہ کی زیارت کر رہے تھے کہ عاشق رسول علامہ الٰہی بخش صاحب ﷺ کی بھی زیارت ہوگئی۔ دوران ملاقات سفر رہائش کے متعلق پوچھنے پہ میں نے عرض کیا کہ سفینہ عابد بحری جہاز سے آئے تو آپ نے فوراً فرمایا کہ واپسی ہوائی جہاز سے ہو جائے گی۔ میں نے عرض کیا مالی حالات کی وجہ سے ایسا ہو نہیں سکتا۔ فوراً مسکرا پڑے فرمایا جس کے مہمان ہو وہی انتظام کر دے گا۔

حج ادا کرنے کے بعد مدینۃ المنورہ پہنچے اور وہاں لاہور سے ہی گئے ہوئے حاجی صاحبان سے ملاقات ہوگئی جو کہ بذریعہ ہوائی جہاز گئے ہوئے تھے۔ ان حجاج کرام میں علماء کرام بمعہ مستورات شامل تھے۔ ہمارا ایک ماہ مدینۃ المنورہ میں قیام تھا لیکن اُس گروپ نے آٹھ دن بعد بذریعہ ہوائی جہاز واپس پاکستان پہنچنا تھا۔ جس دن وہ اپنا سامان تیار کر کے روانہ ہو رہے تھے تو ان سے ملاقات ہوگئی' روتے رُلاتے وہ ہم سے الوداع ہوئے۔ تین چار گھنٹے گزرے ہوں گے کہ ایک سعودی سپاہی کہہ رہا تھا کہ لاہور کا کوئی حاجی ہے تو بات سُنے میں اصحاب صفہ پہ بیٹھا تلاوت کلام پاک کر رہا تھا۔ اُس کی آواز پہ میں اس کے پاس پہنچا تو اُس نے نہایت افسوسناک خبر سنائی کہ میدان بدر کے قریب حادثہ ہوگیا ہے۔ مدینہ منورہ کے ہسپتال میں میتیں اور زخمی موجود ہیں۔ آپ ہسپتال چلیں اُنھیں پہچانیں' باقی بات بعد میں کریں گے۔ میں سپاہی کے ساتھ ہسپتال پہنچا تو وہی گروپ علماء کرام اور مستورات شہید اور زخمی تھا۔ پولیس والوں نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ ان کے وارث بن کر زخمیوں کو بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان لے جائیں اور ورثاء کے حوالہ کر دیں۔ میں نے بتایا کہ میں بحری جہاز سے آیا ہوں اور میرا ٹکٹ ہوائی جہاز کا نہیں لیکن سعودی سپاہی نے کہا آپ رضامند ہو جائیں تو باقی انتظام ہم کریں گے۔ میں برائے بذریعہ ہوائی جہاز ان زخمیوں کو لے کر پاکستان پہنچ گیا اور علامہ الٰہی بخش صاحب کی بات یاد آگئی کہ بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان جاؤ گے۔

مولانا قاری احمد رضا سیالوی

استاذ العلماء' نائب ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

علامہ الٰہی بخش قادری علمی وروحانی شخصیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت علامہ الٰہی بخش قادری ضیائی ؒ ایک عظیم علمی وروحانی شخصیت کے مالک تھے۔ عشق نبوی ﷺ آپ کے دل میں کو[illegible] بھرا ہوا تھا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی عشق مصطفیٰ ﷺ کی ترویج اور گلشن محبت رسول ﷺ کی آبیاری میں گزاری۔ علامہ صاحب کا ہر خطبہ معنی خیز اور اکسیر جان ہوتا تھا۔

اگرچہ دنیائے خطابت میں بے شمار خطباء نے اپنی خطابت کا لوہا منوایا لیکن مجھے ان کی خطابت کا جو یکتا پہلو نظر آیا وہ یہ تھا کہ میں اپنے زمانہ طالب علمی (1990ء تا 1997ء) میں اکثر و بیشتر نماز جمعہ علامہ صاحب کی اقتداء میں ادا کرتا اور کیا دیکھتا کہ بڑے بڑے خطباء اپنی مساجد سے نماز جمعہ پڑھانے کے بعد آتے اور حضرت صاحب کے فیض سے سیراب ہوتے۔

دوسری اہم بات کہ ان دنوں مارکیٹوں میں جمعہ کی چھٹی ہوتی لیکن پھر بھی شاہ عالم مارکیٹ والی مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ ہوتی تھی۔ آپ کی جدائی نے ہم کو ماہی بے آب کی مانند بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ علامہ صاحب کے درجات کو بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اقبال کی اس دعا کے ساتھ دعا گو ہوں

عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک مرا
آسمان چیر گیا نالہ بے باک مرا

مولانا مدد علی قادری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

﴿علامہ الٰہی بخش قادری باکمال شخصیت﴾

پیر طریقت، رہبر شریعت، عاشق مصطفیٰ ﷺ پاسبان مسلک رضا حضرت علامہ مولانا پیر محمد الٰہی بخش صاحب قادری ضیائی رحمۃ اللہ علیہ بہت سے اوصاف کے ساتھ متصف تھے۔ ممدوح کو اللہ عزوجل نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔

آپ کا ایک عظیم وصف جوہر خطابت تھا جس کے ذریعے آپ پیغام مصطفیٰ ﷺ کو ہر خاص وعام کے سینہ میں اتار دیتے تھے اور بڑے والہانہ انداز میں کہا کرتے تھے۔

میں وہ سنی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد
میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسلام

آپ شان الوہیت ورسالت وعظمت صحابہ اور شان اہلبیت قرآن وحدیث سے احسن انداز میں بیان کرتے اور اپنے دعویٰ کو مضبوط دلائل کے ساتھ مزین کرتے اور ہر باطل کو دندان شکن جواب دیتے اور اپنوں کے لیے ﴿رحماء بینھم﴾ اور باطل فرقوں کے لیے ﴿اشداء علی الکفار﴾ کی بے نیام تلوار تھے۔ اس کے علاوہ آپ میں جو خوبیاں کمال درجہ کو پہنچی ہوئی تھیں وہ خدا تعالیٰ کسی کسی مرد مجاہد کو عطا فرماتا ہے۔

❶ مسلک کا درد رکھنے والے اور اہلسنت وجماعت کے خیر خواہ تھے۔ ❷ ہزاروں مریدین اُن کے اشارۂ ابرو پر دین اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ ❸ آپ نے غرباء ومساکین اور طلباء ومدرسین کی ہر موقع پر مالی، اخلاقی اور معاشی مدد کی۔ ❹ جب بھی آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا آپ نے عظیم مربی ومحسن کی طرح انمول پند ونصائح سے نوازا مثلاً خشیت الٰہی کو اپناؤ، خلق خدا کے ساتھ بھلائی کرو، دین کو مزید بڑھاؤ وغیرہ

مولانا فاروق صاحب کو پڑھانے کے لیے بھی میرا انتخاب کیا اور مجھے حکم دیا کہ اس کی بنیاد مضبوط کرو اور اسے خوب محنت کرنے کا حکم دیا۔ اللہ رب العزت آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام نصیب فرمائے اور لواحقین ومریدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آپ کی جدائی ملت اسلامیہ کے لیے ایک عظیم صدمہ ہے

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

مولانا محمد سلیمان قادری

مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور

﴿موتُ العالِم موتُ العالَم﴾

علم ایسا نور الٰہی ہے جس کے مقام ومرتبہ کو جاننے سے عقول قاصر ہیں اور جو جہالت کی تاریکیوں کو کافور کر دیتا ہے۔ علم جس دل میں داخل ہوتا ہے اسے نہ صرف برکتوں کا گنجینہ بنا دیتا ہے بلکہ اس صاحب دل کو پستیوں سے نکال کر بلندیوں پر فائز کر دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات﴾ ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں اور ان کے جنہیں علم دیا گیا ہے درجات بلند فرمائے گا۔

حضرت سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں کہ علماء کے درجات اہل ایمان سے سات سو درجات بڑھ کر ہوں گے اور ان میں دو درجات کا فاصلہ پانچ سو سال کا راستہ ہوگا۔ حضرت ابو اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علم سے بڑھ کر کوئی چیز عزت والی نہیں کہ بادشاہ لوگوں پر حاکم ہوتے ہیں اور علماء بادشاہوں پر حاکم ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ خالق کائنات نے حضرت سلیمان ابن داؤد علیہما السلام کو اختیار دیا کہ علم ومال اور سلطنت میں سے جو چاہو پسند کرو تو انہوں نے علم اختیار فرمایا جس کے نتیجے میں مال اور سلطنت بھی عطا کر دی گئی۔

علم ہی وہ خاصہ ہے جس سے انسان اور حیوان میں تمیز ہوتی ہے۔ حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا عالم۔ ظاہر ہے کہ انسان اس وقت ہی ''انسان'' کہلانے کا مستحق ہے کہ جب تک وہ اس صفت سے متصف رہے۔ انسان کی شرافت نہ جسم کے زور کی وجہ سے ہے ورنہ زور تو اونٹ میں زیادہ ہے نہ بڑے جسم ہونے کی وجہ سے، ہاتھی اس سے بھی بڑا ہے، نہ بہادری کی وجہ سے ہے ورنہ درندے اس سے زیادہ بہادر ہیں، نہ زیادہ کھانے کی وجہ سے ہے ورنہ بیل کا پیٹ اس سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔ بلکہ انسان کو اگر شرف وعزت حاصل ہے تو وہ صرف ''علم'' کی وجہ سے ہے۔ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے کہ ﴿قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون﴾ ترجمہ: آپ پوچھیے کیا کبھی برابر ہو سکتے ہیں علم والے اور جاہل (بے علم)؟ اس آیت مبارکہ نے واضح الفاظ میں انسانیت کی درجہ بندی فرما دی ہے اور بتا دیا کہ علم ہی وہ معیار ہے کہ جس کی بناء پر

انسانوں کے مراتب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لہٰذا جو کم علم والا ہے وہ کم مرتبے والا ہے اور جو زیادہ علم والا ہے وہ بڑے مرتبے والا ہے۔ جس طرح دنیا کے ہر شعبے میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور بُرے لوگ بھی ہوتے ہیں اسی طرح اہل علم میں سے بھی علماء سوء ہوتے ہیں۔ جو چڑھتے سورج کی پوجا کرنا باعث عزت سمجھتے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس علماء حق ہیں جو ہر دور میں کمزور حیثیت میں ہوتے ہوئے بھی دین کی لاج رکھتے ہیں۔

مشہور ہے ﴿موت العالِم موت العالَم﴾ ایک عالم کی موت پورے جہان کی موت ہوتی ہے۔ ان علمائے حق میں پیر طریقت رہبر شریعت، عاشق مصطفیٰ ﷺ، فنافی الرسول ﷺ حضرت علامہ مولانا الٰہی بخش قادری ضیائیؒ بھی شامل تھے۔ جنہوں نے اپنی ساری زندگی عشق مصطفیٰ ﷺ میں نہ صرف خود بسر کردی بلکہ لوگوں کو بھی یہی درس دیتے رہے۔ اس عشق رسول ﷺ کی دولت پر آپ کو ناز تھا۔ آپ اپنی تقاریر میں اکثر و بیشتر اعلیٰ حضرت کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے — اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

آپ اہل سنت کے عظیم سرمایہ تھے۔ آپ کا وصال اہلسنت کا اتنا بڑا نقصان ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔

آپ تمام اولیاء کرام بالخصوص حضور داتا گنج بخش علی ہجویریؒ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہر جمعرات بعد نماز عصر داتا گنج بخشؒ کی قبر منور کے پاس اللہ تعالیٰ کے احکامات، رسول پاک ﷺ کی تعلیمات اور اولیاء کرام کے پیغامات مخلوق خدا تک پہنچاتے تھے۔ آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، اہل بیت رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام سے حد درجہ کی عقیدت رکھتے تھے اور ان کی تقاریر سے محبوبان الٰہی سے محبت و عشق کی تصویر نمایاں نظر آتی تھی اور زندگی کے آخری لمحات تک اسی محبت بھرے عقیدے کو آپ نے اپنائے رکھا۔

جب زندگی کی بازی ہار گئے تو ان کا چہرہ اقدس کی جھلک دیکھنے کے لیے جم غفیر موجود تھا۔ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ان کے عشق مصطفیٰ ﷺ کا ثبوت پیش کر رہا تھا کیونکہ آپ اپنے بیانات میں بانگ دہل یہ اعلان فرمایا کرتے تھے عاشق رسول جب دنیا سے چلا جائے گا تو ان کا چہرہ آلودہ نہیں ہوگا بلکہ محبت رسول ﷺ کی شمع سے روشن ہوگا۔ بقول شاعر

عشق رسول ﷺ کی اک شمع جلا لو دل میں
بعد مرنے کے لحد میں بھی اجالا ہوگا

مولانا محمد عمران الحسن فاروقی
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

﴿خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا﴾

نازش اہلسنت، سفیر عشق رسول ﷺ، مجاہد ناموس رسالت ﷺ، خطیب نکتہ دان، واعظ خوش الحان علامہ پیر الٰہی بخش ضیائی قادریؒ کے انتقال کی خبر نے غمزدہ کردیا۔ پہلے ہی ہم اہل سنت و جماعت قحط الرجال کا شکار ہیں اوپر سے ان جیسی بزرگ، فکری، عملی شخصیات کا داغ مفارقت دے جانا ہمارے لیے یقیناً ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مگر یہ قانون قدرت ہے اور یہاں کسی کو دم مارنے کی جاہ نہیں۔

الموت قدح کل نفس شاربها — الموت باب کل نفس داخلوها

موت ایک ایسا جام ہے جو ہر ایک جان نے پینا ہے اور موت ایک ایسا دروازہ ہے جس سے ہر ایک شخص نے گزرنا ہے۔ علامہ الٰہی بخش ضیائی ان خوش نصیب ہستیوں میں سے ہیں جن کی ساری زندگی فروغ عشق رسول ﷺ میں گزری اور انہوں نے زندگی کے تمام ادوار یعنی ابتدائے شباب، عین شباب اور بڑھاپا قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صدائیں بلند کرتے ہوئے گزارے۔ تادم صحت محراب و منبر کو زینت بخشتے رہے۔ علامہ الٰہی بخش ضیائی بلاشبہ علم و عمل کے پیکر تھے۔ وہ علماء، طلباء، خطباء، مدرسین اور عوام میں یکساں طور پر مقبول تھے۔ وہ اپنوں کے لیے انتہائی نرم مزاج اور گستاخوں کے لیے مثل فولاد تھے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم — رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

وہ حکمرانوں سے نہ کبھی دبے اور نہ غیروں کے آگے کبھی جھکے۔ وہ شمع رسالت ﷺ کے پروانے تھے۔ انہوں نے مشکل ترین حالات کا مقابلہ بڑی جواں مردی سے کیا۔ وہ اپنی فکر اور نظریے پر ہمیشہ مضبوطی کے ساتھ ڈٹے رہے۔ انہوں نے اپنے دامن کو دین فروشی اور مسلکی غداری جیسے قبیح دھبوں سے کبھی داغدار نہیں ہونے دیا۔ ان کا اوڑھنا، بچھونا محبت رسول ﷺ اور عشق مصطفیٰ ﷺ کا فروغ تھا۔

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

کسی بزرگ سے ایک شخص نے کہا میں اتنی دیر آپ کے ساتھ رہا ہوں میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ بزرگ نے فرمایا کہ تو نے میرا کوئی کام خلاف سنت دیکھا ہے تو اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا یہی تو میری کرامت ہے۔ کیا تم ہوا میں اڑنا اور پانی میں تیرنا دیکھنا چاہتے ہو حالانکہ یہ کام تو مچھلی اور مکھی بھی کر رہی ہے۔ ہمارے نزدیک سب سے بڑی کرامت استقامت ہے ﴿الاستقامة خير من الف كرامة﴾ استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے۔

علامہ الٰہی بخش ضیائی ؒ نے فروغ عشق رسول اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں وہ نہ صرف ان کے لیے باعث نجات و بلندی درجات ہیں بلکہ بعد والوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک صحابی رسول بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں انتہائی مغموم و پریشان حالت میں حاضر ہوئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا اے میرے صحابی کیا بات ہے اتنے پریشان کیوں ہو؟ عرض کی آقا ﷺ میں مریضِ عشق ہوں۔ میرا دل آپ ﷺ کے دیدار کے لیے ہر وقت تڑپتا رہتا ہے اور میری آنکھیں ہر وقت آپ ﷺ کی زیارت کو پیاسی رہتی ہیں۔ یہاں جب بھی میرا جی چاہتا ہے میں دوڑا دوڑا حاضر ہو جاتا ہوں اور آپ ﷺ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر لیتا ہوں لیکن جب مجھے قیامت کا خیال آتا ہے تو میں پریشان ہو جاتا ہوں کہ اگر مجھے جنت مل بھی گئی تو وہاں میں ادنیٰ اور آپ سرکار ﷺ اعلیٰ ترین مقام پر تشریف فرما ہوں گے تو وہاں آپ کا دیدار نہیں ہو سکے گا۔ اسی فکر، خیال، سوچ نے مجھے غمزدہ و پریشان کر رکھا ہے۔ سرکار ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور آپ نے فرمایا (انت مع من احببت) اے میرے غلام غم نہ کھا تو قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو پیار کرتا ہے۔

اس حدیث پاک میں جہاں غلامان مصطفیٰ ﷺ کے لیے ایک کمال تسلی ہے وہاں گستاخانِ رسول کے لیے لمحۂ فکریہ بھی ہے کہ صحابہ جنت کی لازوال، بے مثال نعمتوں کو پا کر بھی سرکار دو عالم ﷺ کو نہیں بھولے۔ یہ چند لوگ ہیں جو اللہ کے سرکار ﷺ کو محض ایک قاصد سے زیادہ حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ آہ افسوس!

علامہ الٰہی بخش ضیائی ؒ نے سینکڑوں، ہزاروں لوگوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع روشن کی۔ بلاشبہ اس شمع کی روشنی سے ان کی قبر روشن اور منور ہوگی۔ آمین

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

ایڈیٹر "جہان رضا" لاہور

﴿مولانا الٰہی بخش قادری گل سرسبز﴾

مولانا الٰہی بخش ضیائی بھی چل بسے۔ جمعرات کو داتا گنج بخش کے مزار کے پہلو میں سجنے والی محافل ویران ہو گئیں۔ جامع مسجد غوثیہ شاہ عالم گیٹ کے محراب و منبر اُداس ہو گئے۔ وہ جلسے جو مولانا الٰہی بخش ضیائی کی خطابت سے گونجتے تھے خاموش ہو گئے۔

مولانا الٰہی بخش ضیائی سے نیازمندی آج سے 60 سال قبل تھی جب وہ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے دستار فضیلت سر پر سجائے نکلے تو ان کی خطابت نے دھوم مچا دی اور ان کی خطیبانہ للکار سے جلسہ گاہیں گونجنے لگیں۔ ان کی خوش بیانی اور خوش آوازی سے لوگ دل و جان سے جھوم جھوم جاتے۔

وہ پی ایم جی میں ملازم تھے مگر رات کو لاہور کے جلسے ان کی تقریر سے جھوم اٹھتے۔ آج سے 60 سال قبل ہم نے خطیبان شہر کی ایک انجمن تشکیل دی۔ جس میں لاہور کے جواں سال خطباء میدان خطابت میں گرجنے لگے۔ مولانا الٰہی بخش ضیائی اس انجمن کے گل سرسبز تھے۔ حافظ محمد عالم سیالکوٹی ؒ رونق انجمن تھے۔ زینت القراء قاری غلام رسول قرآن پڑھتے تو یوں محسوس ہوتا کہ دلوں پر قرآن نازل ہو رہا ہے۔ محمد یوسف جوشیلا اپنی تقریر سے بام و در ہلا دیا کرتے تھے۔ مولانا اکرم حسین مجددی تقریر کرتے تو رام پور کی زبان کی مٹھاس سے اہل ذوق کو لوٹ لیتے۔ ہم ان ارباب خطابت کے حاشیہ نشین ہوتے تھے۔ مگر مولانا الٰہی بخش کی تقریریں ایک انفرادی حیثیت رکھتی تھیں۔

ان کی تمنا تھی کہ اپنے پیر و مرشد مولانا ضیاء الدین قادری رضوی کے پہلو میں جنت البقیع مدینہ منورہ میں مدفون ہوں۔ مگر اب موت سے ہم کس طرح پوچھیں کہ تو نے ایسا گوہر گرانمایہ کیا کرنا تھا۔

آسمان تیری لحد پر گوہر فشانی کرے



مولانا سید محمد خرم ریاض رضوی

مجاز بیعت تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان الازہری

﴿ضیائی ضیاء﴾

ایک سچے عاشق رسول، پکے رضوی واعظ، خوش بیاں خطیب، فصیح اللسان مقرر، مسلک اہلسنت کے متصلب ترجمان، علم و عمل کا حسین امتزاج یعنی حضرت مولانا الٰہی بخش قادری رضوی ضیائی ﷫ جنہیں دست قدرت نے ظاہر و باطن میں کئی محاسن سے نوازا۔ جو عمر بھر محبت رسول کے فروغ اور فیض رضا [illegible] میں منہمک رہے۔

حضرت قطب مدینہ ﷫ کے معطر انفاس سے مہکنے والا پھول زمانہ بھر میں یاد نبی کی خوشبوئیں لٹاتا رہا۔ ضیائے ملت حضرت ضیاء الدین احمد مدنی ﷫ کی نگاہ ناز سے چمکنے والا یہ ستارہ ہمیشہ ہدایت کا نور برساتا رہا۔

اس خوش نوا کہ واعظ کے وعظ و نصیحت نے نہ جانے کتنوں کو بادہ الفت کا متوالا بنا ڈالا۔ حضرت الٰہی بخش قادری ﷫ نے کوچہ کوچہ، نگر نگر، قریہ قریہ مجدد برحق امام احمد رضا ﷫ کے تابندہ افکار اور درخشندہ نظریات کو خوب خوب اجاگر کیا۔ آپ کا سلیس انداز بیاں لوگوں کے دلوں کو موہ لیتا۔ آپ کی زباں سے امام اہلسنت ﷫ کے نعتیہ اشعار سن کر سامعین جھوم جھوم جاتے۔

حضرت سیدنا غوث الثقلین، شہنشاہ بغداد ﷫ کے فیض روحانی کی بدولت احقاق حق آپ کا شعار رہا۔ آپ باطل کی سرکوبی کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے۔ یہ حضور غوث اعظم ﷫ کی نگاہ پاک کا ہی اعجاز تھا کہ آپ اہلسنت کے مسلمہ عقائد و نظریات برملا بیان کیا کرتے۔ کسی بازاری ملاں کی شورش ہو یا کسی گھس بیٹھیے کی فکری یورش، آپ ہر محاذ پر قادری تلوار اٹھائے، رضوی نیزہ لہرائے اور ضیائی دستار سجائے برسرپیکار رہے۔

آپ تمام زندگی ہجویری مے خانہ میں قادری رضوی جام و مینا سے سرشار ہوتے رہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ﷫ کے در دولت کی حاضری آپ کے لیے بدن میں روح کا درجہ رکھتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ دم رخصت بھی حضرت داتا صاحب کی آغوش کرم میں مسکرا رہے تھے اور مخدوم امم کی گلی سے ہو کر سوئے جناں جا رہے تھے۔

کشتگان خنجر تسلیم را   ہر زماں از غیب جانے دیگر است

دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت علامہ کے جمیع وابستگان کو ان کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین

گزارش

تمام علماء کرام و مشائخ عظام سے گزارش ہے کہ بہت جلد علامہ صاحب کی حیات طیبہ پر ایک ضخیم کتاب مرتب کی جائے گی۔ اس کتاب کے لیے علامہ صاحب کے متعلق اپنے تاثرات درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔

محمد فاروق احمد قادری

● 131A ڈی ٹو بلاک، صوفی سٹریٹ، گلشن راوی نزد سانده تھانہ لاہور

● جامع مسجد محمدیہ غوثیہ المینار فاروق اعظم، شاہ عالم مارکیٹ لاہور

0300-4222794

میں وہ سنی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد
میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسلام

الحاج پیر علامہ

محمد الٰہی بخش علیہ الرحمۃ

قادری رضوی ضیائی

ختم چہلم

بروز ہفتہ 5 جون 2010 ء

21 جمادی الثانی 1431 ھ

بعد از نماز ظہر تا مغرب

بمقام

جامع مسجد محمدیہ غوثیہ المینا فاروق اعظم

شاہ عالم مارکیٹ لاہور

فضل کریم

عبدالقدیر

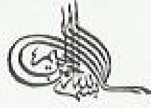
مقصود احمد

عبدالحمید

ظہور الدین

محمد فاروق احمد قادری

DESIGNED BY: 0321-4761150



مناظر اسلام حضرت مولانا

ابو منظور محمد نظام الدین حنفی قادری ملتانی

(وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ)

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

حضرت مولانا ابوالمنظور محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری قدس سرہ ملتان شریف میں پیدا ہوئے ۔ اپنے دور کے باکمال اساتذہ سے تحصیل علم کی ۔ دربار شریف حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کے سجادہ نشین حضرت امیر سلطان قدس سرہ کے دست راست مبارک پر بیعت ہوئے اور تا حیات تحریر وتقریر کے ذریعے مسلک اہل سنت و جماعت کی تبلیغ وحمایت کرتے رہے۔ مناظرہ میں ید طولی رکھتے تھے۔

آپ کی تصانیف پر عموماً اعلان درج ہوتا تھا۔

''اہل اسلام پر واضح ہو کہ اگر آپ کو کوئی وہابی، شیعہ، مرزائی، چکڑالوی ستائے اور چیلنج دے تو فوراً مولانا نظام الدین ملتانی رئیس المناظرین کو با نظام جلسہ طلب کریں لیکن دس دن پہلے اطلاع دیں۔ ممدوح صاحب ان کے ساتھ ہر وقت مناظرے کے لئے تیار ہیں''۔ آپ بفضلہ تعالیٰ ہر مناظرے میں کامیاب رہتے یہی وجہ تھی کہ مخالفین ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔

رد قادیانیت:

رد قادیانیت پر آپ نے ''قہر یزدانی بر قلعہ قادیانی'' تحریر فرمائی۔ یہ کتاب نہایت سہل انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ مرزا کے دعوؤں کو سوالات کی صورت میں بیان کیا گیا اور ان کے رد کے لئے مختصر اور جامع جوابات دئے گئے ہیں جن کے ذریعے نہ صرف ایک عام شخص مرزا کے کفریہ عقائد سے واقف ہو جاتا ہے بلکہ اسے مرزائیوں سے دفع اور ان کے جھوٹ سے پردہ اٹھانے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔

دیگر تصنیفات :

مولانا محمد نظام الدین ملتانی قدس سرہ نے تصانیف کا بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا لیکن

آپ کے صاحبزادے کاشتکاری میں مصروفیت کی بناء پر آپ کی تصانیف کی اشاعت نہیں کر سکے اس لئے آجکل یہ کتابیں نایاب ہیں۔ آپ کی بعض تصانیف کے نام یہ ہیں:

۱...... سلطان الفقہ المعروف فتاوٰی نظامیہ، گیارہ حصوں میں ان سوالات کے جوابات کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً اطراف واکناف سے آپ سے پوچھے گئے۔ بحمدہ تعالیٰ یہ فتاوٰی مکتبہ علویہ رضویہ ڈچکوٹ روڈ لائل پور سے چھپ چکا ہے۔ تکملہ فتاوٰی نظامیہ اس سے الگ ہے۔

۲...... حقیقت مذہب شیعہ (چار حصے)

۳...... اباطیل وہابیہ

۴...... النصح والمآرب فی احکام اللحیٰ والشوارب

۵...... القول الجلی فی رد حسین علی فی کشف المغیبات للنبی ﷺ

۶...... عقائد علماء دیوبند

۷...... سیف النعمان علی اھل الطغیان

۸...... تحفۃ الناظرین یادگار نظام الدین۔

۹...... سلطان التفاسیر (دس پارے)

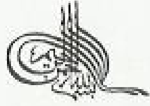
۱۰...... شرح قصیدہ بردہ شریف

۱۱...... جرعۂ غسلین در حلق غیر مقلدین

۱۲...... رسالہ عدم جواز رفع یدین وآمین بالجہر وغیرہ۔

حضرت مولانا نظام الدین ملتانی قدس سرہ کا مولد ومنشا ملتان شریف ہے۔ بعد ازاں وزیرآباد، دروازہ موجدین میں منتقل ہو گئے اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت مولانا شفیع مدظلہ خطیب اعظم کامونکی مولانا نظام الدین ملتانی کے شاگردوں میں سے ہیں لیکن افسوس کہ کوشش بسیار کے باوجود ان کے تفصیلی حالات و کوائف حاصل نہ ہو سکے۔



فدائے ملت مولانا

سید حبیب (مدیر سیاست، لاہور)

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

مولانا سید حبیب اللہ شاہ بن سید سعد اللہ شاہ کی ولادت ۵ ستمبر ۱۸۹۱ء کو جلالپور جٹان ضلع گجرات (پنجاب) میں ہوئی۔ مشن ہائی اسکول وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ سے میٹرک کیا۔ مختلف اساتذہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ پہلی عالمی جنگ سے پہلے شمس العلماء مولوی سید محمد ممتاز علی (۱۸۶۰ء-۱۹۳۵ء) کے دارالاشاعت پنجاب لاہور سے بطور کلرک ملازمت کا آغاز کیا اور پھر ماہنامہ ''پھول'' اور ''تہذیب'' کے ایڈیٹر رہے۔ بعدازاں مشہور کشمیری مورخ منشی محمد دین فوق (۱۸۷۷ء-۱۹۴۵ء) کے ساتھ ''کشمیری میگزین'' سے وابستہ ہوگئے۔ اس کے بعد فوج کے کسی محکمے میں بھرتی ہوکر شنگھائی (چین) چلے گئے۔ ۱۹۱۷ء میں فوج کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر کلکتے پہنچے اور اخبار ''رسالت'' میں ملازمت اختیار کرلی۔ بعدازاں اپنا ذاتی اخبار ''ترمذی'' کے نام سے جاری کیا۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ پنجاب میں گورنر سر مائیکل اڈوائر (۱۸۶۴ء-۱۹۴۰ء) کی سخت گیری کے باعث اخبارات بند ہوچکے تھے اور یہاں کے لوگوں کو جنگ کی خبروں کے لئے دوسرے صوبوں کے اخبارات دیکھنے پڑتے تھے۔ اس طرح ''ترمذی'' بھی لاہور میں بکنے لگا۔ ''ترمذی'' کے پنجاب میں داخلے پر پابندی لگی تو ''رہبر'' جاری کیا۔ اس کا داخلہ بند ہوا تو ''نقاش'' نکال لیا۔ اس کے بعد لاہور آ کر ۱۹۱۹ء میں روزنامہ ''سیاست'' نکالا جو ۱۹۳۷ء تک باقاعدگی کے ساتھ اشاعت پذیر ہوتا رہا۔

فدائے ملت سید حبیب صحافی بھی تھے اور قومی رضا کار بھی۔ چنانچہ جب کوئی تحریک اٹھتی تو اس میں آپ کا جو کردار ہوتا، اس کی عکاسی ان کے اخبار ''سیاست'' میں ہوتی۔ آپ کو مشائخ عظام خصوصاً امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء-۱۹۵۱ء)

کا تعاون وسرپرستی حاصل تھی۔ آپ اعلیٰ درجے کے اخبار نویس، بہت اچھے مقرر اور اسلامی تاریخ سے خوب واقف تھے۔ شعروشاعری سے بھی اچھا خاصا لگاؤ تھا۔ زندگی کا بیشتر حصہ لاہور میں گزرا۔ نہایت محنتی، جفاکش، باہمت، دوستوں کے مخلص دوست اور دشمنوں کے سخت دشمن تھے۔ بڑے سے بڑے آفیسر اور لیڈر سے ٹکرا جانے میں تامل نہ کرتے تھے۔

رد قادیانیت:

روزنامہ سیاست کے مالک ہونے کی وجہ سے ابتداءً یہ موقف قائم کر لیا تھا کہ کسی بھی مذہبی فرقہ کے متعلق مواد کو اس روزنامے میں شامل نہیں کریں گے۔ تحریک قادیانیت کے مقدمے میں اس کی وجہ خود بیان فرماتے ہیں کہ:

’’مدیر و مالکان سیاست بفضلہ تعالیٰ حنفی المذہب سنی مسلمان ہیں۔ اور وہابی، چکڑالوی، قادیانی یا دوسرے ایسے فرقوں سے انہیں دور کا تعلق بھی نہیں۔ اسلئے کہ یہ تفریق اتحاد ملت کے لیے مضر ہے، نہ صرف یہ بلکہ فتنہ ارتداد کے زمانہ میں اور مظلومی حجاز کے موقع پر وہابی گروہ کی سینہ زوریوں کے خلاف ’’سیاست‘‘ دین حقہ کی ایسی خدمت بجالایا کہ اپنے بیگانے کے منہ سے صدائے آفریں بلند ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی سیاست یہ بھی خوب سمجھتا ہے کہ اس کا حلقہ عمل سیاسیات سے زیادہ نسبت رکھتا ہے‘‘۔ لہٰذا یہ فرقہ وار جھگڑوں میں بادل ناخواستہ کم سے کم دخل دیکر جلد سے جلد ان سے اجتناب کرتا ہے‘‘۔

پھر اپنے اس موقف سے برخواست ہو کر اسی روزنامے میں ایک بے نظیر قسط وار سلسلہ شروع کیا جس نے قادیانیوں کو لاجواب کر کے رکھ دیا۔ موقف میں تبدیلی کے محرکات اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

’’لیکن ایک روز میں حسب معمول صبح دفتر میں پہنچا۔ اپنا اخبار دیکھا تو اس میں چیختے

ہوئے عنوانات سے مرزائیوں کے خلاف ایک مضمون دیکھا۔ جو دلیل سے بالکل خالی تھا تحقیقات پر معلوم ہوا کہ ایک رات قبل دفتر میں مرزائیت کے متعلق کچھ بحث ہوئی۔ مولوی آزاد صمدانی صاحب نے جو انجمن حمایت اسلام کے جلسہ کے سلسلے میں لاہور میں عارضی طور پر مقیم اور دفتر ’’سیاست‘‘ میں ازارہ کرم فروکش ہیں۔ اس مبحث پر کچھ لکھنے کا ذمہ لیا اور مولوی محمد اسحاق صاحب مدیر سیاست نے انہیں اجازت دی۔ انہوں نے رواروی میں مضمون لکھ کر ان کے حوالہ کر دیا جو مدیر صاحب نے شائع کر دیا۔

ان حالات میں مولوی آزاد صاحب کا مرزائی گروہ کے متعلق بہتر مضمون سپرد قلم کرنے سے معذور رہنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن یہ مضمون ایک قادیانی صاحب کیلئے اس بات کا بہانہ بن گیا کہ وہ مجھے آ کر مرزائیت کا پیام دیں میری اور ان کی ملاقات اکبری دروازہ کے باہر ہوئی۔ اور ان کی باتوں کے جواب میں مجھے ناچار عرض کرنا پڑا کہ تحریک قادیان کے بطلان کے دلائل ایسے واضح ہیں کہ میری سمجھ ہی میں یہ نہیں آ سکتا کہ کوئی شخص کیسے اس تحریک پر ایمان لا سکتا ہے۔ اس پر وہ چمکے اور فرمایا کہ تم دلیل پیش کرو۔ میں نے عرض کیا کہ سر بازار بحث کرنے سے معذور ہوں۔ ’’سیاست‘‘ میں میرے دلائل مطالعہ فرما لیجئے گا۔ وہ مجھے قسم دے گئے کہ ضرور کچھ لکھو۔ میں اسی وقت لوٹ کر دفتر میں آیا۔ اور ’’سیاست‘‘ میں ایک خذرہ لکھا جس میں بے دلیل مضمون کی اشاعت پر اظہار افسوس کرنے کے بعد مبحث پر ایک سلسلہ لکھنے کا وعدہ کیا تھا اور یہ سلسلہ اسی عہد کے ایفا میں سپرد قلم ہوا‘‘۔

کتاب تحریک قادیانی کے مقدمے میں مصنف مرحوم نے اس کتاب میں موجود دلائل کا خلاصہ اس طرح پیش کیا ہے جو انہی کے الفاظ میں پیش خدمت ہے:

’’اس خیال سے کہ ناظرین کرام کو میرے استدلال کے سمجھنے میں آسانی ہو، میں ان

دلائل کو جو تحریک قادیان کے متعلق میں نے پیش کیے ہیں ایک جگہ جمع کیے دیتا ہوں۔ باقی تفصیلات ہیں جو ان دلائل کے ثبوت میں سپردقلم ہوئیں۔ یہ دلائل ملاحظہ فرمائیے:

پہلی دلیل: مرزا صاحب کی تحریر مبتذل اور پیش پا افتادہ اغلاط سے پُر ہے۔ لہٰذا یہ الہامی عبارت نہیں ہوسکتی۔ جس کو خدا کی زبان کہتے ہیں۔

دوسری دلیل: میرا ایمان ہے کہ حضور شافع المذنبین کے دین کی تجدید کے لیے اگر کوئی مرسل آئے تو وہ جس طرح مجنون، کاہن اور ساحر نہیں ہوسکتا، اسی طرح شاعر بھی نہیں ہوسکتا اور مرزا صاحب شاعر تھے مگر کلام شاعری کے لحاظ سے ناقص ہے۔

تیسری دلیل: مرزا صاحب کے دعاوی کی کثرت وندرت اور انکے تنوع کا یہ حال ہے کہ انسان ان کی فہرست ہی کو دیکھ کر پریشان ہوجاتا ہے۔

چوتھی دلیل: مرزا صاحب فرزند خدا ہونے کے مدعی ہیں اور یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔

پانچویں دلیل: مرزا صاحب کا ایک دعویٰ الوہیت کا بھی ہے یعنی آپکو خود خدا ہونے کا دعویٰ ہے یہ بھی تعلیم اسلام کے خلاف ہے۔

چھٹی دلیل: میرے عقیدہ کے مطابق احمد مجتبےٰ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ مرزائی صاحبان بھی حضور ممدوح کی شان میں خاتم النبیین کے الفاظ استعمال کرتے ہیں مگر مجھے علی وجہ شہادت علم ہے کہ خاتم النبیین کا جو مفہوم عام مسلمانوں کے ذہن میں موجود ہے۔ وہ احمدی جماعت کے مفہوم ذہنی سے کوسوں دور ہے۔

ساتویں دلیل: تقریباً ہر پیغمبر کے معتقدین مرتد ہوئے۔ لیکن شاید تاریخ عالم میں مرزا صاحب کے سوا کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس میں کسی نبی پر ایمان لانے والوں میں اپنے نبی

کے دعویٰ نبوت کے متعلق اختلاف ہوا ہو۔ مرزا صاحب واحد مدعی نبوت ہیں جن کے دعاوی نبوت کے متعلق خود ان کے معتقدین میں اختلاف ہے۔

آٹھویں دلیل: مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور خدائے تعالیٰ نے نبوت کا دروازہ بند کردیا ہے۔

نویں دلیل: مرزا صاحب نبوت کے مدعی بھی ہیں اور سے انکار بھی کرتے ہیں۔

دسویں دلیل: مرزا صاحب پر ایسے الہامات ہوئے ہیں جو خود انکی فہم میں نہیں آئے حالانکہ میرے علم ویقین کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر یا نبی ایسا نہیں گذرا جس پر خدائے تعالیٰ نے اسقدر بے اعتمادی کی ہو کہ اس کو پیام بھیجا ہو اور پھر اسکو پیام کے معنی نہ سمجھائے ہوں۔

گیارہویں دلیل: مرزا صاحب کے ایسے الہامات کی وجہ سے جو خود مرزا صاحب نہیں سمجھ سکے، مدعیان نبوت کاذبہ کے لیے ایک وسیع میدان ہوگیا ہے۔ آئے دن ایک نبی علم نبوت بلند کیا کرے گا اور کہے گا کہ مرزا صاحب کے فلاں الہام کی وضاحت کے لیے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔

بارہویں دلیل: مرزا صاحب نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوتا ہے۔ لیکن وہ پہلے بارہ سو سال میں سے کسی مجدد کا نام نہیں بتا سکے۔ حالانکہ ہر پیغمبر نے اپنے سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء میں سے بعض کا نام ضرور لیا ہے۔

تیرہویں دلیل: مرزا صاحب نے الہامات کے نام سے قرآن وحدیث کی بعض آیات میں تصرف کیا ہے۔

چودہویں دلیل: مرزا صاحب کی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں اور انہوں نے خود

پیشگوئی کی صحت کو معیار نبوت ٹھہرایا ہے۔

پندرہویں دلیل: مرزا صاحب کے بعض افعال واقوال پیغمبر تو کجا عام انسان کی شان کے شایان بھی نہ تھے۔

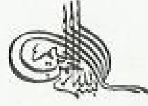
سولہویں دلیل: مرزا صاحب نے کوئی ایسا کام بطور نبی نہیں کیا جو انکے دعویٰ نبوت کو ضروری یا مسلمانوں کے لیے مفید ثابت کرے۔

سترہویں دلیل: مرزا صاحب کی بعض کارروائیوں سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔

اٹھارہویں دلیل: مرزا صاحب نے کرشن کو نبی ظاہر کر کے خود ان کے اوتار ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور یہ دونوں باتیں تعلیم قرآن حمید کے خلاف ہیں۔

نوٹ: سلسلہ عقیدہ ختم نبوت میں کتاب تحریک قادیانیت سے قبل مصنف کی جانب سے مذکور، تمہیدات شامل نہیں ہیں۔

سید حبیب مرحوم نے تمام زندگی حق وصداقت کا پھریرا لہرایا۔ کئی بار قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ ہر ظالم و جابر سے ٹکرانے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ کیا۔ تمام زندگی لوگوں کی سفارشیں کرنے محتاجوں کی امداد کا جتن کرنے اور مظلوموں کی دادرسی کے لئے افسروں سے جھگڑنے والے اس بے لوث مرد مجاہد نے اپنے لئے غربت کی زندگی ہی کو ترجیح دی۔ ۲۳ فروری ۱۹۵۱ء بمطابق ۱۶ جمادی الاول ۱۳۷۰ھ بروز جمعۃ المبارک آپ اس دنیائے فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔ آپ کی آخری آرامگاہ لاہور کے مشہور ومعروف قبرستان میانی صاحب میں ہے۔



فدائے ملت مولانا

سید حبیب (مدیر سیاست، لاہور)

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

مولانا سید حبیب اللہ شاہ بن سید سعد اللہ شاہ کی ولادت ۵ ستمبر ۱۸۹۱ء کو جلالپور جٹان ضلع گجرات (پنجاب) میں ہوئی۔ مشن ہائی اسکول وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ سے میٹرک کیا۔ مختلف اساتذہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ پہلی عالمی جنگ سے پہلے شمس العلماء مولوی سید محمد ممتاز علی (۱۸۶۰ء-۱۹۳۵ء) کے دارالاشاعت پنجاب لاہور سے بطور کلرک ملازمت کا آغاز کیا اور پھر ماہنامہ ''پھول'' اور ''تہذیب'' کے ایڈیٹر رہے۔ بعدازاں مشہور کشمیری مورخ منشی محمد دین فوق (۱۸۷۷ء-۱۹۴۵ء) کے ساتھ ''کشمیری میگزین'' سے وابستہ ہوگئے۔ اس کے بعد فوج کے کسی محکمے میں بھرتی ہوکر شنگھائی (چین) چلے گئے۔ ۱۹۱۷ء میں فوج کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر کلکتے پہنچے اور اخبار ''رسالت'' میں ملازمت اختیار کرلی۔ بعدازاں اپنا ذاتی اخبار ''ترندی'' کے نام سے جاری کیا۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ پنجاب میں گورنر سر مائیکل اڈوائر (۱۸۶۴ء-۱۹۴۰ء) کی سخت گیری کے باعث اخبارات بند ہو چکے تھے اور یہاں کے لوگوں کو جنگ کی خبروں کے لئے دوسرے صوبوں کے اخبارات دیکھنے پڑتے تھے۔ اس طرح ''ترندی'' بھی لاہور میں بکنے لگا۔ ''ترندی'' کے پنجاب میں داخلے پر پابندی لگی تو ''رہبر'' جاری کیا۔ اس کا داخلہ بند ہوا تو ''نقاش'' نکال لیا۔ اس کے بعد لاہور آ کر ۱۹۱۹ء میں روزنامہ ''سیاست'' نکالا جو ۱۹۳۷ء تک باقاعدگی کے ساتھ اشاعت پذیر ہوتا رہا۔

فدائے ملت سید حبیب صحافی بھی تھے اور قومی رضا کار بھی۔ چنانچہ جب کوئی تحریک اٹھتی تو اس میں آپ کا جو کردار ہوتا، اس کی عکاسی ان کے اخبار ''سیاست'' میں ہوتی۔ آپ کو مشائخ عظام خصوصاً امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء-۱۹۵۱ء)

کا تعاون وسرپرستی حاصل تھی۔ آپ اعلیٰ درجے کے اخبار نویس، بہت اچھے مقرر اور اسلامی تاریخ سے خوب واقف تھے۔ شعروشاعری سے بھی اچھا خاصا لگاؤ تھا۔ زندگی کا بیشتر حصہ لاہور میں گزرا۔ نہایت محنتی، جفاکش، باہمت، دوستوں کے مخلص دوست اور دشمنوں کے سخت دشمن تھے۔ بڑے سے بڑے آفیسر اور لیڈر سے ٹکرا جانے میں تامل نہ کرتے تھے۔

رد قادیانیت :

روزنامہ سیاست کے مالک ہونے کی وجہ سے ابتداءً یہ موقف قائم کیا تھا کہ کسی بھی مذہبی فرقہ کے متعلق مواد کو اس روزنامے میں شامل نہیں کریں گے۔ تحریک قادیانیت کے مقدمے میں اس کی وجہ خود بیان فرماتے ہیں کہ:

”مدیر و مالکان سیاست بفضلہ تعالیٰ حنفی المذہب سنی مسلمان ہیں۔ اور وہابی، چکڑالوی، قادیانی یا دوسرے ایسے فرقوں سے انہیں دور کا تعلق بھی نہیں۔ اسلئے کہ یہ تفریق اتحاد ملت کے لیے مضر ہے، نہ صرف یہ بلکہ فتنہ ارتداد کے زمانہ میں اور مظلومی حجاز کے موقع پر وہابی گروہ کی سینہ زوریوں کے خلاف ”سیاست“ دین حقہ کی ایسی خدمت بجالایا کہ اپنے بیگانے کے منہ سے صدائے آفریں بلند ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی سیاست یہ بھی خوب سمجھتا ہے کہ اس کا حلقہ عمل سیاسیات سے زیادہ نسبت رکھتا ہے“۔ لہٰذا یہ فرقہ وار جھگڑوں میں بادل ناخواستہ کم سے کم دخل دیکر جلد سے جلد ان سے اجتناب کرتا ہے“۔

پھر اپنے اس موقف سے برخواست ہوکر اسی روزنامے میں ایک بے نظیر قسط وار سلسلہ شروع کیا جس نے قادیانیوں کو لاجواب کر کے رکھ دیا۔ موقف میں تبدیلی کے محرکات اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

”لیکن ایک روز میں حسب معمول صبح دفتر میں پہنچا۔ اپنا اخبار دیکھا تو اس میں چھپتے

ہوئے عنوانات سے مرزائیوں کے خلاف ایک مضمون دیکھا۔ جو دلیل سے بالکل خالی تھا تحقیقات پر معلوم ہوا کہ ایک رات قبل دفتر میں مرزائیت کے متعلق کچھ بحث ہوئی۔ مولوی آزاد صمدانی صاحب نے جو انجمن حمایت اسلام کے جلسہ کے سلسلے میں لاہور میں عارضی طور پر مقیم اور دفتر ”سیاست“ میں ازارہ کرم فروکش ہیں۔ اس مبحث پر کچھ لکھنے کا ذمہ لیا اور مولوی محمد اسحاق صاحب مدیر سیاست نے انہیں اجازت دی۔ انہوں نے رواروی میں مضمون لکھ کر ان کے حوالہ کر دیا جو مدیر صاحب نے شائع کر دیا۔

ان حالات میں مولوی آزاد صاحب کا مرزائی گروہ کے متعلق بہتر مضمون سپرد قلم کرنے سے معذور ہونا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن یہ مضمون ایک قادیانی صاحب کیلئے اس بات کا بہانہ بن گیا کہ وہ مجھے آ کر مرزائیت کا پیام دیں میری اور ان کی ملاقات اکبری دروازہ کے باہر ہوئی۔ اور ان کی باتوں کے جواب میں مجھے ناچار عرض کرنا پڑا کہ تحریک قادیان کے بطلان کے دلائل ایسے واضح ہیں کہ میری سمجھ ہی میں یہ نہیں آ سکتا کہ کوئی شخص کیسے اس تحریک پر ایمان لا سکتا ہے۔ اس پر وہ چمکے اور فرمایا کہ تم دلیل پیش کرو۔ میں نے عرض کیا کہ سربازار بحث کرنے سے معذور ہوں۔ ”سیاست“ میں میرے دلائل مطالعہ فرما لیجئے گا۔ وہ مجھے قسم دے گئے کہ ضرور کچھ لکھو۔ میں اسی وقت لوٹ کر دفتر میں آیا۔ اور ”سیاست“ میں ایک شذرہ لکھا جس میں بے دلیل مضمون کی اشاعت پر اظہار افسوس کرنے کے بعد مبحث پر ایک سلسلہ لکھنے کا وعدہ کیا تھا اور یہ سلسلہ اسی عہد کے ایفا میں سپرد قلم ہوا“۔

کتاب تحریک قادیانی کے مقدمے میں مصنف مرحوم نے اس کتاب میں موجود دلائل کا خلاصہ اس طرح پیش کیا ہے جو انہی کے الفاظ میں پیش خدمت ہے:

”اس خیال سے کہ ناظرین کرام کو میرے استدلال کے سمجھنے میں آسانی ہو، میں ان

دلائل کو جوتحریک قادیان کے متعلق میں نے پیش کئے ہیں ایک جگہ جمع کئے دیتا ہوں۔ باقی تفصیلات ہیں جو ان دلائل کے ثبوت میں سپرد قلم ہوئیں۔ یہ دلائل ملاحظہ فرمائیے :

پہلی دلیل: مرزا صاحب کی تحریر مبتذل اور پیش پا افتادہ اغلاط سے پُر ہے۔ لہٰذا یہ الہامی عبارت نہیں ہوسکتی۔ جس کو خدا کی زبان کہتے ہیں۔

دوسری دلیل: میرا ایمان ہے کہ حضور شافع المذنبین کے دین کی تجدید کے لیے اگر کوئی مرسل آئے تو وہ جس طرح مجنون، کاہن اور ساحر نہیں ہوسکتا اسی طرح شاعر بھی نہیں ہوسکتا اور مرزا صاحب شاعر تھے مگر کلام شاعری کے لحاظ سے ناقص ہے۔

تیسری دلیل: مرزا صاحب کے دعاوی کی کثرت وندرت اور انکے تنوع کا یہ عالم ہے کہ انسان ان کی فہرست ہی کو دیکھ کر پریشان ہوجاتا ہے۔

چوتھی دلیل: مرزا صاحب فرزند خدا ہونے کے مدعی ہیں اور یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔

پانچویں دلیل: مرزا صاحب کا ایک دعویٰ الوہیت کا بھی ہے یعنی آپکو خود خدا ہونے کا دعویٰ ہے یہ بھی تعلیم اسلام کے خلاف ہے۔

چھٹی دلیل: میرے عقیدہ کے مطابق احمد مجتبےٰ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ مرزائی صاحبان بھی حضور ممدوح کی شان میں خاتم النبیین کے الفاظ استعمال کرتے ہیں مگر مجھے علی وجہ شہادت علم ہے کہ خاتم النبیین کا جو مفہوم عام مسلمانوں کے ذہن میں موجود ہے۔ وہ احمدی جماعت کے مفہوم ذہنی سے کوسوں دور ہے۔

ساتویں دلیل: تقریباً ہر پیغمبر کے معتقدین مرتد ہوئے۔ لیکن شاید تاریخ عالم میں مرزا صاحب کے سوا کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس میں کسی نبی پر ایمان لانے والوں میں اپنے نبی

کے دعویٰ نبوت کے متعلق اختلاف ہوا ہو۔ مرزا صاحب واحد مدعی نبوت ہیں جن کے دعاوی نبوت کے متعلق خود ان کے معتقدین میں اختلاف ہے۔

آٹھویں دلیل: مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور خدائے تعالیٰ نے نبوت کا دروازہ بند کردیا ہے۔

نویں دلیل: مرزا صاحب نبوت کے مدعی بھی ہیں اور سے انکار بھی کرتے ہیں۔

دسویں دلیل: مرزا صاحب پر ایسے الہامات ہوئے ہیں جو خود انکی فہم میں نہیں آئے حالانکہ میرے علم ویقین کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر یا نبی ایسا نہیں گذرا جس پر خدائے تعالیٰ نے اسقدر بے اعتمادی کی ہو کہ اس کو پیام بھیجا ہو اور پھر اسکو پیام کے معنی نہ سمجھائے ہوں۔

گیارہویں دلیل: مرزا صاحب کے ایسے الہامات کی وجہ سے جو خود مرزا صاحب نہیں سمجھ سکے، مدعیان نبوت کا ذبہ کے لیے ایک وسیع میدان ہوگیا ہے۔ آئے دن ایک نبی علم نبوت بلند کرے گا اور کہے گا کہ مرزا صاحب کے فلاں الہام کی وضاحت کے لیے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔

بارہویں دلیل: مرزا صاحب نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوتا ہے۔ لیکن وہ پہلے بارہ سو سال میں سے کسی مجدد کا نام نہیں بتاسکے۔ حالانکہ ہر پیغمبر نے اپنے سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء میں سے بعض کا نام ضرور لیا ہے۔

تیرہویں دلیل: مرزا صاحب نے الہامات کے نام سے قرآن وحدیث کی بعض آیات میں تصرف کیا ہے۔

چودہویں دلیل: مرزا صاحب کی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں اور انہوں نے خود

پیشگوئی کی صحت کو معیار نبوت ٹھہرایا ہے۔

پندرھویں دلیل: مرزا صاحب کے بعض افعال واقوال پیغمبر تو کجا عام انسان کی شان کے شایان بھی نہ تھے۔

سولھویں دلیل: مرزا صاحب نے کوئی ایسا کام بطور نبی نہیں کیا جو انکے دعویٰ نبوت کو ضروری یا مسلمانوں کے لیے مفید ثابت کرے۔

سترہویں دلیل: مرزا صاحب کی بعض کارروائیوں سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔

اٹھارہویں دلیل: مرزا صاحب نے کرشن کو نبی ظاہر کر کے خود ان کے اوتار ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور یہ دونوں باتیں تعلیم قرآن حمید کے خلاف ہیں۔

نوٹ: سلسلہ عقیدہ ختم نبوت میں کتاب تحریک قادیانیت سے قبل مصنف کی جانب سے مذکور، تمہیدات شامل نہیں ہیں۔

سید حبیب مرحوم نے تمام زندگی حق وصداقت کا پھریرا لہرایا۔ کئی بار قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ ہر ظالم و جابر سے ٹکرانے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ کیا۔ تمام زندگی لوگوں کی سفارشیں کرنے محتاجوں کی امداد کا جتن کرنے اور مظلوموں کی دادرسی کے لئے افسروں سے جھگڑنے والے اس بے لوث مرد مجاہد نے اپنے لئے غربت کی زندگی ہی کو ترجیح دی۔ ۲۳ فروری ۱۹۵۱ء بمطابق ۱۶ جمادی الاول ۱۳۷۰ھ بروز جمعۃ المبارک آپ اس دنیائے فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔ آپ کی آخری آرامگاہ لاہور کے مشہور و معروف قبرستان میانی صاحب میں ہے۔

تحریکِ پاکستان کے ممتاز راہنما صدر الافاضل



پروفیسر اشتیاق طالب کراچی



رضا اکیڈمی لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کچھ مصنف کے بارے میں

پروفیسر اشتیاق طالب ۱۰ر جون ۱۹۲۹ء کو مرادآباد میں پیدا ہوئے اور وہاں پر ہی ابتدائی دینی تعلیم پائی کچھ عرصے دروازہ اسکول اور مسلم انٹر کالج میں زیرِ تعلیم رہے قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت کر کے لاہور میں سکونت اختیار کی اور پاکستان مسلم لیگ ہائی اسکول میں داخلہ لے لیا۔ ہجرت کی بے سروسامانی اور بے چارگی نے ان کے خانوادہ کو اقتصادی طور پر اسقدر بدحال کر دیا کہ اشتیاق طالب کی تعلیم منقطع ہوگئی۔

اسی دوران وہ اپنے والدین کے ساتھ لاہور سے کراچی پہنچے مگر یہاں بھی اقتصادی الجھنیں بدستور رہیں چنانچہ پھر لاہور کا قصد کیا۔ کچھ دن لاہور میں مقیم رہنے کے بعد ایک مرتبہ پھر کراچی پہنچے جس کا نتیجہ یہ کہ اشتیاق طالب باقاعدہ اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے پرائیویٹ طور پر میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ مختلف نوعیت کی متعدد ملازمتیں کیں۔ گرم و سرد زمانہ سے نبرد آزما ہوئے۔ سخت محنت اختیار کی مگر تعلیم کی جو شمع مرادآباد میں روشن ہوئی تھی اسے بجھنے نہیں دیا۔

کراچی کے ایس ایم آرٹس کالج سے انٹر، اردو کالج سے بی اے اور جامعہ کراچی سے ایم اے کی اسناد حاصل کیں۔ اس دوران روزنامہ انجام میں ملازمت کی اور اپنی علمی و ادبی زندگی کا آغاز کیا۔ پہلے نیشنل کالج اور بعد میں جناح کالج میں لیکچرر ہوئے۔ جناح کالج میں وہ تقریباً پچیس سال سے تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

ان کے متعدد تراجم اور مضامین علمی و ادبی رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے

ہیں جبکہ بچوں کے لیئے ایک ناول اندھیرا غار. فیروز سنز نے شائع کیا ہے اس کے علاوہ ان کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ تمہید اور شعری مجموعہ سراپا بھی زیور طبع سے آراستہ ہوچکا ہے. تنقیدی مضامین اور شاعری پر دو مجموعے زیر طبع ہیں۔

پروفیسر اشتیاق طالب کو مراد آباد کے بے بدل عالم دین اور تحریک پاکستان کے رہنما، صدر الافاضل مولنا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی سے خصوصی عقیدت ہے اور اسی عقیدت کے اظہار کے طور پر انہوں نے زیر نظر مقالہ تحریر کیا جو یقیناً علماء اہل سنّت سے متعلق سوانحی ادب میں ایک قابل قدر اضافہ پائے گا اللہ تعالے ان کے علم اور عمر میں برکت عطا فرمائے

خواجہ رضی حیدر

دارالحکومت دلّی سے ستّو میل دور مشرق میں دریائے رام گنگا کے کنارے آباد مغرب سے مشرق جانے والوں کی گذر گاہ، خانقاہوں، درس گاہوں اور برصغیر کے ممتاز خانوادوں کا وطن، شیر شاہ سوری کی تاریخی جرنیلی سڑک پر واقع، باؤلیوں، حویلیوں، باغوں، سراؤں اور تہذیبوں کا شہر، شہنشاہ تغزل جگر کا دیس، روہیلوں کا گڑھ، ایک طرف پانچ ہزار سال قدیم تہذیب کا علاقہ سنبھل، دوسری جانب علم و دانش کا مرکز امروہہ، صوفیائے کرام اور اولیائے کرام کی بارگاہ، شہر آرزو، شہر سخنوراں، نامیوں اور ناموروں کی سرزمین، شعلہ رخوں اور آتش بیانوں کا شہر، نام اسکا مراد آباد ہے۔

شاہ جہاں بادشاہ کے بیٹے شہزادہ مراد کے نام پر رستم خاں نامی جرنیل نے اس بستی کا نام مراد آباد رکھا تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے ہراول دستے اسی دیارِ غیرت منداں سے کوچ کرتے تھے. یہیں جنرل بخت خاں پیلی کوٹھی میں انگریزوں کے خلاف صف آراء ہوتا رہا۔ شہیدانِ جنگِ آزادی کے ناموروں مولانا وہاج الدین عرف منّو، مولانا کفایت علی کافی، نواب مجید الدین عرف مجّو، رسالدار محمد شفیع کی آخری آرام گاہ، شہیدوں کے لہو کے امانت دار تاریخی محلّے کٹار شہید اور گل شہید اسی شہر کے ماتھے کے جھومر ہیں. زمین ایسی کہ سونا اگلے دوسم ایسے شریر کہ جسموں کو گدگدائیں، تہوار ایسے دلکش کہ رنگوں کی دھنک پھیل جائے، گلی گلی ایک ہنر، گھر گھر فنکار، وسعت اور آبادی کے اعتبار سے مراد آباد کا علاقہ اتنا اہم نہیں لیکن ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے سربلند و سرفراز شہروں میں اس کا شمار ہوتا ہے. ظروف سازی میں ساری دنیا اس کی معترف،

دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا گھر ہو جہاں مراد آباد کی صناعی کا کوئی نہ کوئی نمونہ موجود نہ ہو۔ ہندوستان کی کل برآمدات میں مراد آباد کا ایک نمایاں حصہ ہے تمباکو کی صنعت اس پر مستزاد ہے۔

صوبہ یوپی میں غلے کی ایک بڑی منڈی تحصیل چندوسی کا تعلق بھی ضلع مراد آباد سے ہے۔ مراد آباد کا علاقہ مردم خیز ہے، اس نے بہت سے نامور پیدا کیے، سرسید احمد خاں نے مسلم یونیورسٹی کے قیام کے لیے سب سے پہلے اسی شہر سرفروشاں کو منتخب کیا تھا۔ طبیب حاذق (تصدق حسین) حکیم باؤلے بھی اسی بستی میں شفا تقسیم کرتے تھے اُردو کی سب سے بڑی ادیبہ آگ کا دریا کی مصنفہ قرۃ العین کی والدہ کا تعلق بھی اسی کوچۂ دلداراں سے ہے لیلیٰ کے خطوط لکھنے والے اردو کے صاحبِ طرز ادیب و انشاء پرداز اور بے مثال صحافی عبدالغفار نے اسی سرزمین پر آنکھیں کھولیں۔ شام اودھ کے مصنف تنقید نگار بزرگ استاد ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کا مولد بھی یہی شہرِ بے مثال ہے۔

صحافت و سیاست کے قدآور مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی بے شمار نسبتیں اسی شہرِ بامراد سے ہیں اردو کے بے مثال بزرگ ادیب و محقق داستانِ اُردو کے مصنف مولانا حامد حسن قادری کا تعلق بھی ضلع مراد آباد کے ایک قصبے بچھرایوں سے ہے شاہ محمد ابراہیم، شاہ بلاقی، شاہ مکمل اور حافظ صاحب جیسے بلند مرتبت اور صاحبِ کرامت بزرگوں کا بھی یہی مسکن ہے۔ غالب نے دلّی سے مشرق کی طرف کوچ کرتے ہوئے اسی بستی کی مشہور "فصل سرائے" میں قیام کیا تھا۔ یوپی میں اپنی طرز کا سب سے منفرد مسافر خانہ بھی یہیں تعمیر کیا گیا۔

یہ وہ مسافر خانہ ہے جس کی عمارت کا آج بھی دور دور تک ثانی نہیں۔ تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی تحریکوں میں مراد آباد نے اپنی بساط سے بڑھ کر حصّہ لیا۔

ہندوستان میں ہونے والے فرقہ وارانہ خون ریز فسادات بھی اسی بناء پر یہیں ہوئے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں لٹے پٹے ہندوستانی مسلمانوں کو مراد آباد ہی نے پناہ دی تھی۔ مراد آباد کا ذکر کیے بغیر تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی کہانی ادھوری اور ہندوستان کی تاریخ نامکمل ہے۔ اسی شہرِ بے مثال میں ماضی قریب کی ایک یکتائے روزگار شخصیت جو ایک طرف علم و فضل میں یگانۂ روزگار تھی تو دوسری جانب علومِ روحانیت میں منفرد و بے مثال تھی۔

انھوں نے شریعت و طریقت کے امتزاج سے علم و فضل کا دربار لگایا تھا جس کے آبا و اجداد مغل تاجدار عالم اور بزرگ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکمرانی میں ایران کے شہر مشہد سے ہندوستان آئے بادشاہ نے ان کے علم و فضل کی قدر و منزلت کی مسند پر بٹھایا اور جاگیر بھی عطا کی۔ سرزمین مراد آباد نے ان بزرگوں کی ایسی پذیرائی کی اور یہ زمین ان کے قدموں سے ایسی لپٹی کہ وہ یہیں کے ہو رہے۔ اسی کو اپنا مسکن بنا بیٹھے۔ اسی خاندان کے ایک عالمِ دین اور شاعر مولانا محمد معین الدین نزہت کے ہاں ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا تاریخی نام غلام مصطفےٰ رکھا گیا مگر مشہور سید محمد نعیم الدین کے نام سے ہوا۔ حافظہ کا یہ عالم کہ آٹھ (۸) سال کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کر لیا ذہانت کی یہ نیرنگیاں کہ مولانا شاہ فضل احمد امروہوی سے ملا حسن تک درسِ نظامی کی کتابیں پڑھیں۔

عربی میں کمال اور طب میں مہارت حاصل کی، شیخ الکل مولانا سید شاہ محمد گل

قدس سرہٗ سے فلسفہ، منطق، اقلیدس اور حدیث و تفسیر کی تعلیم حاصل کی اور سند بھی اور انہی سے بیعت بھی ہوئے۔ زندگی کی انیسویں (۱۹) بہار میں علم و فضل کے رنگ و نور سے یہ گل نو بہار ایسا مہکا کہ اس کی خوشبو سے فضائیں معطر ہو گئیں ۱۹۰۷ء میں مدرسہ امدادیہ، مرادآباد سے دستار فضیلت حاصل کی بیسویں (۲۰) برس میں الکلمۃ العلیاء لکھ کر باکمالوں سے داد و تحسین حاصل کی، ذہانت کی چھوٹ دور دور پڑنے لگی اہل کمال اسکے گرد جمع ہونے لگے۔

اس دربار علم و فضل میں خاص و عام کی تفریق نہ تھی، اپنے بیگانے کا امتیاز نہ تھا۔ نہ طرّہ و دستار کا رعب و دبدبہ تھا اور نہ جاہ و منصب کا۔ ہاں جاہ و جلال تھا تو علم کا اور حسن و جمال تھا تو عرفان کا۔ دبدبہ تھا تو ذہانت کا، رعب تھا تو نکتہ رسی کا۔ اس کا دربار تشنگان علم کا سرچشمہ، عالموں اور باکمالوں کا مرکز، علم کی روشنی سے اس کا چہرہ سورج کی طرح تابناک مگر عجز و انکسار کا مجسمہ تھا۔ لہجے میں وہ نرمی جیسے خوشبو کی پھوار، اندازِ استدلال ایسا کہ دشمن کو بھی داد پر مجبور کر دے۔ ذہانت وہ کہ فلسفہ و منطق حیرت سے منہ تکیں۔

فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کے معتقد ہونے کی وجہ سے اس یکتائے روز شخصیّت نے اپنا لوہا منوالیا۔ اس کی ذہانت اور طرزِ استدلال نے بڑے بڑے عالموں، فاضلوں اور بزرگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اسکی سیدھی سادی مدلّل اور دلکش تحریروں نے دلوں پر سکہ جما دیا تھا۔ اس کے فتوے اور نکتہ آفرینیوں نے اپنے مخالفوں سے داد وصول کی تھی۔ اس ذہانت محنت اور لگن نے مولانا سید محمد نعیم الدین کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے قریب کر دیا۔

گو مولانا موصوف اپنے استاد مولانا سید محمد گل صاحب سے

مُجاز و مأذون تھے لیکن جب شیخ المشائخ شاہ علی حسین اشرفی سے نیاز حاصل ہوا تو ان کی مسحور کن شخصیت نے متاثر کیا۔ شیخ اول نے اپنی روحانیت سے مرید کی کیفیت دیکھی تو خود مولانا سیّد محمد نعیم الدین کو لے کر شیخ کچھوچھوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا:

"حضرت والا یہ فرزند میرا شاگرد، مرید، خلیفہ مُجاز و مأذون متبنّیٰ اور متاع آخرت ہے جو کچھ ان کے لئے میرے پاس تھا وہ دے دیا اب ان کا کچھ حصہ آپ کے پاس ہے وہ آپ عطا فرما دیں۔" اس طرح مولانا سیّد محمد نعیم الدین سلسلۂ اشرفیہ سے بھی منسلک ہو گئے۔ فاضل بریلوی کی نظروں نے اس جوہر قابل کو پہچانا اور بریلی سے علمی خلافت بھی عطا ہوئی۔ درس و تدریس کو خراج تحسین کے صلے میں علماء نے صدر الافاضل کے لقب سے ملقب کیا۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ صدر الافاضل نہ تو فاضل بریلوی کے مرید تھے اور نہ دست گرفتہ خلیفہ۔ لیکن یہ خصوصیت مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب کو حاصل رہی کہ جہاں فاضل بریلوی اپنی شرعی ذمہ داریوں کی وجہ سے خود شرکت نہ فرماتے وہاں مولانا سیّد محمد نعیم الدین آپ کی نمائندگی کرتے۔

مولانا موصوف نہ صرف خانوادۂ بریلی بلکہ برصغیر کے تمام خانوادوں میں قابلِ اعتماد شخصیت رہے۔ مولانا سید محمد نعیم الدین نہ صرف ایک عالمِ دین پیرِ طریقت، استاد اور مبلغ تھے بلکہ سیاسی مفکر بھی تھے۔ وہ ہر سیاسی مسئلے کو کتاب و سنّت کی روشنی میں جانچتے اور پرکھتے تھے۔ ان کے نظریات اٹل تھے اس لئے وہ ہر اس نظریہ اور تحریک سے دور رہے جس کا انجام بے دینی اور قوم کی تباہی و بربادی تھا۔

اس اصول پہ وہ آخر دم تک قائم رہے۔ ان کے خیالات اور اصولوں

کو کوئی متزلزل نہ کرسکا۔ وہ اپنی جگہ خود ایک کوہ گراں تھے۔ دوسرے علماء کی طرح غیروں کے حاشیہ بردار نہ بنے بلکہ اپنا سیاسی شعور بیدار کرتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ تحریک خلافت کی کمیٹی میں حریص اور نام ونمود کے متوالے علماء کے ساتھ شامل نہیں ہوئے بلکہ اس تحریک کے بارے میں انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کرلیا تھا کہ "یہ تحریک ایک صورت فریب اور دھوکے سے زیادہ نہیں ہے، نتیجے میں ہندو غالب آجائیں گے اور یہ سب کچھ مسلمانوں کو دھوکہ دیا جارہا ہے" مولانا کو اس تحریک سے کوئی اختلاف نہیں تھا بلکہ اس تحریک میں شامل علماء کی عاقبت نااندیشی پہ دکھ اور مسٹر گاندھی کی قیادت سے اختلاف تھا کیونکہ مولانا نے مسٹر گاندھی کے مزاج اور باتوں کے تضاد کی اصل وجہ کو سمجھ لیا تھا وہ جانتے تھے کہ مسٹر گاندھی نے تحریک خلافت کی یونہی حمایت نہیں کی بلکہ اس حمایت کے ذریعہ ان کا مقصد تحریک ترک موالات کو کامیاب بنانے کے لیے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال اور حامی بنانا تھا۔

مولانا نے اسی پہلو کو سامنے رکھ کر برصغیر کے مسلمانوں اور تحریک میں شامل علماء کو کچھ اس طرح سمجھانے کی کوشش کی تھی

"ہندو نادان نہیں، ان کی کوئی حرکت عبث و بے کار نہیں، وہ ہر کام کے لیے کوئی نہ کوئی مقصد رکھتے ہیں، ان کا ہر عمل اسی مقصد کے محور پہ گردش کرتا ہے جب تم نے انہیں پیشوا بنایا تو وہ اپنے مقصد کو مقدم رکھیں گے،" [1]

ایک اور جگہ مسٹر گاندھی کے مزاج اور باتوں کے تضاد کو اس طرح پیش کرتے ہیں

[1]: السواد الاعظم۔ شوال المکرم ۔ ۱۳۳۸ھ صفحہ ۱۷

"ایک طرف تو مسٹر گاندھی مسلمانوں سے یہ خطاب کرتے ہیں کہ تمہارے مطالبات بالکل جائز ہیں اور تم حق بجانب ہو میں تمہارے ساتھ ہوں ـــ دوسری طرف مسٹر گاندھی لب ولہجہ بدل کر یہ فرماتے ہیں کہ دیکھو خبردار قانون کی حدود سے باہر قدم نہ رکھنا۔ امن عامہ میں خلل اندازی کرنے سے باز رہنا ورنہ میں تمہارے ساتھ نہیں جس سے گورنمنٹ کو مسلمانوں کی شوریدہ سری اور قانون شکنی اور امن عامہ میں فاد انگریزی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو امن عامہ اور قانون کا حامی ظاہر کرتے ہیں۔" [2]

مولانا سید محمد نعیم مراد آبادی نے تحریک کی ظاہری صورت، زور شور، چمک دمک، جذباتیت اور گاندھی کی چالاکیوں اور مقاصد کو دیکھ کر جو نتیجہ اخذ کیا وقت نے اس کو صحیح کر دکھایا اور خود ہندوستان کے مسلمانوں نے بھی دیکھ لیا کہ خلافت کمیٹی گاندھی جی کی اسیر اور کانگریس کا شکار ہو کر اس کی قصیدہ خواہ بن گئی۔ اس کا تمام تر سرمایہ کانگریس کے استحکام، طاقت اور ترویج واشاعت پہ خرچ ہوا جو مسلمان قوم کے گاڑھے پسینے کی کمائی تھی وہ انہی کے خون سے ہولی کھیلنے کے لیے ہندوؤں کے ہاتھ آئی۔

اس کامیابی کے بعد کانگریس نے علماء کو ہم خیال بنا کر مسلمانوں کے قتل عام کے لیے جو سازشیں کیں حربے استعمال کیے اور چالیں چلیں وہ خود کانگریس کے ظلم وستم کا منہ بولتا ثبوت ہیں، مثال کے طور پہ شدھی کی تحریک آریہ سماجی شردھانند کے شر وفساد اور گورو گوکل تحریک کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف نفرت و حقارت کا جو انتقامی جذبہ اور جنون پیدا کیا، کانگریس کی عبوری حکومت کے دوران

[2]: تحریک آزادئ ہند اور السواد الاعظم، محمد مسعود احمد ص ۲۲۱

مسلمانوں پر جو زیادتیاں کی گئیں اور امن وامان کے جو مسائل پیدا کیئے گئے وہ خود کانگریس اور ہندوستان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بنے اور مسلمانوں میں اتحاد واستحکام، تحفظ اور علیحدہ مملکت کے حصول کا جواز بنے۔ لیکن کانگریس کے پجاری علماء ان تمام باتوں سے بے خبر اپنے آپ میں مگن اور مست وبے خود رہے جس پر ہندوستان کے مسلمان آج تک شرمندہ ہیں۔

مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے ان تمام واقعات کو دیکھ کر فرمایا تھا:

"دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ ہندوؤں پر بھروسہ کرنا کسی وقت بھی صحیح نہ تھا، فرمانِ حق، حق نکلا، کفّار سے مسلمانوں کی فلاح وبہبود کی توقع رکھنا سخت نادانی اور ناعاقبت اندیشی ہے۔" [۳]

اسی طرح مسلمانوں کے خلاف کانگریس کے عزائم اور اس کی گھناؤنی چالوں اور ہتھکنڈوں کے پیشِ نظر مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کی تھی۔ انھوں نے فرمایا تھا

"اگر تم اب بھی ہوش میں نہیں آئے اور تنظیم نہ کی تو پھر جو انجام ہونا ہے اس کے لیے تیار ہو جاؤ" [۴]

مولانا موصوف نے مسلمانوں کے تحفظ اور اتحاد کی خاطر ۱۹۲۵ء میں مرادآباد میں آل انڈیا سنّی کانفرنس کی بنیاد ڈالی اور اس کی شاخیں قائم کیں۔ مولانا کی یہ کوششیں بارآور ثابت ہوئیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی تعمیر وتشکیل جن مقاصد کے حصول کے لیئے کی گئی تھی وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ہندوستان کے سنّی مسلمانوں کی کثیر تعداد کے انتشار کو دور کر کے ان کی

---

۳ : ۴ : حیاتِ صدر الافاضل

تنظیم کرنا اور انفرادی طور پر مذہبی کام کرنے والوں میں ایک ربط پیدا کر کے متحدہ قوت بنانا۔

۲۔ ہندوستان کے ہر شہر، قصبات ودیہات میں اسلامی انجمنیں قائم کرنا اور موجودہ انجمنوں کو جمعیت عالیہ کے ساتھ مربوط کرنا

۳۔ تبلیغی کام کو ایک نظم محکم کے ساتھ وسیع کرنا اور اس کے لیے مفید ذرائع اختیار کرنا۔

۴۔ تبلیغ کی تعلیم دینے کے لیئے خاص مدارس کھولنا۔

۵۔ مذہبی تعلیم عام کر کے مسلمانوں کے ہر طبقے کو مذہب سے باخبر اور شائستہ بنانا

الف: انگریزی خواں طلبہ کے لیئے مذہبی تعلیم کا خاص اہتمام اور آسان ذرائع بہم پہنچانا۔

ب: مزدوروں اور پیشہ وروں کی تعلیم کے لیئے مدارس شبینہ جاری کرنا۔

۶۔ مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنا اور ان کی معاشرت میں اصلاح کرنا۔

۷۔ مسلمانوں سے قرض کی عادت چھڑوانا اور ایسی تدابیر اختیار کرنا کہ مسلمان اپنی ضرورتیں خود پوری کریں اور غیر قوم کے سامنے قرض کے لیئے ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے محفوظ رہیں۔

۸۔ مقروض مسلمانوں کے لیئے وہ تدابیر اختیار کرنا کہ وہ ایک محدود مدت میں قرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

۹۔ بے روزگار مسلمانوں کے لیئے ذریعہ معاش تجویز کرنا اور انہیں کام پر لگانا۔ [۵]

۵۔ السواد الاعظم مرادآباد ذی قعدہ، ۱۳۴۵ھ۔ ص: ۵۔

کانفرنس کے ان مقاصد کے پیش نظر برصغیر کے مختلف حصوں میں اس کے اجلاس منعقد ہوئے ان اجلاسوں میں نہ صرف مسلمانوں کے اتحاد و تنظیم پر زور دیا گیا بلکہ جمعیت العلماء ہند کی گمراہ کن پالیسیوں پر سخت تنقید کی گئی اور کانگریس کی سازشوں، چالاکیوں اور پالیسیوں کا جائزہ پیش کر کے مسلمانوں کو اس کے زہر، نقصانات اور گھناؤنے عزائم سے باخبر رکھا گیا۔

اس سلسلے میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایک اجلاس ۱۸ ستمبر ۱۹۲۸ء کو مراد آباد میں منعقد ہوا جس میں نہرو کمیٹی کی رپورٹ کے خلاف قرارداد پاس کی گئی جس میں لازمی تعلیم کے ساتھ جزوی طور پر مذہبی تعلیم کو لازمی قرار دینے پر زور دیا گیا۔ ۶

آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس منعقد کرنے کا جو مقصد تھا اگرچہ وہ کانفرنس کے تنظیمی مقاصد میں بیان ہو چکا ہے لیکن اس کی وضاحت جس طرح مولانا محمد عمر نعیمی نے کی ہے وہ خود اپنی جگہ بڑی اہم اور دور رس نتائج کی حامل ہے مولانا محمد عمر نعیمی صاحب فرماتے ہیں:

ہندوستان کے لیئے مراعات طلب کرنے میں اگر ہندوستان نے مسلمانوں کی پرواہ نہیں کی تو مسلمان اپنی آواز خود علیحدہ کیوں نہ اٹھائیں؟ اپنے لیئے ضروری اور مناسب مراعات کیوں نہ طلب کریں، اپنے حقوق کے مطالبہ سے کیوں زبان روکیں؟" ۷

دور اندیشی، ذہانت اور تجربات سے پیدا ہوتی ہے۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے ہندوؤں اور انگریزوں کی مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں سے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ہندوستان میں مسلمان ہندوؤں کے ساتھ

۶: السواد الاعظم، جمادی الاولیٰ، ۱۳۴۷ھ، ص ۱۸

۷: السواد الاعظم، ربیع الاول، ۱۳۴۹ھ، ص ۱۲

مل کر نہ تو پر سکون زندگی گزار سکتے ہیں اور نہ اپنی تہذیب، وثقافت کا تحفظ کر سکتے ہیں اور نہ اپنے دین کی ترویج واشاعت کا کام بحسن وخوبی سرانجام دے سکتے ہیں ان کے نزدیک دونوں قومیں اپنے اپنے طور پر جداگانہ قومی نظریہ کے تحت زندگی گزار سکتی ہیں۔ اس لیئے برصغیر کے مسلمانوں کے لیئے ایک علیحدہ مملکت کا حصول ضروری ہے۔

دو قومی نظریہ کے سلسلے میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ سب سے پہلے اردو زبان کے خلاف ہندوؤں نے آواز اٹھائی، ہندوؤں کی سازشوں، کینہ پروری، پس پردہ مسلم دشمنی اور اردو ہندی قضیے کے پیش نظر سر سید احمد خاں نے نواب محسن الملک کو ایک خط میں لکھا تھا۔

" ہندوؤں کا یہ رجحان ایک دن ہندوؤں اور مسلمانوں کو الگ الگ کر دے گا۔" ۸

اردو کے خلاف ہندی زبان کی جب تحریک شروع ہوئی تو بنارس کے کمشنر مسٹر شیکسپیئر نے سر سید احمد خاں سے بڑے دکھ کے ساتھ یہ بات کہی تھی وہ یہ پہلا موقع تھا جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب ہندوستان کا بطور ایک قوم کے ساتھ چلنا اور دونوں کو ملا کر ایک قوم بنانے کی کوشش کرنا محال ہے۔" ۹

سر سید احمد خاں کی پیش گوئی اور مسٹر شیکسپیئر کے خدشات دونوں حقیقت بن کر سامنے آ گئے۔ ہندوؤں کے مذہبی جنون، سیاسی ریشہ دوانیوں اور نفرتوں نے مسلمانوں کو اپنے دین، تہذیب وثقافت، زبان اور اپنے تحفظ کے لیئے علیحدہ مملکت کے حصول کے لیئے مجبور کر دیا۔

۸: قومی زبان کراچی، دسمبر ۱۹۷۶ء، ص ۲۹ ۹: تحریک آزادی، صلاح الدین ناسک ص: ۲۷۱

یہی وہ عوامل، محرکات اور رویے تھے جو ہندوستان میں ایک قومی نظریہ کے بجائے دونوں نظریہ کے وجود کی بنیاد بنے۔ اس سلسلے میں اس وقت کچھ سیاسی اکابرین نے اس پر اظہارِ خیال ضرور کیا تھا لیکن سیاسی پلیٹ فارم سے منظم طور پر کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔

برصغیر میں سیاسی اکابرین، زعماء اور علماء نے حالات کا رخ دیکھتے ہوئے بھی دو قومی نظریہ کے لیے منظم تحریک شروع کی اور نہ واضح طور پر اس کو عوام تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کی۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے سیاسی نقطۂ نظر کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم اور احادیث کی روشنی اور عقلی دلائل کے ساتھ دو قومی نظریہ کی بھرپور وضاحت بھی کی اور وکالت بھی کی تھی جس سے دو قومی نظریہ کی اہمیت واضح ہوئی اور خاص طور پر مسلمانوں میں دو قومی نظریہ جڑ پکڑ گیا۔

مولانا موصوف نے اس طرح مسلمانوں میں سیاسی شعور بیدار کر کے ہندو اور کانگریس کے ہتھکنڈوں اور چالوں سے بچالیا کیونکہ اس نظریہ کے خلاف گاندھی پرست اور کانگریسی علماء نے زہر اگلنا شروع کر دیا تھا اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی پوری پوری کوشش کر رہے تھے، نفسیاتی ہتھکنڈے استعمال کر رہے تھے، خوبصورت اور پرفریب نعروں کے ذریعہ مسلمانوں کو یوں دھوکہ دینے کی کوششوں میں مصروف تھے کہ "ہندو مسلم دو قومیں نہیں ہیں۔ بلکہ ایک قوم ہے، دونوں کا وطن ہندوستان ہے ملت وطنیت سے بنتی ہے اس لیے ملت کے وجود کو تقسیم کرنا صحیح نہیں ہے۔"

یہ وہ پرفریب نعرے اور ہتھکنڈے تھے جن کا طلسم مولانا سید محمد نعیم الدین اور علامہ اقبال نے توڑا تھا، جبکہ ہندو مسلم اتحاد پر لالہ لاجپت رائے نے مسٹر سی آر داس

کے نام خط میں اس حقیقت کی طرف واضح طور پر اظہار کیا تھا کہ

"میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اس پر دعوتِ غور و خوض دوں۔ گزشتہ چھ ماہ میں میں نے اپنے وقت کا بیشتر حصہ اسلامی تاریخ اور اسلامی قوانین کے مطالعہ میں صرف کیا ہے اور اس سے جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ چیز یعنی ہندو مسلم اتحاد ایک امر محال ہے اور ناقابلِ عمل شے ہے"

اسی خط میں عدم تعاون کی تحریک میں شامل علماء کے بارے میں لالہ لاجپت رائے نے اظہار کیا ہے کہ میں نے تاریخ اسلام اور اسلامی قوانین کے مطالعہ سے جو کچھ نتائج اخذ کیئے ہیں وہ خود ایک حقیقت کا ادراک ہے۔ لکھتے ہیں:

"وہ مسلم رہنما جو عدم تعاون کی تحریک میں شامل ہیں اگر ان کے خلوصِ نیت کو تسلیم بھی کر لیا جائے پھر بھی میرے خیال میں ان کا مذہب اس چیز "ہندو مسلم اتحاد" کے راستے میں رکاوٹ ثابت ہوگا"

اس مسلّم حقیقت کے باوجود زعماء اور علماء کرام کا ہندو مسلم اتحاد پہ زور دینا خود مسلم اتحاد کو کمزور کرنے کے مترادف تھا۔ مسٹر گاندھی کی پیروی اور گاندھی جی کے فلسفے کو فکر و شعور کے دروازے بند کر کے قبول کرنا انتہائی نادانی کی بات تھی۔ مسٹر گاندھی کے فلسفے اور شخصیت نے شعوری طور پر ان کانگریسی زعماء کو اس طرح اپنی پیروی کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ گاندھی جی کا فلسفہ کانگریس کا لائحہ عمل بن چکا ہے ان کی ساری جد و جہد کانگریس کو مضبوط و مستحکم اور ہندوستان کی واحد بڑی سیاسی جماعت بنا کر ہندوؤں کو طاقتور بنانا تھا اور مسلمانوں کو کمزور کرنا تھا۔ گاندھی جی اور کانگریس کے

اس تمام طریقہ کار اور چالاکیوں کے باوجود اخبار مدینہ (بجنور) اس طرح رقم طراز ہے:

"کانگریس کے ہر بشر کے لیئے ضروری ہے کہ وہ گاندھی جی کے فلسفۂ زندگی کو دنیا کے تمام دوسرے فلسفہائے زندگی سے بہتر سمجھے اور کانگریس کے پروگرام کو گاندھی کے فلسفے کی روشنی میں دیکھے جو شخص ایسا نہیں کر سکتا وہ کانگریس کا ممبر نہیں بن سکتا"[1]

اس کا سیدھا سادہ مطلب یہی ہے کہ کانگریس میں شامل مسلمان بھی گاندھی جی کے فلسفے کو اپنائے بغیر کانگریس کے ممبر نہیں بن سکتے۔ جبکہ لالہ لاجپت رائے واضح طور پر کہہ چکے ہیں کہ "ہندو مسلم اتحاد" کے راستے میں ان کا مذہب ایک زبردست رکاوٹ ثابت ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان گاندھی جی کے فلسفہ کو جبراً و قہراً اپنائے ہوئے ہیں یا پھر وہ مسلمان نہیں ہیں۔ ان دونوں اقتباسات کو ذہن میں رکھتے ہوئے سردار ولبھ بھائی پٹیل کی اس بات کو بھی پیش نظر رکھیئے

"جو مسلمان کانگریس میں شریک ہیں وہ مسلمان ہیں کب؟ میاں صاحب! اگر اپنے ایمان کی خیر منانا چاہتے ہو تو مسلمانوں کی کانگریس مسلم لیگ میں جائیں"[2]

سردار ولبھ بھائی پٹیل نے جو کچھ کہا تھا اگر کانگریسی مسلمان علماء سمجھ لیتے تو ان کی سیاسی آخرت سنور جاتی لیکن جو خود اپنے دین و ایمان کا دشمن ہو اسے رسوا ہونے سے کون روک سکتا ہے، کون سمجھا سکتا ہے؟ اور اب ذرا مولانا ابو الکلام کا وہ تبصرہ ملاحظہ فرمائیں جو انھوں نے اپنے صدارتی انتخاب پر کیا تھا۔ فرماتے ہیں:

"میرا انتخاب صدارت کے لیئے درحقیقت مہاتما گاندھی کی قیادت پر

---

[1]: اخبار مدینہ بجنور، ۱۷ر اگست ۳۹ء [2]: روزنامہ انقلاب بمبئی، ۲۷ر دسمبر ۴۵ء

اعتماد کا آئینہ دار اور اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ ملک ان کے پروگرام سے بالکل متفق ہے"[1]

ان تمام اقتباسات اور حقائق کے پیش نظر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے گاندھی جی اور کانگریس کی شاطرانہ چالوں اور کانگریس میں شامل مسلمان زعماء علماء کرام کی نادانیوں اور ان کے اغراض و مقاصد کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ یہ سب ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ کیسا بھیانک کھیل کھیلنا چاہتے ہیں اور ان کے عزائم کیا ہیں؟ اور کانگریسی مسلمان اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات کی خاطر کیا کیا خواب دیکھ رہے ہیں؟ انھیں اس سے غرض نہیں کہ عام مسلمان کس حال میں ہے؟ اس پر کیا کیا مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور اس کے دین و مذہب سے کس طرح کھیلا جا رہا ہے؟

ہندوستان میں انگریز اگر ہندوؤں کے ساتھ جانبداری نہ برتتے اور ہندو مسلمانوں کے خلاف نفرت و حقارت سے پیش نہ آتے، کانگریس کی عبوری حکومت مسلمانوں کی تذلیل اور قتل عام نہ کرتی۔ مسلمانوں کو برابر کے حقوق دیتی اور اردو ہندی قضیئے کو نہ اٹھاتی تو شاید مسلمانوں کے دلوں میں علیحدہ مملکت کا خیال انگڑائی تک نہ لیتا۔ لیکن انگریزوں نے تقسیم بنگال کو کالعدم قرار دے کر ہندوؤں کے ساتھ جو جانبداری برتی اور ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف جو ہتھکنڈے استعمال کیے جو سازشیں اور ریشہ دوانیاں کیں جن کی وجہ سے مسلمانوں میں عدم استحکام اور عدم تحفظ کا خیال پیدا ہوا اور اس خیال کو کانگریس

---

[1] - ، ۱۹ر فروری ۱۹۳۰ء

کے عزائم نے اتنا راسخ کر دیا کہ مسلمان علیحدہ مملکت کے حصول کے لیئے جدوجہد کرنے پر آمادہ ہو گئے اور تقسیم ہند کی تجویزیں پیش ہونے لگیں۔

ہندوستان میں مسلم ریاست کی ضرورت پر سب سے پہلے ۱۹۱۵ء میں چودھری رحمت علی نے زور دیا اور پہلی بار ۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء میں اپنے کتابچے "NEW AND NEVER" میں اس نئی ریاست کا نام پاکستان تجویز کیا۔ ۱۹۲۰ء میں بدایوں کے محمد عبدالقدیر نے تقسیم ہند کی تجویز گاندھی کے نام ایک کھلے خط میں پیش کی۔ یہ تجویز بدایوں کے اخبار ذوالقرنین کے شمارے مارچ۔ اپریل ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی اور بعد میں ۱۹۲۵ء میں نظامی پریس، بدایوں سے چھپ کر شائع ہوئی۔ دوبارہ ۱۹۲۵ء میں بھی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس سے چھپی جس کی تصدیق ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی کتاب THE STRUGGLE FOR PAKISTAN سے ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں :

" مارچ اپریل ۱۹۲۰ء میں بدایوں کے اخبار ذوالقرنین نے ایک صاحب محمد عبدالقدیر کا گاندھی کے نام ایک کھلا خط شائع کیا تھا جس میں برصغیر کی تقسیم کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اس میں انھوں نے مسلم اضلاع کی فہرست تک دی تھی جو مشرقی و مغربی پاکستان کی موجودہ سرحدوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔" [۱۲]

محمد عبدالقدیر نے گاندھی کے نام کھلے خط میں تقسیم ہند کی جو تجویز پیش کی تھی اس کی تفصیل کچھ اس طرح تھی :

۱۔ ہندوستان کی تقسیم از سر نو قومیت کی بنا پر اس طرح کی جائے کہ ہر قوم کے لیے بڑے سے بڑا حصہ اسکی آبادی کا علیحدہ کر دیا جائے اور یہ حصہ

---

۱۲ — THE STRUGGLE FOR PAKISTAN ، صفحہ ۱۱۶

اس قوم کا حلقہ اثر قرار دیا جائے۔ مثلاً مسلمانوں کے لیئے حسب ذیل تین صوبجات بنائے جا سکتے ہیں :

(الف) صوبہ سرحدی اور مغربی پنجاب کے دس اضلاع راولپنڈی، اٹک، جہلم، گجرات، شاہ پور (سرگودھا)، میانوالی، جھنگ، مظفرگڑھ، ڈیرہ غازی خاں اور ملتان یکجا کر کے صوبہ بنا دیا جائے۔

(ب) بنگال میں بوگرا، رنگ پور، تاج پور، جیسور، ندیا، فرید پور، ڈھاکہ، راج شاہی، پبنا، میمن سنگھ، باقر گنج، نواکھالی، پٹرا، چٹاگانگ کے اضلاع کا دوسرا صوبہ بنایا جائے۔

(ج) سندھ کو بمبئی پریذیڈنسی سے جدا کر کے تیسرا صوبہ بنایا جائے۔

(۲) یہ بات اصولاً طے کر دی جائے کہ اس تقسیم کے بعد ہر حصہ ملک کا نظم و نسق اسکی کثیر التعداد رعایا کے مفاد کے لیئے کیا جائے گا۔

(۳) قلیل التعداد اقوام کی حفاظت و ادائے مراسم مذہبی و حقوق ملازمت وغیرہ کے لیئے قواعد مرتب کیئے جائیں اور ان کے لیئے قومی سیاسی اہمیت کی بنا پر حسب ضرورت دارالامن قائم کیئے جائیں، مثلاً پنجاب میں سکھ ایک با اثر قوم ہے لیکن کسی واحد ضلع میں وہ بلحاظ آبادی کے ہنود یا مسلمانوں سے زیادہ نہیں ہے جو اس کا حلقۂ اثر بنایا جا سکے۔

اس لیئے قومی و پولیٹیکل اہمیت کی بناء پر ان کے لیئے دارالامن قائم کیا جائے لدھیانہ و امرتسر اس کے لیئے بہت موزوں ہیں، ان مقامات کا نظام حکومت سکھوں کے مفادات کے لحاظ سے ترتیب دیا جائے، سیالکوٹ عیسائیوں کا ملجا و ماویٰ قرار دیا جائے اور ان کو وہاں وہی حقوق دیئے جائیں جو سکھوں کو امرتسر اور لدھیانہ میں۔ اسی طرح مملکت متحدہ آگرہ اودھ میں جو اسلامی تمدن کا گہوارہ

ہے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لیئے خاص انتظام کی ضرورت ہوگی

(۴) تبادلۂ آبادی کے لیئے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں تاکہ قلیل التعداد اقوام کے افراد جو کسی وجہ سے ترک وطن کر کے خود اپنی قوم کے حلقۂ اثر میں جانا چاہیں وہ بغیر زیادہ نقصان کے تبدیلیٔ سکونت کر سکیں۔

(۵) تمیٹن مجوزہ کا فیصلہ قومی معاہدہ کی صورت میں ترتیب دیا جائے اور گورنمنٹ کے سامنے بطور ملکی مطالبہ کے عمل درآمد کے لیئے پیش کیا جائے۔

اس تجویز کو ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے الہ آباد میں مسلم لیگ کے سیاسی پلیٹ فارم سے آگے بڑھایا۔ پھر اسی تجویز کو ۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس کے موقع پر انگلستان میں حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اسی سلسلے میں اپنی کتاب میں لکھا ہے :

"عام طور پر کہا جاتا ہے کہ محمد اقبال نے تقسیم کا تصور پیش کیا جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ اقبال سے پہلے کچھ لوگ تھے جنھوں نے تقسیم کی تجویز پیش کی۔ ہاں اقبال وہ پہلے عوامی شخص ہیں جنھوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے برصغیر کی تقسیم کی تجویز پیش کی، مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد ۱۹۳۰ء میں انھوں نے اپنے صدارتی خطبے میں برصغیر کے اس مسئلے پر تفصیلی بحث کی [۱۳]

ہندوستان کے علماء میں مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی وہ پہلے عالم ہیں جنھوں نے ۱۹۳۰ء میں اپنے ماہنامہ "السواد الاعظم" میں اس تجویز کی بھرپور حمایت و تائید کرتے ہوئے فرمایا :

"ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے

۱۳ THE STRUGGLE FOR PAKISTAN 117، ۱۵، ۱۴ السواد الاعظم، شوال المکرم و ذیعقد ۱۹۳۱ء

ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار، دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا، یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔" [۱۴]

تقسیم ہند کی تجویز کی تائید کرتے ہوئے اسی ماہنامے میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں :

"جب ہندو اپنی حفاظت اس میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقیناً ان کے محلوں میں جانے اور ان کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیئے۔ دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اس نکتہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں، یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنا لیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے۔ ہر علاقے میں اسی علاقے والوں کی حکومت ہو مسلم علاقہ میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقوں میں ہندوؤں کی" [۱۵]

اس سلسلے میں مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے علماء کی سطح پر کوششیں شروع کر دیں۔ آپ نے لاہور میں مولانا سید ابوالحسنات کو تحریک پاکستان کے سلسلے میں متعدد خطوط لکھے۔ ایک خط میں آپ نے پاکستان بنانے کے بارے میں لکھا

"پاکستان کی تجویز سے جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کو کسی طرح دست بردار ہونا منظور نہیں۔ خواہ جناح صاحب اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں وزارتی مشن سے ہمارا مدعا حاصل نہیں ہوتا۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں ایک اور جگہ مولانا موصوف نے فرمایا :

۱۴-۱۵ السواد الاعظم، شوال المکرم و ذیقعد ۱۹۳۱ء THE STRUGGLE FOR PAKISTAN 117

"ہم نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر آنا علماء کی شایان شان نہ سمجھا لیکن علماء نے مسلم لیگ کے حریفوں کا سرگرمی کے ساتھ مقابلہ کیا اور یہ مسلم لیگ پر کوئی احسان نہیں بلکہ ہمارا نقطۂ نظر شروع ہی سے اسلامی تعلیمات کے ماتحت تھا۔ اس جماعت نے ہر دور میں کبھی غیر مسلموں پر اعتماد و بھروسہ نہیں۔ اب جو ایک قدم مسلم لیگ نے قرآن و سنّت اور اس کے اسلامی احکام کی ترویج کا ذمّہ اٹھایا تو علماء نے اسلام کی سربلندی کے لیئے مسلم لیگ حریفوں کا مقابلہ کیا اور ان تمام بندہ خواروں کا پردہ فاش کیا جنھوں نے پہلے سلطنت مغلیہ کے دور میں انگریزوں کی ہمنوائی میں بڑی بڑی رشوتیں لیں جس کے صلے میں "شمس العلماء" اور "خان بہادر" کے خطاب پائے،

جاگیریں لیں اور وہی سب ہندوؤں کے ٹکڑوں پر بک کر مسلمانوں کی پشت پر چھرا مارنے کا کام انجام دے رہے ہیں۔" [16]

کانگریس اور کانگریسی علماء کی رخنہ اندازیوں اور اختراع پردازیوں کے پیش نظر علماء اہل سنّت نے شدّت کے ساتھ محسوس کیا کہ تمام سنّی علماء متحد و یک جان ہو کر نظریۂ پاکستان کو مضبوط و مستحکم کریں اور برصغیر کو دو علیحدہ مملکتوں میں تقسیم کرا کر مسلم اکثریت کے صوبوں کی علیحدہ اسلامی ریاست بنانے میں معاون ہوں۔

۱۹۴۰ء میں جب مسلم لیگ نے مسلم اکثریت کے صوبوں کی علیحدہ مرکزی حکومت کی قرارداد "قرارداد پاکستان" پاس کی تو علماء اہل سنّت مسلم لیگ کو مضبوط اور فعال بنانے میں مصروف ہو گئے۔ مطالبہ پاکستان کے سلسلے میں آل انڈیا سنّی کانفرنس کا ایک اجلاس ۲۹، اپریل ۱۹۴۶ء میں بمقام بنارس

[16] ۔ حیاتِ صدر الافاضل، مرتبہ مولانا غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ

منعقد ہوا جس میں پاکستان کے حصول کے لیئے جو قرارداد پاس کی گئی اس کی اپنی تاریخی اہمیت ہے۔"

"آل انڈیا سنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلِ سنّت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن حکیم اور احادیثِ نبوی کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔" [17]

اس سلسلے میں مولانا سیّد محمد محدّث کچھوچھوی نے جو خطبۂ صدارت پڑھا وہ حصولِ پاکستان اور تحریکِ پاکستان کے حق میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

تقسیمِ ہند اور حصولِ پاکستان کے سلسلے میں مسلم لیگ نے اگرچہ بڑی محنت کی، بڑی قربانیاں دیں اور برصغیر کے مسلمانوں کی آرزوؤں اور تمنّاؤں کے عین مطابق حالات کا رخ موڑنے میں کامیابی حاصل کی جس کے باعث پاکستان معرضِ وجود میں آیا لیکن قربانیوں کے صلے میں جو جلد بازی دکھائی اور جو فاش غلطیاں سرزد ہوئیں پوری ملّتِ اسلامیہ آج تک ان کا خمیازہ بھگت رہی ہے۔ اس کی تلافی ناممکن نہیں تو بے پناہ مشکل ضرور ہے۔ مسلم لیگ کی جلد بازی اور غلطیوں کی طرف اس وقت سب سے پہلے مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی نے نشاندہی کی جو حسبِ ذیل ہے:-

[17] : خطبۂ صدارت جمہوریۂ اسلامیہ، مطبوعہ ۴۶ء، صفحہ ۲۹

کا اظہار کیا ہے اس سے ان کی سیاسی بصیرت اور نکتہ رسی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

خدا نے مولانا سیّد محمد نعیم مرادآبادی کو گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا تھا وہ سیاسی بصیرت بھی رکھتے تھے اور دستور سازی کے عمل سے بھی آگاہ تھے دستور سازی ایک نازک اور پیچیدہ معاملہ ہے۔ کسی ملک کے لیئے دستوری خاکہ تیار کرنا اور بھی دشوار ہے۔ یہ کسی ایک فردِ واحد کے بس کی بات نہیں بلکہ دستوری خاکہ مرتب کرنے کے لیئے ملک کے اعلیٰ دماغ اور صاحبِ بصیرت افراد غور و فکر کرتے ہیں۔ حصولِ پاکستان کے بعد علماء اہلِ سنّت نے ان کی ہمہ جہت صفات اور صلاحیتوں اور خدمات کے پیشِ نظر پاکستان آنے کی دعوت دی وہ دہلی سے کراچی تشریف لائے، لاہور اور کراچی کے قیام کے دوران انھوں نے علماء سے مختلف امور پر تبادلۂ خیالات بھی کیا اور خاص طور پر کراچی میں پاکستان کے لیئے جو مولانا کے خوابوں کی جیتی جاگتی تعبیر تھی اسلامی دستور کے بارے میں علماء سیاسی اکابرین اور زعماء سے گفت و شنید رہی اور مرکزی وزیروں سے علماء کے ساتھ ملاقاتوں میں اس سلسلے میں تبادلۂ خیال بھی ہوا

یہ طے کیا گیا کہ مولانا سے درخواست کی جائے کہ وہ مملکتِ خداداد پاکستان کے لیے اسلامی دستور کا اسلامی اصولوں اور ضوابط کے تحت خاکہ مرتب فرما دیں جسے پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کر کے منظور کرالیا جائے۔

مولانا سیّد محمد نعیم الدین صاحب نے اس پر خلوص درخواست کو قبول کرتے ہوئے "اسلامی دستور" کا خاکہ مرتب کرنے کا وعدہ فرمالیا۔ لیکن اپنی علالت کی وجہ سے پاکستان میں اپنے قیام کے دوران وہ خاکہ مرتّب نہ کر سکے علالت نے جب طول کھینچا تو مولانا واپس ہندوستان چلے گئے۔ پاکستان

۱۔ دونوں صوبوں کے بعد المشرقین کے اتصال کے لیئے برّی (خشکی) راستہ اپنے نصب العین میں شامل نہیں کیا۔

۲۔ مسلم اکثریت کے دو عظیم صوبوں کی اندرونی تقسیم گوارا کر لی جس کی بناء پر ۴۷ء کی ہوشربا، قیامت خیز خون ریزی، عصمت دری اور بے پناہ تبادلۂ آبادی کی نوبت آئی جس سے پاکستان غایت درجہ کمزور ہو گیا اور اسی کی بدولت کشمیر کا مسئلہ پیش آیا۔

۳۔ سب سے بڑی اور اہم غلطی یہ کہ آنکھ بند کر کے ریڈ کلف پر اعتماد کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کپور تھلہ جیسی مسلم اکثریت کی ریاست ہی نہیں بلکہ مالیر کوٹلہ اور گورداسپور وغیرہ بھی انڈیا کو دے دیا۔ حیدرآباد، جوناگڑھ اور ماناودر وغیرہ کے ساتھ جو بے انصافی کر کے ہندوؤں کے سپرد کیا وہ سراسر انصاف کا خون ہے

۴۔ مسلم لیگ نے قائدِ اعظم کو مملکت کا پہلا گورنر جنرل بنایا۔ حالانکہ بہتر یہ تھا کہ قائدِ اعظم کو کسی قانونی شکنجے میں پھانسنے کے بجائے انھیں صرف ملّت کا معتمد علیہ اور ان کو لیڈر کی حیثیت سے رکھا جاتا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ لیڈر شپ، حکومت کی باندی و غلام بن کر رہ گئی اور ملک کے عوام اور حکومت میں کافی کشیدگی اور بعد المشرقین ہو گئی۔ عوام بہت جلد ایسی حکومت سے بیزار ہو گئے جو لیڈری سے سربراہی پر پہنچے۔

حصولِ پاکستان کے سلسلے میں اگر ان پہلوؤں کو مدِّنظر رکھا جاتا اور ہر گوشے پر تنقیدی نظر ڈالی جاتی تو کشمیر کا مسئلہ باقی نہ رہتا اور نہ ہم کے دل ہلا دینے والے واقعات پیش آتے اور نہ مسلم ریاستیں اور علاقے ہندوستان کا حصہ بنتے۔ ان تمام اہم اور بنیادی باتوں پر مولانا موصوف نے جن خیالات

سے محبت کا یہ عالم کہ علالت کے باوجود انھوں نے مراد آباد میں مختلف اسلامی ممالک کے دساتیر اور قوانین کو جمع کیا اور ان کا مطالعہ شروع کر دیا۔ پاکستان کے اسلامی دستور کے لیے ابھی وہ گیارہ دفعات ہی مرتب کر پائے تھے کہ مرض شدت اختیار کر گیا اور بالآخر ۸/ اکتوبر ۴۸ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مولانا نے جو گیارہ دفعات مرتب کی تھیں وہ حسب ذیل ہیں :

پاکستان

تعریف :- آل انڈیا سنی کانفرنس کی تصریحات کے پاکستان نے وہ آزاد اسلامی حکومت مراد ہے جو ہندوستان کے اندر شریعت طاہرہ کے فقہی اصول کے مطابق قائم کی جائے۔

(۱) : اس حکومت کا فرمانروا ایک سنی امیر ہوگا۔

(۲) : اس امیر کو مسلمانان اہل سنت کی اکثریت منتخب کرے گی۔

(۳) : وہ امیر دیندار اور مدبر اہل اسلام کی ایک جماعت کو شوریٰ کے لیئے منتخب کرے گا۔

(۴) : جماعت شوریٰ کی تجاویز امیر کی منظوری کے بعد مکمل سمجھی جائیں گی

(۵) : جماعت شوریٰ امیر کے ماتحت ہوگی۔

(۶) : امیر جماعت شوریٰ کے مشورے سے ایک وزیر اعظم کا انتخاب کرے گا۔

(۷) : یہ وزیر جملہ امور داخلہ وخارجہ کے نظم و نگرانی کا کفیل ہوگا۔

(۹) : وزیر اعظم، محکمہ جات سلطنت کے لیئے جدا جدا وزیر نامزد کر کے امیر

سے منظوری حاصل کرے گا۔

(۹) : امیر کی منظوری کے بعد یہ وزراء اپنے محکمے کا کام ہاتھ میں لیں گے اور حسب ضرورت عہدیدار اور محکمے مقرر کریں گے۔

(۱۰) : محصولات شرع کے مطابق فقہ کی رہنمائی سے مقرر کیئے جائیں گے

(۱۱) : غیر مسلم رعایا کو معاہد بنایا جائے گا اور انھیں امن پہنچائے گی اور ان کے جان و مال کی حفاظت حکومت کے ذمہ ہوگی۔

اسلامی دستور کے لیئے مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی مرتب کردہ ان دفعات سے لوگوں کو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اسلام کے نام پر حاصل کی ہوئی مملکت کے دستور کے لیئے اسلامی دفعات ہی ہو سکتی ہیں جو عوام کی امنگوں اور خواہشات کے مطابق ہوں۔ جن سے عوام کے احساسات و جذبات کی ترجمانی ہوتی ہو۔

مولنٰا موصوف کی مرتب کردہ ان دفعات میں ان تمام پہلوؤں کی ترجمانی ہوتی ہے جو اسلامی فقہ اور مسلمانوں کی امنگوں، خواہشوں، احساسات و جذبات اور رسم و رواج کے عین مطابق ہیں۔ ان دفعات میں غیر مسلم رعایا کے حقوق کے تحفظ اور جان و مال کی حفاظت کے لیئے بھی واضح دفعہ شامل ہے جو یہاں کی غیر مسلم رعایا کے لیئے ضروری تھی۔ مولانا کی زندگی اگر وفا کرتی تو مملکت پاکستان کو ایک مضبوط اسلامی دستور کا خاکہ مل جاتا۔

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی ایک عالم دین تھے اور دینی معاملات میں وہ کتاب و سنت کے اصولوں پر سختی سے کاربند تھے انھیں مذہبی امور سے خاص لگاؤ تھا۔ مذہبی علوم اور تحریکات پر ان کی گہری نظر تھی۔ علمی سوجھ بوجھ، مذہبی معاملات اور مطالعہ کی وجہ سے ان کی معلومات بے پناہ تھیں۔ دینی اور علمی

کتب کے مطالعہ نے ان میں قوتِ فیصلہ اور بے باک اظہار خیال کی صفت پیدا کردی تھی۔ خاندان ولی اللٰہی کی ڈگر سے ہٹ کر جب مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تقویت الایمان لکھی تو اس پر مولانا موصوف نے اہمیت کا حامل مدلل تبصرہ کیا۔

ان کے تبصرے نے اس کتاب کی حقیقت اور صاحبِ تصنیف کی شخصیت کو واضح طور پر پیش کر کے اصل حقائق کی طرف توجہ مبذول کرا کے مصنّف کے عزائم کو بے نقاب کر دیا۔ مولوی اسمٰعیل اگر شاہ ولی اللہ کے مشن پر قائم رہتے اور اسی کو آگے بڑھاتے تو جو فساد اور شر ان کی کتاب سے برصغیر کے مسلمانوں میں پیدا ہوا اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم کوشش کی گئی کبھی نہ لکھتے بلکہ ایسی تصنیف معرض میں آتی جس سے مسلمانوں میں مزید اتحاد اور استحکام پیدا ہوتا۔

ہند کے مسلمان نئی توانائیوں کے ساتھ اپنے حالات کو درست اور دشمن قوتوں کا مقابلہ کرتے۔ لیکن ایسا نہ ہوا یا تو وہ انگریزوں کے سبز باغ دکھانے میں آگئے یا خود ان کے سر میں تخت و تاج کے حصول کا سودا سما گیا تھا یا ان میں اقتدار کی ہوس پیدا ہو گئی تھی، اسی باعث انھوں نے شیخ نجدی کی کتاب التوحید کا چربہ اتارا جو تقویت الایمان کی صورت میں سامنے آیا جس کی بدولت برصغیر کے ہزاروں مسلمان صراطِ مستقیم سے ہٹ کر گمراہ ہو گئے۔ یہی نہیں بلکہ مولوی محمد اسمٰعیل نے اکابرینِ اسلام بزرگانِ دینِ حق حتّٰی کہ انبیاء علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔

جب اپنوں کا یہ حال ہو تو ہم غیر مسلم مصنّفوں کو کیا کہہ سکتے ہیں؟ اس کتاب نے وہ آگ لگائی، وہ فساد برپا کیا کہ ہندوستان کے مسلمان گھرانے نفرت

و حقارت کی جنگ کے میدان بن گئے۔ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کے بجائے شیرازہ بکھرنے لگا۔ اتحاد کے بجائے نفاق و مخاصمت پیدا ہو گئی۔ اخوت و محبّت کے بجائے دشمنی کی فصل اگ آئی۔ بھائی چارہ اور یگانگت کے بجائے بغض و عناد اور ایک دوسرے کے خلاف مزید نفرت پیدا ہو گئی۔

نفرت و حقارت کے شعلوں کی زبانیں نہ جانے کتنے جسموں کو چاٹ چکی تھی اس پر مولوی محمد اسمٰعیل کے تحریر کردہ دو اصولوں نے بھڑکتی ہوئی نفرت کی آگ پر تیل کا کام کیا جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اسلاف کرام اور بزرگوں کا اتباع نہ کرنا چاہیے اور متقدمین کی پیروی درست نہیں۔

(۲) علمائے دین اور ائمہ مجتہدین کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے ہر شخص قرآن و حدیث کو سمجھ سکتا ہے اس کے لیے بڑا علم درکار نہیں۔

مولانا سیّد محمد نعیم الدین نے مولوی محمد اسماعیل کے بیان کردہ ان دو نفس اصولوں کو قرآن و سنّت، احادیث اور مستند مفسرین کے حوالوں سے باطل ٹھہرایا۔ مولوی محمد اسمٰعیل کے فتنہ پرداز ذہن کی فتنہ پردازیوں کو آیات قرآنی اور دلائل و براہین کے ذریعہ قلع قمع کر کے مسلمانوں کے دل و دماغ سے شکوک و شبہات دور کرنے کی کوشش کی اور نفرت و حقارت کی بھڑکتی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اسطرح مولانا سیّد محمد نعیم الدین صاحب کی کوششوں نے مسلمانوں کو مزید کمزور ہونے سے بچا لیا اس کتاب کے تمام مباحث کو یہاں پیش کرنا طول کلام ہو گا اس لیے تبلیغ کے سلسلے میں مولانا سیّد محمد نعیم الدین کے آریہ سماجیوں دیوبندی علماء اور غیر مقلدین سے مناظرے کرنے پڑے۔

مناظروں میں صرف زورِ خطابت، الفاظ کے کرتب اور شخصیت کی کرشمہ سازی

نہیں چلتی بلکہ دلائل و براہین، سیدھی سادی مثالیں اور منطقیانہ استدلال کا جادو چلتا ہے۔ مولانا کے مناظروں کی بہت مثالیں ہیں لیکن طوالت کے باعث صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے تاکہ مولانا کے مناظرہ کا اندازہ ہو سکے۔

بریلی میں دلیؔ کے ایک آریہ سماجی رام چندر نے مسلمانوں کو مناظرہ کا کھلا چیلنج دیا جسے مسلمانوں نے قبول کر لیا رام چندر سے "روح و مادہ" کے تعلق پر گفتگو ٹھہری۔ مولانا سیّد محمد نعیم الدین نے رام چندر کی گفتگو بغور سنی۔ پھر آپ نے پنڈت جی سے فرمایا:

"پنڈت جی آپ یہ کہتے ہیں کہ روحِ انسانی و حیوانی ایک ہے صرف نوعیت کا فرق ہے۔"

پنڈت جی نے کہا "جی ہاں" مولانا موصوف نے فرمایا "فقط صورت ہی میں فرق نہیں بلکہ روحِ انسانی اور روحِ حیوانی میں بہت فرق ہے۔ جس پر مولانا ظہور الحسن نے داد دیتے ہوئے فرمایا "صحیح ہے" مولانا سیّد محمد نعیم الدین نے مسکراتے ہوئے مجمع سے دریافت کیا: آپ لوگ کچھ سمجھے؟ مجمع نے کہا "کچھ نہیں" مولانا نے فرمایا "پنڈت جی کہتے ہیں کہ آدمی اور گدھے میں روحانی فرق نہیں۔ گدھا اور آدمی ایک ہیں۔ فقط صورت میں فرق ہے۔ تمہارے سامنے انھوں نے اقرار کیا کہ روحِ انسانی اور حیوانی ایک ہے۔" یہ سن کر تمام مجمع ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ مولانا نے فرمایا "پنڈت جی اور گدھے میں فقط صورت کا فرق ہے ورنہ دونوں ایک ہیں۔"

اسی طرح نواحِ متھرا اور آگرہ میں شردھانند کے فتنہ و فساد کو ختم کیا۔ اس قسم کے اور بہت سے مناظرے تھے جن میں مولانا موصوف نے اپنی ذہانت کے جوہر دکھائے اور ایسے ایسے دلائل پیش کیے کہ مقابل بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے جہاں سیاسی میدان میں اپنی سیاسی بصیرت کا لوہا منوایا اسی طرح انھوں نے دینی علوم کے فروغ کے سلسلے میں بھرپور کوششیں کیں۔ ۱۹۱۰ء میں مولانا نے مدرسہ انجمن اہل سنّت و جماعت کی بنیاد رکھی جسے ۱۹۳۲ء میں جامعہ نعیمیہ کا نام دیا گیا۔

جامعہ نعیمیہ کے قیام کا مقصد نہ صرف تشنگانِ علم کی پیاس بجھانا تھا بلکہ طالبانِ علم کے دل و دماغ کو بھی منور کرنا تھا۔ ان کی صلاحیتوں کو ابھارنا، ہندوستان میں پھیلی ہوئی کفر و شرک اور بدعتوں کے گھور اندھیروں کو دور کر کے اسلامی تعلیمات کی روشنی سے دلوں کو منور اور دماغوں کو جگمگانا تھا۔ نئی نسل کو دینی اور دنیوی زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرنا تھا۔ اندازِ درس و تدریس ایسا کہ باتوں باتوں میں علم کی روشنی منتقل کر دیں، پیچیدہ اور بحث طلب مسائل کے بیان میں وہ طرزِ استدلال کہ سوالیہ چہرے بھی مطمئن ہو کر کھل اٹھیں۔

مولانا سیّد محمد نعیم الدین صاحب خود بھی علم کے جویا تھے اور علم کی روشنی سے بھٹکے ہوؤں کو سیدھے راستے پر لانا، دماغوں سے الجھنوں کو دور کرنا، سوالات کا تشفی بخش اور مدلّل جوابات سے دلوں اور ذہنوں کو مطمئن کرنا اور صحیح راہ دکھانا بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے لیکن سچی بات یہ ہے

؎ جو دلوں کو فتح کر لے وہ فاتحِ زمانہ۔

مولانا نے دلوں کو فتح کیا جامعہ نعیمیہ کے فارغ التحصیل تلامذہ میں پاک و ہند کے ایسے جیّد علما، خطیبوں کے نام شامل ہیں جو اپنے زمانے کی مشہور و معروف شخصیتیں ہوئیں اور اپنے علم و فراست سے دینی و دنیوی تعلیمات کی روشنی پھیلاتے رہے ان میں مولانا محمد عمر نعیمی، علامہ سیّد ابو الحسنات، قادری مولانا سیّد ابو البرکات قادری، علامہ پیر محمد کرم شاہ، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا مفتی احمد

یار خاں، فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی اور دوسرے بڑے بڑے نام شامل ہیں۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی جہاں سیاسی عالم، عالمِ دین اور بزرگ شخصیت کے مالک تھے وہیں تحریر و تقریر دونوں کے دھنی بھی تھے۔ خاص طور پر ان کی تحریروں میں فلسفہ و منطق اور دلائل و براہین کو بڑا دخل تھا۔ بیس ۲۰ برس کی عمر میں پہلی کتاب الکلمۃ العلیاء لکھی جو علمی و نظریاتی دنیا میں بڑی مقبول ہوئی۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے البلاغ اور الہلال میں مختلف موضوعات پر مضامین لکھ کر علمی دنیا میں اعتبار پایا۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنّت و جماعت احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" پر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے جو تفسیری حاشیہ بنام خزائن العرفان تحریر کیا ہے وہ خود ایک بہت اہم کارنامہ ہے۔ اس تفسیری حاشیہ سے مولانا موصوف کی ذہانت، معلومات، علمی بصیرت، زبان و بیان کی شگفتگی و رعنائی، لسانی مسائل سے آگہی اور رموز قرآنی سے گہری واقفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شریعت و طریقت اور علم و فن کا جو خزانہ مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب کو اپنے خاندان کے بزرگوں اور عالموں کے علاوہ اپنے اساتذہ کرام اور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے فیوض و برکات سے ملا تھا وہ بڑی فیاضی کے ساتھ بغیر تفریقِ مذہب و ملّت دونوں سے لٹا رہے تھے۔ لوٹنے والوں سے لٹانے والا زیادہ خوش تھا۔

اشتیاق طالب

"الفضل" ۵۔اے بلاک بی نارتھ ناظم آباد کراچی

اُجڑے ہوئے دیار کو عرشِ بریں بنائیں تو

اُن پہ فدا ہے دل مرا ناز سے دل میں آئیں تو

کرتے ہیں کسی پہ کچھ ستم کیوں ہو کسی کو رنج و غم

مولدِ مصطفےٰ کی ہم عید اگر منائیں تو

کرنے کو جان و دل فدا روضۂ پاک پر شہا

پہنچے نعیمؔ بے نوا آپ اگر بلائیں تو

جنابِ مولانا مفتی سید نعیم الدین نعیم مرادآبادی

پاکستان کے معروف محقق اور عالم دین

محترم مولانا سید شاہ حسین گردیزی سے ملاقات

مولانا سید شاہ حسین گردیزی برصغیر کی ایک معروف دینی و علمی شخصیت ہیں۔ آپ کی ولادت پاکستان میں ضلع راولپنڈی کی تحصیل ٹیکسلا کے ایک گاؤں ''بدو'' میں ہوئی۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں اور سادات گردیز سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت سید مقبول شاہ گردیزی سے حاصل کی۔ پھر جامعہ غوثیہ گولڑا شریف میں حضرت سید عبدالقادر شاہ بغدادی سے قرآن حکیم حفظ کیا۔ اسی وقت حضرت شاہ غلام محی الدین گولڑوی کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں شرف بیعت حاصل کیا۔ درس نظامی کی تعلیم مولانا سکندر شاہ، مولانا عبدالرزاق، مفتی فیض احمد، مولانا سید محمد زبیر شاہ اور مولانا عبدالحکیم شرف قادری سے حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عطا محمد بندیالوی، مفتی وقار الدین اور سید شجاعت علی قادری بھی شامل ہیں۔ آپ نے شروع میں دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں تدریس اور جامع مسجد گل زار کراچی میں خطابت کے فرائض انجام دیے۔ مولانا کو اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے خصوصی نسبت ہے۔ اسی نسبت سے انہوں نے دارالعلوم مہریہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ آپ کئی علمی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں مہر جہاں تاب، فروغ صحافت میں اہل سنت کا کردار، تجلیات مہر انور وغیرہ خاصی اہم ہیں۔ آپ کو سب سے زیادہ شہرت آپ کی دو معرکہ آرا کتابوں ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' اور ''لفظ ذنب کی تحقیق'' سے ملی۔ اول الذکر کا ترجمہ بنگالی اور ہندی زبانوں میں بھی آ گیا ہے۔ یہ سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کے فسانۂ جہاد سے متعلق ہے جب کہ ثانی الذکر مولانا غلام رسول سعیدی کی لفظ ذنب سے متعلق تحقیق کے جواب میں ہے۔ یہ وقیع کتاب آٹھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ دینی، علمی، دعوتی و تبلیغی اور جماعتی مسائل سے متعلق مولانا سے لیے گئے انٹرویو کے اہم اقتباسات حاضر ہیں۔ ـــــ **خوشتر نورانی**

جام نور: آپ کی تعلیم و تربیت کہاں ہوئی، آپ کے اساتذہ کون تھے اور اس وقت کا نظام تعلیم کیسا تھا؟

مولانا شاہ حسین گردیزی: میری ابتدائی تعلیم گولڑہ شریف میں ہوئی۔ سید عبدالقادر شاہ بغدادی صاحب جو میسور کے رہنے والے تھے، لیکن اس وقت گولڑہ شریف میں رہ رہے تھے، وہ کچھ عرصہ بغداد شریف بھی رہ کر آئے تھے، ان سے میں نے قرآن پاک حفظ کیا۔ آج جو کچھ خصوصیات میرے اندر ہیں وہ سب انہی کی تربیت کا نتیجہ ہے۔

سید سکندر شاہ صاحب سے میں نے فارسی کی متعدد کتب، فصول اکبری اور کافیہ تک انہی سے پڑھی۔ ایک بار انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ ایک طالب علم کہہ رہا تھا کہ تمہیں کافیہ زبانی یاد ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! تو انہوں نے کہا سناؤ! جب میں کافیہ کی بحث مجرورات تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا اب بس کرو۔ انہیں علم نحو سے بہت شغف تھا۔ انہوں نے مجھے سولہ پارے تک صرفی و نحوی قواعد کی مشق کے ساتھ قرآن پاک پڑھایا تھا۔ ایک دن نحوی تراکیب اور دوسرے دن صرفی قواعد کی مشق ہوا کرتی تھی۔ وہ مجھے جلالین بھی پڑھاتے تھے اور اپنی خصوصی دلچسپی کی وجہ سے نحوی و صرفی بحث کا اجرا بھی کراتے تھے۔ اس کے بعد زبیر شاہ صاحب، مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب اور آخر میں مولانا عطا محمد بندیالوی صاحب سے تعلیم حاصل کی۔ زبیر شاہ صاحب ان لوگوں میں سے تھے جنہیں درس نظامیہ ازبر یاد رہتا تھا۔ میرے اصل استاد مولانا عطا محمد بندیالوی تھے، ان سے رابطہ تو گولڑہ شریف سے ہی تھا، البتہ ان سے پڑھنا تاخیر سے شروع کیا۔ مولانا وقار الدین اور مفتی شجاعت علی صاحب سے پڑھا۔ ہر استاد کا اپنا طریق کار تھا۔ پہلے عبارت خوانی ہوتی تھی پھر ایک عمومی تقریر استاد کرتے تھے اور پھر ترجمہ کرتے تھے، اس پر اچھی خاصی مشق ہوتی تھی، لیکن مولانا عطا محمد صاحب کا طریقہ بڑا عجیب و غریب تھا وہ ہر ہر جملہ کی تفصیلی تشریح فرماتے تھے، ہر ہر لفظ کی تشریح کرتے تھے، ان کے نزدیک ایک جملہ کے جتنے مطالب ہو سکتے تھے سب بیان فرماتے تھے۔ جب ہم نے ان سے مختصر المعانی شروع کی تو صرف نحمدک کی تشریح میں چار دن لگ گئے اور سبق بھی اس وقت چلتا تھا جب تک استاد چاہیں۔

جام نور:-تصنیف وتالیف کا شوق کب سے ہوا؟

مولانا شاہ حسین گردیزی:-لکھنے کا شوق تو شروع سے ہی تھا- ابتدا میں میری کوئی تحریر شائع نہیں کی جاتی تھی، اس لیے اخبارات میں مراسلات ہی لکھتا تھا، پھر اہل سنت کے رسائل میں چھپنا شروع ہوا، اس طرح یہ سلسلہ چل نکلا، اس دور میں کافی عرصے تک ایک رسالہ ''ترجمان اہل سنت'' کی ادارت بھی کی-

جام نور:-تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی صاحب کی تصنیف ''تصحیح العقیدہ'' کی طرف آپ کی توجہ کیسے ہوئی؟ اور وہ آپ کو کہاں سے ملی؟

مولانا شاہ حسین گردیزی:-یہ کتاب اتفاقاً مجھے نہایت بوسیدہ حالت میں مجتبائی پریس سے ملی، اس کی میں نے جلد بندی کروائی اور مطالعہ کرنا شروع کیا، حالانکہ میں کبھی بدایوں نہیں گیا، لیکن بعض نام ایسے ہوتے ہیں جنھیں سن کر ہی کشش کا احساس ہوتا ہے- حضرت مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا فیض احمد بدایونی اور مولانا عبدالقادر بدایونی انہی شخصیتوں میں شامل ہیں- مطالعے کے دوران مجھے احساس ہوا کہ یہ کتاب بہت مفید ہے، اس لیے میں نے اس کتاب کا ترجمہ کردیا اور پھر اسے شائع بھی کردیا- کتاب کی اشاعت کے بعد میرے پاس ڈاکٹر ایوب قادری آئے اور کہنے لگے کہ یہ رسالہ حیدر حسین حیدری کا ہے، آپ نے اسے مولانا عبدالقادر بدایونی صاحب کے نام سے کیسے چھاپ دیا؟ جب میں نے انھیں اصل کتاب دکھائی تو وہ مطمئن ہوگئے- پھر مجھے یاد آیا کہ اہل سنت کی تصانیف کا جو مجموعہ آیا تھا اس میں بعض کتابوں کے نام موصوف نے بھی دیے ہیں، جس میں ''تصحیح العقیدہ'' کو انہوں نے حیدر حسین کے نام منسوب کردیا ہے- بہر حال ان سے یہ غلطی ہوئی تھی، کتاب کی اشاعت کے بعد اس غلطی کا ازالہ ہوگیا- اسی طرح مفتی صدرالدین آزردہ صاحب کا رسالہ منتہی المقال مجھے حکیم محمود احمد برکاتی صاحب سے ملا، اس کا ترجمہ بھی میں نے بڑی محنت اور لگن سے کیا- اس کے بعد میں نے حضرت خواجہ فخر الحسن دہلوی چراغ چشتی کا رسالہ تلاش کیا- جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو مجھے بڑا ملال ہوا کہ ہندوستانی علما نے اس علمی رسالہ پر کوئی توجہ کیوں نہیں دی، جب کہ یہ رسالہ بڑا علمی ہے- مسئلہ تو شاہ ولی اللہ دہلوی کا تھا اور محدث کے طور پر وہی مشہور بھی تھے، خواجہ فخر الحسن صاحب تو محدث مشہور نہیں تھے، لیکن اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صوفیہ کے پاس کتنا علم ہوتا ہے، یہ رسالہ عرب جاتا تو عرب والے بھی محسوس کرتے کہ ہندوستانی صوفیہ کتنے راسخ فی العلم ہوتے ہیں- پھر خواجہ رضی حیدر صاحب سے میری ملاقات ہوئی- وہ اخبار میں کام کرتے تھے، لیکن نماز کے لیے مسجد میں آجایا کرتے تھے- وہ کتابی انسان ہیں، ان کی دوستی سے علم میں اضافہ ہوا-

جام نور:-علمی حلقوں میں آپ کی شناخت ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' کے حوالے سے ہے- اس کے اسباب کیا ہیں؟

مولانا شاہ حسین گردیزی:-میری مسجد جہاں میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتا ہوں، وہ ایک کالج سے متصل ہے، وہاں دو تین کالجز اور بھی ہیں جہاں سے نوجوان طلبہ نماز کے لیے آتے تھے، وہ برابر مجھ سے اس حوالے سے سوالات کیا کرتے تھے تو بالآخر میں نے اس حوالے سے دستیاب کتابوں کو اکٹھا کروایا اور مطالعہ شروع کیا- مطالعے کے بعد جو میں نے اپنے طور پر نتیجہ اخذ کیا، اسے کتابی شکل میں تحریر کردیا- اس کتاب کو پڑھ کر کافی بحثیں شروع ہو گئیں، بعض لوگوں نے اسے پڑھ کر اعتراض بھی کیا، لیکن میں نے کہا کہ جن کتابوں کا میں نے حوالہ دیا ہے یا جو نتیجہ میں نے اخذ کیا ہے، اگر وہ غلط ہے تو کوئی مجھ سے رابطہ کرسکتا ہے- پھر میں نے اسے خواجہ رضی حیدر صاحب کو دکھایا، انہوں نے میری محنت کی ستائش کی، میں نے اس وقت حکیم نصیر الدین ندوی کو بھی ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' کا مسودہ دکھایا انہوں نے بھی اسے پسند کیا، اس پر کچھ لکھا بھی اور اس وقت مجھے سو روپے بطور انعام بھی دیے-

جام نور:-وہ نتیجہ کیا تھا، اس کی تلخیص بیان فرمائیں گے؟

مولانا شاہ حسین گردیزی:-میرے الفاظ وہاں کچھ سخت ہوسکتے ہیں، لیکن میں اس مسئلے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ سید احمد رائے بریلوی جان بوجھ کر انگریزوں کے ایجنٹ نہیں بنے تھے، بلکہ انگریزوں نے ان سے کہا تھا کہ سکھ فساد پھیلا رہے ہیں وغیرہ اور چونکہ سکھ قوم اس خطے میں مضبوط قوت ہونے کی وجہ سے حاکم تھی اور انگریزوں کو ان کی حکومت کمزور کرنی تھی، اس لیے انہیں اکسا کر وہاں بھیجا اور چند ایک سکھوں کے ساتھ جنگیں بھی ہوئیں جس سے سکھ حکومت کمزور ہوگئی، پھر سید احمد رائے بریلوی نے وہ مسائل اٹھائے جنہیں ان کو نہیں اٹھانا چاہیے تھے- وہ مسائل احناف کے خلاف تھے،

جب کہ اس خطے میں غالی قسم کے حنفی موجود تھے، جب دوبارہ بالاکوٹ میں معرکہ ہوا تو سکھوں کے ساتھ بھاری تعداد میں مسلمان بھی شریک ہوگئے اور انہی مسلمانوں نے سید احمد رائے بریلوی کو مار ڈالا- معرکہ بالاکوٹ کے بعد انگریزوں نے کہا کہ اب جہاد کی ضرورت ختم ہوگئی ہے، کیوں کہ اب ہم وہاں قابض ہو چکے ہیں، لیکن بعض سرپھروں نے کہا کہ نہیں یہ تو قیامت تک جاری رہے گا، اس لیے انگریزوں نے انہیں کچل ڈالا- اس کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اسے آزادی کی تحریک وغیرہ سمجھنا اور لکھنا خلاف واقعہ ہے-

جام نور:- آپ کا دوسرا علمی حوالہ ''لفظ ذنب کی تحقیق'' ہے، اس کے بارے میں کچھ بتائیں؟

مولانا شاہ حسین گردیزی:- ایک عرصے سے میرا تعلق درس وتدریس سے رہا ہے، اس لیے دوسرے لوگوں کی بہ نسبت عربی سے زیادہ تعلق ہے- جب ''ذنب'' کا مسئلہ پاکستان میں اٹھا تو میں نے سوچا کہ لفظ ''ذنب'' کی تحقیق ہوجائے گی تو مسئلہ حل ہوجائے گا، اس لیے میں نے یہ کام شروع کیا اور کرتے کرتے یہ کام کافی طویل ہوگیا- جب یہ طویل ہوگیا تو میں نے سوچا کہ اس حوالے سے مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کے جو معرکۃ آلاراعتراضات ہیں ان کا بھی جواب دے دیا جائے- میں نے ان اعتراضات کو منتخب کیا اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ ان کا جواب دے دیا، اسی دوران صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر صاحب کا بھی اس حوالے سے ایک رسالہ آیا، اسے بھی میں نے پڑھا، مطالعے کے دوران مجھے لگا کہ اس رسالے میں ان کی ذاتی کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ انہوں نے سعیدی صاحب کی ہی چیزوں کو کھول کر بیان کیا ہے، پھر میں نے سعیدی صاحب کو چھوڑ کر صاحبزادہ زبیر صاحب کے اعتراضات کے جوابات دیے، اس کے بعد یہ کتاب چھپ گئی- اس میں میں نے شرح صدر کے ساتھ لکھا کہ حضرت عطا خراسانی کا موقف غلط نہیں ہے- اگر کوئی شخص اسے اختیار کرتا ہے تو وہ اس کا حق ہے- حضرت عطا خراسانی کا موقف حدیث وقرآن سے ثابت ہے، اس سلسلے میں اکابر علما کا موقف بھی یہی رہا ہے اور ادب واحترام کے لحاظ سے بھی یہ موقف زیادہ درست ہے، اگر کوئی اسے اختیار کرے تو آپ اسے غلط نہیں کہہ سکتے- ہوسکتا ہے کہ اس سلسلہ میں آپ کا ذوق الگ ہو، آپ جو چاہیں اختیار کریں، مگر آپ دوسروں کو اپنے موقف پر عمل پیرائی کے لیے اصرار نہیں کر سکتے- حضرت عطا خراسانی تابعین میں سے ہیں، مفسرین میں شامل ہیں، آج تک ان کے اس موقف کی کسی نے رد وقدح نہیں کی- اس کے علاوہ بھی انھوں نے اعتراضات کیے، جن کا میں نے جواب دیا- اس زمانے میں مجھے دھمکیاں بھی دی جاتی تھیں کہ تمہارا اس شہر میں جینا دشوار ہوجائے گا وغیرہ، مگر میں ثابت قدم رہا-

جام نور:- ''دعوت اسلامی'' کی جب بنیاد رکھی گئی تو اس کی پہلی میٹنگ میں آپ بھی شریک تھے، اس سلسلے میں کچھ بتائیں؟

مولانا شاہ حسین گردیزی:- یہ ۱۹۸۱ء کی بات ہے، علامہ شاہ احمد نورانی صاحب نے مجھے اپنے گھر پر یہ کہہ کر مدعو کیا کہ آپ آئیں، دیگر علما بھی ہوں گے، وہاں کچھ باتیں ہوں گی- جب میں ان کے دولت کدے پر پہنچا تو وہاں حضرت شاہ احمد نورانی کے علاوہ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری صاحب، علامہ احمد سعید کاظمی صاحب، مولانا شفیع اوکاڑی صاحب، علامہ ارشد القادری صاحب اور دیگر علما موجود تھے- وہاں پہلی مرتبہ میں نے علامہ ارشد القادری صاحب کو دیکھا، اس سے پہلے میں ان کی تصنیف ''زلزلہ'' پڑھ چکا تھا اور خاصا متاثر تھا- حضرت شاہ احمد نورانی صاحب کے گھر پر میٹنگ کا آغاز ہوا، جس میں سب سے پہلے علامہ ارشد القادری صاحب کھڑے ہوئے اور ایک عالمی تبلیغی تحریک ''دعوت اسلامی'' کا مکمل منصوبہ پیش کیا، موجودہ تحریک دعوت اسلامی میں آج جو اصطلاحات رائج ہیں انھیں پیش کیا، اس تحریک کا نام ''دعوت اسلامی'' بھی انہوں نے ہی رکھا اور ''اسلامی بھائی'' کی اصطلاح بھی انہوں نے ہی پیش کی- علامہ ارشد القادری صاحب کے اس منصوبے سے سبھی موجود اکابر علما ومشائخ نے اتفاق کیا اور اسے کافی سراہا- حضرت علامہ کے بعد علامہ احمد سعید کاظمی صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ''یہ فقیر دعوت اسلامی کا تبلیغی نصاب تیار کرے گا'' اس کے بعد علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری صاحب نے اس کی تائید وتحسین کی- مجھے یاد آتا ہے کہ اس وقت علامہ ارشد القادری صاحب نے کھڑے ہوکر ایک بڑی اہم بات کہی تھی کہ ''میں نے تبلیغی جماعت کے خلاف ایک کتاب لکھی ہے، لیکن اس کا صحیح جواب وہ نہیں ہے، اس کا صحیح جواب ''دعوت اسلامی'' نامی تحریک ہوگی-'' اس کے علاوہ اور بھی کئی اہم باتیں ہوئیں- اخیر میں علامہ شاہ احمد نورانی صاحب

کھڑے ہوئے اور کہا کہ "دعوت اسلامی" کو میری پوری تائید وحمایت حاصل رہے گی، لیکن بظاہر میں اس سے دور رہوں گا، چونکہ میں یہاں حزب اختلاف میں ہوں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے دعوت اسلامی کے کاموں میں حکومت رخنہ انداز ہو۔ اس مجلس میں یہ طے نہیں ہوا تھا کہ اس کا امیر کون ہوگا، بعد میں کیا ہوا اس کا مجھے علم نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ علامہ ارشد القادری صاحب نے بعد میں یہ طے کیا ہو یا یہ کہ خود بڑھ کر مولانا الیاس قادری اس کے امیر بن گئے ہوں۔

جام نور:۔علمی اختلافات پہلے بھی اکابر کے درمیان ہوا کرتے تھے، اس کے باوجود ان کے روابط اچھے تھے اور ایک دوسرے کے لیے دل میں جگہ بھی ہوتی تھی۔ اس طرح کا رویہ ہمیں آج کیوں نہیں دکھائی دیتا؟

مولانا شاہ حسین گردیزی:۔جب کبار محدثین، مفسرین، فقہا اور علما آپس میں علمی اختلاف کرسکتے ہیں تو پھر اختلاف میں کون سی چیز مانع ہے؟ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے ایک مرید غلام محمد گولڑوی تھے، وہ ترک موالات کے معاملے میں جمعیۃ العلماء کے حامی تھے، جب کہ پیر مہر علی شاہ صاحب ترک موالات کے قائل نہیں تھے۔ ایک مرتبہ غلام محمد گولڑوی صاحب حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ "میں ترک موالات کا قائل ہوں اور اسے بہتر سمجھتا ہوں، میں عوام میں انگریزوں کے خلاف تقریریں کرتا ہوں، مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے گرفتار نہ کرلیں۔" تو اختلاف کے باوجود پیر مہر علی شاہ صاحب نے انہیں تعویذ دیا کہ آپ کو کوئی گرفتار نہیں کرے گا۔ حضرات صوفیہ کے مابین علمی اختلافات میں ہمیشہ توسع پایا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جب سے علما کے درمیان تصوف ختم ہوا تبھی سے یہ صورت حال پیدا ہوئی۔ ہمارے بعض علمائے کرام نے صوفیہ کو جاہل قرار دے دیا اور کہا کہ یہ تصوف کیا ہے، جائیں اصل تصوف تو ہم جانتے ہیں۔ اکثر ہوتا یہ تھا کہ ہمارے علما درس نظامی پڑھتے تھے، ان کے اساتذہ کے پاس کوئی خلافت ہوتی تھی، وہ انہیں بھی تھما دیتے تھے۔ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ایک شیخ الحدیث صاحب ہیں، انہیں کہیں سے خلافت ہے، انہوں نے پورے سال حدیث شریف کا درس دیا اور اس کی سند دے دی، کیوں کہ انہوں نے حدیث پڑھائی ہے، لیکن انہوں نے تصوف کی خلافت جو دے دی اس کی تربیت طلبہ کو نہیں دی گئی۔ انہوں نے یہ تصور کیا کہ یہ کتابیں پڑھے ہوئے ہیں، اس لیے یہ کامل ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، تصوف عمل کا نام ہے۔ تصوف مجاہدہ، ریاضت اور شیخ کی تربیت کا نام ہے اور یہ تربیت ایک دو دن میں نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے برسوں کی صحبت درکار ہوتی ہے تب ایک شیخ اپنے صحبت یافتہ کو خلافت کا مستحق سمجھتا ہے اور اسے خلافت سے نوازتا ہے۔ عموماً ایسا نہیں ہوسکا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ وہ پورے استاد رہے نہ پورے شیخ۔ یہ خرابی اس لیے پیدا ہوئی کہ ہم نے صوفیہ کو قابل اعتنا نہیں سمجھا۔ اتباع سنت اور احسان و سلوک میں کامل صوفیہ کرام اگرچہ معروف معنوں میں عالم نہ ہوتے، ہر دور میں علما کے لیے مرکز توجہ اور فیض بخش رہے۔ علمائے فرنگی محل جن شیخ سے مرید ہوئے کیا وہ عالم تھے؟ جب کہ فرنگی محل میں نسلاً بعد نسل خدا ترسی کی دولت سے سرفراز جید عالم پیدا ہوتے رہے۔ درس نظامیہ کے بانی ملا نظام الدین سہالوی فرنگی محلی جیسا عبقری عالم حضرت سید عبدالرزاق بانسوی سے کسب فیض کے لیے ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتا تھا جو نہ صرف معروف معنوں میں عالم نہیں تھے بلکہ بظاہر ایک معمولی کسان تھے۔ تصوف کتابوں سے نہیں شیخ کی خدمت میں بیٹھنے اور ان کی خدمت کرنے سے آتا ہے۔ علما میں شدت اسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ انہوں نے تصوف سے اپنے آپ کو الگ کرلیا اور یہی بڑی کوتاہی ہے۔ جو صوفیہ کرام پاکستان میں ہیں مثلاً پیر مہر علی شاہ صاحب، قاضی سلطان محمود جن کے مرید علامہ اقبال تھے اور اسی طرح کے دوسرے بزرگوں نے کوشش کی کہ دیوبندی علما کے اندر جو زہریلا پن ہے اسے نکال دیا جائے۔ ان خانقاہوں نے کوشش کا آغاز کیا اور اپنی کوشش میں آگے بڑھتی رہیں۔ پیر مہر علی صاحب، قاضی سلطان محمود صاحب، شیر محمد صاحب شرق پوری کے ساتھ بھی علمائے دیوبند وابستہ تھے، تونسہ شریف وغیرہ سے بھی وابستگی تھی، وہ چاہتے تھے کہ ہم اپنے نظام میں انہیں لاکر ان کا منفی پہلو ختم کردیں، لیکن ہمارے علما نے اس کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دراڑیں بہت زیادہ بڑھ گئیں اور راستے مختلف ہوگئے۔

جام نور:۔پاکستان و ہندوستان میں علمی و تحقیقی اور دینی حوالوں سے جو کام ہو رہے ہیں وہ کتنے اطمینان بخش ہیں؟

مولانا شاہ حسین گردیزی:۔کام تو پاکستان اور ہندوستان دونوں جگہوں پر ہر شعبے میں ہو رہا ہے۔ یہاں اور غالباً وہاں بھی

حکومتی ادارے تو نہیں غیر حکومتی ادارے اپنے اپنے مطابق کام کر رہے ہیں، لیکن اس میں نسبتاً دوسرے مکاتب فکر کے اہل سنت کا حصہ کچھ کم ہے- پہلے کے کاموں اور اب میں صرف طریق کار کا فرق ہے-

جام نور :-اہل سنت وجماعت کی شناخت کے لیے کیا ہمیں کسی اور نام کی ضرورت ہے؟

مولانا شاہ حسین گردیزی :-ہم تو اپنے دور طالب علمی سے ہی اس کے قائل ہیں کہ اہل سنت کی شناخت کے لیے ''اہل سنت وجماعت'' کے علاوہ کوئی اور نام نہیں ہونا چاہیے- جب ہم اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت کہتے ہیں تو اس میں امریکہ کا سنی بھی ہوتا ہے، عرب کا سنی بھی، ہندوستان کا سنی بھی، ایران کا سنی بھی، بلکہ دنیا کے تمام سنی شامل ہوجاتے ہیں- اس کے برخلاف جب آپ اپنی شناخت کے لیے کوئی اور نام دیں گے تو پھر آپ اس کو محدود کردیں گے، آپ اہل سنت کو کوزے میں بند نہ کریں، اہل سنت تو ایک سمندر ہے، جس میں پوری دنیا کے سنی آتے ہیں-

ایک مرتبہ میرے پاس ایک مولوی صاحب آئے وہ دیوبندی تھے، اصلاً دیوبندی نہیں تھے، لیکن دیوبندیوں کے ساتھ رہ رہ کے اور ان کے مدرسے میں پڑھا پڑھا کے پورے دیوبندی ہوگئے تھے- ان کے ساتھ گفتگو شروع ہوئی، جہاں ان کے کچھ طلبہ بھی موجود تھے- وہ اپنے طالب علموں سے کہنے لگے کہ یہ بریلوی عالم دین ہیں- میں نے فوراً کہا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ میں اہل سنت وجماعت سے ہوں، بریلوی نہیں ہوں، پھر آپ مجھے کیوں بریلوی کہتے ہیں؟ تو انہوں نے اپنے طالب علموں کی طرف دیکھا اور کہا دیکھو! تم لوگ اپنے آپ کو دیوبندی کہلواتے ہو اور یہ اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت کہلوا رہے ہیں، اس نکتے کو سمجھو-

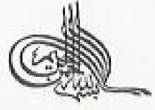
جام نور :-اہل سنت وجماعت کے ارتقا کے لیے کس کام پر توجہ دینے کی ضرورت ہے؟

مولانا شاہ حسین گردیزی :-اصل بات یہ ہے کہ جن مخالفین کو آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ آگے بڑھ رہے ہیں یہ کل تک بہت تھوڑے تھے- انہوں نے دینی تعلیم کے نظام کو مستحکم کیا- مدارسِ عالمیت وفضیلت، مدارس قرات اور مدارس حفظ قائم کر کے انہوں نے اپنا نظام آگے بڑھایا اور بڑھتے بڑھتے آج ان کا اتنا بڑا نظام قائم ہوگیا ہے کہ حکومت وقت بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی- انہوں نے اتنی ترقی کر لی اور ہم لوگ صرف تقریریں کرتے رہے- ہم اسی پر گزارہ کرتے ہیں-

آج بھی ہمارے علما اگر اعلیٰ پیمانے پر نہیں تو چھوٹے پیمانے پر ہی دینی مدارس کاروباری جذبے کے ساتھ نہیں دینی جذبے کے ساتھ قائم کریں، طالب علموں کو پڑھائیں، جہاں ہوں وہاں چھوٹا بڑا مدرسہ قائم کر سکتے ہیں تو کریں، صرف مسجد کی خطابت اور امامت پر نہ رہیں تو اس طریقے سے آپ دیکھیں گے کہ کس طرح بنیادی کام آگے بڑھ رہا ہے- دوسری بات یہ ہے کہ تبلیغی جماعت والے اہل سنت وجماعت کی مساجد میں جاتے ہیں اور ان پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہم نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ہمیں ان کی مساجد میں جانا ہی نہیں ہے، لہٰذا ہم گھوم پھر کر اپنی ہی مسجد میں آجاتے ہیں- جب کہ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے قدم آگے بڑھائیں اور ان کی مساجد میں بھی جائیں اور مثبت انداز میں اپنی بات پیش کریں- ہمیں بھی ان کی طرح اختلاف سے بچنا چاہیے- قرآن پاک میں آتا ہے کہ "وجادلهم بالتي هي احسن" احسن طریقے سے اگر اختلاف ہوتا ہے تو ہو البتہ مقصد پر نگاہ ہونی چاہیے کہ ہم آگے کیسے بڑھ سکتے ہیں؟ ہمیں اپنا احتساب کرنا چاہیے- قرآن سے رہنمائی لینی چاہیے اور اسے مضبوطی سے تھامنا چاہیے- ہم قرآن حکیم کو پکڑیں گے تو وہ آفاقی کتاب ہے، ہم بھی آفاقی ہو جائیں گے اور اگر کسی اور کتاب کو پکڑیں گے تو بات نہیں بنے گی-

جام نور :-جام نور کی مجلس ادارت کے لیے کوئی پیغام؟

مولانا شاہ حسین گردیزی :-جام نور کے چند شمارے میں نے دیکھے اس کے لیے میرے دل سے دعا نکلتی ہے- خدا کرے آپ کی تحریک کامیاب ہو- پاکستان میں بھی اس کا حلقہ بڑھے- آپ کا رسالہ یہاں آتا ہے تو لوگ اسے پڑھتے ہیں، اس کے اثرات نمایاں ہو رہے ہیں اور خدا کرے مزید اس میں ترقی ہو- جام نور کو پہلی دفعہ جب میں نے دیکھا تو مجھے حیرت ہوئی- چوں کہ علامہ ارشد القادری صاحب کا انداز کچھ الگ تھا آپ میں جدت ہے، آپ جدید تقاضوں کے مطابق ان کے مشن پر کام کر رہے ہیں- اس کے علاوہ بھی ہندوستان سے رسالے ہمارے پاس آتے ہیں- وہ معیاری ہوتے ہیں ان میں جام نور ایک ایسا رسالہ ہے جس کا متبادل پاکستان میں نہیں ہے- آپ نے اہل سنت میں بیداری لانے کی کوشش کی ہے- اس پر آپ قابل مبارک باد ہیں- □□□



مناظر الاسلام

حضرت علّامہ ظہور احمد بگوی

- حالاتِ زندگی
- رَدِّ قادیانیت

حالات زندگی :

حضرت علامہ ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ ملت کے ان مایہ ناز سپوتوں میں سے ایک تھے جن کی زندگی کی ہر صبح اسلام کی سربلندی اور کامرانی سے مزین اور ہر شام مسلمانوں کی سیاسی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی زبوں حالی سے نجات میں مصروف عمل نظر آتی تھی۔

• آپ کے دم قدم سے کئی تحریکوں نے جنم لیا اور آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

آپ کا خاندان بگویہ کے شہرہ آفاق عالم حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز بگوی کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم کے اساتذہ میں مولانا محمد ذاکر بگوی، محمد یحییٰ بگوی، مولانا معین الدین اجمیری اور مولانا محمد حسین شامل ہیں۔

دین حنیف کی خدمت اور گمراہ فرقوں کے تعاقب میں آپ نے جس خلوص، جانفشانی اور ذہانت سے کام کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ باطل فرقوں کے مقابلہ میں حمایت حق کے جذبے سے سرشار ہوکر جس بے جگری، جرأت اور ہمت سے کام لے کر آپ نے جہاد شروع کیا تھا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ تمام ہندوستان بلکہ بیرون ہند ملک برما وغیرہ میں بھی آپ نے کامیاب دورے کرکے مرزائیت اور شیعت کے خلاف شعلہ بار اور سبق آموز تقاریر فرمائیں جن سے ان باطل گروہوں کی تمام مساعی اور ان کے پھیلائے ہوئے جال بے کار ہوکر رہ گئے خصوصاً شمالی پنجاب کے مسلمانوں کو مرزائیت ودیگر باطل فرقوں سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ نے مسلسل شب وروز سفر کئے۔

رد قادیانیت :

ستمبر ۱۹۳۲ء میں قادیانیوں نے سرگودھا، بھیرہ اور شاہ پور میں اپنے باطل مذہب کی تبلیغ زور و شور سے شروع کر دی۔ عالی مرتبت مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ قادیانیوں کا تعاقب کیا۔ تقریر و تحریر، مناظرہ و مباحثہ ہر میدان میں قادیانیت کو چت گرا کر ذلیل و خوار کیا۔ اپنے انہی معرکہ ہائے حق و باطل کا خلاصہ آپ نے ''**برق آسمانی بر خرمن قادیانی**'' کے عنوان سے دسمبر ۱۹۳۲ء میں شائع فرما دیا۔ کتاب کے سرورق پر کتاب کے نام کے نیچے آپ نے کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

''جس میں اعمالنامہ مرزا، سوانح مرزا و خلفائے مرزا کے علاوہ ستمبر ۱۹۳۲ء کے اندر مرزائیوں کے ساتھ بھیرہ، سلانوالی، چک ۳۷ جنوبی میں مناظروں کی روئیداد اور ضلع شاہ پور میں مرزائیوں کے تعاقب کی مفصل کیفیت درج کی گئی ہے۔''

کتاب ''**برق آسمانی بر خرمن قادیانی**'' دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

پہلی جلد کے چار حصے ہیں جن کی مختصر تفصیل اس طرح ہے:

کتاب کے حصہ اول میں آپ نے ''سوانح مرزا بزبان مرزا'' المعروف بہ اعمالنامہ مرزا کے عنوان سے مرزا قادیانی کی اپنی تحریروں کی روشنی میں اس کی شخصیت، اس کے اعمال و افعال، اس کا مذہب، اس کی انگریز نوازی، اسلام سے غداری، عقائد اسلام سے انحراف اور اس کی ساری زندگی کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے اور مصنف کی طرف سے دیئے گئے حوالہ جات ملاحظہ کرنے کے بعد ہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا مرزائیت کے بارے میں کتنا وسیع اور تحقیقی مطالعہ تھا۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں قادیانی خلیفہ اول حکیم نورالدین عرف نورو بھیروی کے چیدہ چیدہ حالات و واقعات درج کیے ہیں جنہیں پڑھ کر حکیم نورالدین کی شخصیت اور قادیانیت سے اس کی اندھی عقیدت، بے جا محبت اور اس کے نتیجہ میں اس کی گمراہی کی وجوہات اظہر من الشمس ہو جاتی ہیں۔

حصہ سوم میں آپ نے قادیانی حوالہ جات کی روشنی میں قادیانیوں کے مختلف فرقوں کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔ آپ نے گیارہ قادیانی فرقوں کا تعارف کرایا ہے اور ان کی بنیاد و قیام کی مختصر وجوہات بیان فرمائی ہیں۔

کتاب کے حصہ چہارم میں آپ نے قادیانیوں کے ساتھ اہل اسلام کے چند اہم مناظروں کی روئیداد اور خلاصے تحریر فرمائے ہیں۔

دوسری جلد کے مندرجات کا تعارف فرماتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

''مناظروں میں جس قدر دلائل فریقین کی طرف سے پیش ہوئے ان کی تفصیل کیلئے یہ مختصر کتاب کافی نہیں ہو سکتی۔ تقاریر کی مکمل یادداشتیں ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ چونکہ مناظروں میں دلائل کا تکرار ہوتا رہا ہے۔ اس لئے تمام دلائل یکجا شائع کیے جاتے ہیں۔ یہ مجموعہ ردمرزائیت کے لئے مرزائیوں کی پاکٹ بک کا بہترین جواب ثابت ہوگا اور منصف مزاج اور سلیم الفطرت انسانوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کا باعث ہوگا''۔

قادیانیوں نے جب ضلع سرگودھا و شاہ پور میں مرزائیت کی باقاعدہ منظم تبلیغ کا آغاز کیا تو آپ نے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے ایک وفد ترتیب دیا۔ اس وفد نے یکم ستمبر ۱۹۳۲ء سے دس اکتوبر ۱۹۳۲ء تک قادیانیوں کے ساتھ دس مقامات پر مناظرے و مباحثے کئے اور ہر مرتبہ بفضل خدا یہ وفد کامیاب و کامران ہوا اور قادیانی گروہ ہر بار خائب و خاسر

رہا۔

برق آسمانی برخرمن قادیانی کے علاوہ آپ نے ایک ٹریکٹ بعنوان ''مرزائیت کی حقیقت'' مارچ ۱۹۳۳ء میں تالیف کیا جسے حزب الانصار کلکتہ نے طبع کروا کر مفت تقسیم کیا۔ اس کے علاوہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ کو بھی آپ نے تردید قادیانیت کے سلسلہ میں وقف فرما دیا تھا۔

۲۹ مارچ ۱۹۴۵ء کو آپ کل ہند تنظیم اہلسنت کے اجلاس میں شرکت فرما کر واپس تشریف لا رہے تھے کہ سخت بیمار ہوئے۔ راستہ ہی میں اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ کا مزار پر انوار خانقاہ بگویہ بھیرہ شریف میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴾......انتساب......﴿

اُن مجاہدین اور علماء کے نام خصوصاً علامہ کفایت علی کافی، علامہ فضل حق خیر آبادی، امام احمد رضا فاضلِ بریلی اور آپ کے تلامذہ اور اُن تمام مجاہدینِ تحریک آزادی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نام۔ اللہ تعالیٰ اُن تمام خاصانِ خدا کے مرقدِ انور پر رحمت کی بارش فرمائے۔

آمین ثم آمین

عرضِ مؤلف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد فا عوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب انگریزوں نے مسلمانوں پر ظلم ڈھانا شروع کیے، مسلمانوں کو اپنے مذہبی اور ثقافتی شعار سے روکنا شروع کیا، غداری کے ذریعہ اُس نے ٹیپو سلطان جیسے نڈر اور بے باک سپاہی کو شہید کیا اور برصغیر پاک و ہند میں اپنے مضبوط قدم جمالئے ایسے بھیانک دور میں سرمایہ اہلسنت علامہ فضلِ حق خیر آبادی علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے انگریز حکومت کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔

اس فتوے نے برصغیر میں انگریزوں کی بنیادیں ہلا دیں آخر کار دھوکہ دہی کے ذریعہ اس تحریک کو بھی نا کام بنا دیا گیا اور علامہ فضلِ حق خیر آبادی صاحب کا جیل میں وصال ہوا۔

دوسرا فتنہ برصغیر پاک و ہند میں یہ پھیلایا گیا کہ ہندو مسلم ایک قوم ہیں ملّت وطن سے ہوتی ہے وطن ملت سے نہیں ہوتی کیا مطلب کہ سب سے پہلے ہک سب ایک ہم وطن بھائی ہیں ہندو مُسلم بھائی بھائی کا نعرہ لگایا گیا۔ جس کو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب فاضلِ بریلی علیہ الرحمہ نے نا کام بنادیا اور سب سے پہلے جناح صاحب سے بھی پہلے دو قومی نظریئے کی بنیاد پیش کی اور سب کو یہ پیغام دیا کہ سب سے پہلے مسلمان ہیں اس کے بعد وطن ہیں۔ اس فتنے کے خاتمے کے بعد مسلمانوں کے لئے آزاد اور علیحدہ مملکت بنانے کا خاکہ پیش کیا گیا جو کہ ہزاروں علماءِ اہلسنت کی سرپرستی میں پاس ہو گیا اور مُسلم لیگ کی بنیاد ڈالی گئی جس کے متفقہ قائد جناح صاحب منتخب ہوئے رفتہ رفتہ بیس لاکھ مسلمانوں کی قربانیوں اور علماءِ اہلسنت کی کوششوں سے ملکِ پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

پاکستان بنتے ہی وہ مولوی جو پاکستان بنانے کے مخالف تھے پاکستان کو کُفرستان اور قائدِ اعظم کو کافرِ اعظم کہتے تھے وہ آگے آگئے اور انہوں نے یہ ڈھول بجانا شروع کر دیا کہ پاکستان کو ہم نے بنایا ہے اُنہوں نے اپنے آپ کو گُھما پھرا کر مسلم لیگی پیش کیا تاریخیں بھی بدل دیں، نوجوانوں کے ذہنوں میں یہ ڈال دیا گیا کہ پاکستان علماءِ دیوبند نے بنایا ہے حالانکہ تاریخی شواہد موجود ہیں کہ یہ لوگ پاکستان بنانے کے سخت مخالف تھے۔

اس کتاب کا مقصد یہی ہے کہ آپ حضرات کے سامنے کچھ عنوانات بیان کئے جائیں جن میں انگریز ہندوستان میں کیسے داخل ہوا، انگریز حکومت کے خلاف جہاد کا فتویٰ کس نے دیا، دوقومی نظریہ کس نے پیش کیا، پاکستان بنانے کی

ضرورت کیوں محسوس ہوئی، پاکستان کن لوگوں نے بنایا، کون سے لوگ پاکستان بنانے کے خلاف تھے، پاکستان بننے میں کیا کیا قربانیاں دی گئیں۔ یہی وہ عنوانات ہیں جو کہ مختصر کر کے بیان کئے گئے ہیں تا کہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ اصل تاریخ کیا ہے اور اصل حقائق کیا ہیں۔

سوال نمبر 1 ؀ ۔

انگریز ہندوستان میں کیسے داخل ہوا؟

جواب ؀ ۔

یہ بات تمام لوگ جانتے ہیں انگریز بڑا چالاک اور مکار ہے اور اُس نے اپنی چالاکی اور اور مکاری سے ہندوستان میں داخل ہونے کی کوشش کی، جب تک سلطان ٹیپو زندہ تھے سلطان نے اپنی ایمانی طاقت سے انگریز کو ہندوستان ہندوستان پر قبضہ کرنے سے روکے رکھا مگر افسوس کہ مسلمانوں میں غدار بہت ہیں اُن کو مال دیا جائے تو فوراً غداری کر دیتے ہیں تاریخ میں ہے اس کا غلام انگریزوں کے ہاتھوں بک گیا جب انگریزوں نے حملہ کیا تو ٹیپو سلطان اپنے قلعہ میں جانا چاہتا تھا مگر اس غدار نے قلعے کے دروازے کو بند کر دیا جس کی وجہ سے انگریزوں نے سلطان کو گھیر لیا اس طرح مسلمانوں کا شیر ٹیپو سلطان اپنے غدار غلام کی سازش سے شہید ہو گیا۔

ٹیپو سلطان کو جس وقت شہید کیا گیا جب تک اس میں حیات کی رمک باقی تھی جسے جان کنی کا عالم کہا جاتا ہے آدمی کے اعضا ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں آدمی میں پکڑ نے دھکڑ نے قوت ختم ہو جاتی ہے ایسی حالت میں ایک انگریز ٹیپو سلطان کے قریب پہنچا کہ سلطان کے ہاتھوں سے تلوار چھین لی جائے اور تلوار چھیننا ہی چاہتا تھا کہ سلطان نے اس انگریز سپاہی کے دو ٹکرے کر دیئے مسلمانوں کے ایسے شیر ٹیپو تھے کہ اگر سلطان غدّاری کے ذریعے شہید نہ کئے جاتے تو انگریز ہندوستان میں نہ گھس پاتا۔

سلطان کی شہادت 1799ء میں ہوئی 1799ء کے بعد بہادر شاہ ظفر کو شکست دینا انگریزوں کے لئے کوئی بڑی بات نہیں تھی 1799ء کے بعد انگریز ہندوستان پر پوری طرح مسلّط ہو گیا اور اس نے اپنی شیطانی حرکات دکھانی شروع کر دیں ظلم ہونے لگا انگریز بدمعاش (معاذ اللہ) اپنے آپ کو زمینی خدا سمجھنے لگا ایست حلات میں ایک مردِ مجاہد اُٹھے جن کا نام شیرِ اہلسنت حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

سوال نمبر 2 ؀ ۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کا پہلا فتویٰ کس نے دیا؟

جواب ؀ ۔ شیرِ اہلسنّت علامہ فضلِ حق خیر آبادی صاحب دہلی تشریف لائے بہادر شاہ ظفر سے بھی آپ نے ملاقات کی

علامہ فضل حق صاحب نے یہ دیکھا کہ انگریز تو اس طرح مسلمانوں کے ذہنوں میں چھا جائے گا، مسلمانوں کو تباہ کرنے کی سازشیں کرے گا، مسلمانوں کی نسلکشی کرے گا علامہ فضلِ حق خیر آبادی صاحب نے 1857ء میں دہلی میں بیٹھ کر انگریزوں کے خلاف پہلا فتویٰ دیا اس وقت جتنے علماء اہلسنت تھے سب نے آپ کے فتوے پر دستخط کئے ہندوستان کے مسلمان ان تمام علماءِ حق کے ماننے والے تھے آپ کا انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینا ہی تھا کہ شہر شہر، گاؤں گاؤں، گلی گلی وہ قتلِ عام ہوا کہ انگریزوں کی بنیادیں ہل گئیں مگر انگریز نے تدبیریں کر کے مسلمانوں کو ڈرا کر اس تحریک کو کُچل دیا۔

سوال نمبر 3:۔

انگریزوں کے خلاف جہاد کا پہلا فتویٰ دینے کے بعد علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا ہوا؟

جواب:۔

انگریزوں کے دلوں میں یہ بات تھی کہ اگرچہ ہم نے اس تحریک کو بظاہر کچل دیا ہے مگر مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد نہیں نکال سکتے یہ بہت مشکل کام ہے ملکہ وکٹوریہ نے ایک مکارانہ چال چلی وہ مکارانہ چال یہ تھی کہ ہندوستان میں اعلان کر دیا جائے کہ جتنے بھی باغی ہیں سب کو معاف کر دیا جائے چنانچہ انگریزوں نے یہ اعلان کر دیا علامہ فضلِ حق خیر آبادی صاحب ابھی گرفتار نہیں ہوئے تھے وہ مجاہدین کی دہلی میں تربیت کرتے تھے دہلی سے آپ علی گڑھ تشریف لے گئے علی گڑھ میں آپ کچھ عرصے رہے وہاں مجاہدین کی مدد کرتے رہے جب انگریز نے یہ اعلان کیا کہ باغیوں کو معاف کر دیا گیا ہے سارے مجاہدین باہر آ گئے علامہ فضل حق خیر آبادی صاحب بھی اپنے وطن خیر آباد تشریف لے آئے۔

آپ خیر آباد پہنچے تھے کہ کچھ دنوں کے بعد کسی نے یہ مُخبری کر دی کہ یہی وہی علامہ فضلِ حق صاحب ہیں جنھوں نے انگریز کے خلاف جہاد کا پہلا فتویٰ دیا تھا چنانچہ سازش کے تحت آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار کرنے کے بعد آپ کو لکھنو لے جایا گیا وہاں آپ پر بغاوت کا مقدمہ چلا جیسے ہی کاروائی شروع ہوئی گواہ نے آپ کو پہچاننے سے انکار کر دیا جس جج کے سامنے آپ پیش ہوئے اس جج نے بھی آپ سے کچھ کتابیں پڑھیں تھیں وہ جج بھی یہی چاہتا تھا کہ علامہ صاحب کسی طرح مقدمہ سے نکل آئیں اور سزا سے بچ جائیں۔

چنانچہ گواہ نے کہا کہ انگریز کے خلاف جنھوں نے جہاد کا فتویٰ دیا تھا وہ یہ عالم دین نہیں ہیں یہ ساری کاروائی کے بعد جب آپ کے رہا ہونے کی منزل قریب آئی تو جج نے آپ کے کان میں کہا علامہ صاحب آپ صرف اتنا کہہ دیں کہ یہ فتویٰ میں نے نہیں دیا، آپ سزا سے بچ جائیں جج یہ کہہ کر اپنی کُرسی پر بیٹھ گیا یہ سمجھ کر کہ علامہ میری بات سمجھ گئے ہیں جب

جج نے آپ سے پوچھا کیا آپ نے انگریز حکومت کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے؟

آپ نے گرج دار لہجے میں کہا کہ اس گواہ نے مروّت میں آ کر مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا ہے میں نے ہی انگریز حکومت کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے اور اس کے عِوض مجھے جو سزا ملے گی میں قبول کروں گا۔

جج اور گواہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے آپ کو اس جرم کی سزا عمر قید سنائی گئی اور جزائر انڈیمان (کالا پانی) بھیج دیا گیا تین برس کے بعد آپ کا جزائر انڈیمان میں وصال ہو گیا اور وہیں آپ کا مزار شریف ہے یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مجاہد کو انگریز کی آزادی سے پہلے ہی اپنے نیک بندے کو آزاد کر دیا۔

سوال نمبر 4:۔

علامہ فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ آپ نے جہاد کا فتویٰ واپس لے لیا تھا؟

جواب:۔

علامہ فضلِ حق خیر آبادی علیہ الرحمہ نے اگر اپنا فتویٰ واپس لے لیا ہوتا تو عمر قید کی سزا کس خوشی میں دی گئی اور اگر یہ کہا جائے کہ اُنہوں نے انگریز حکومت کے خلاف جہاد کا فتویٰ نہیں دیا تھا تو اے نادان! زندگی کس کو پیاری نہیں ہوتی وہ تو ایسے مجاہد تھے کہ اپنی سچائی پر قائم رہے جھوٹ بول کر بھی اپنی جان بچا سکتے تھے مگر حق اور سچ بیان کیا۔

علامہ فضلِ حق کے خلاف تم لوگوں کو تو جھوٹ لکھنا بھی نہیں آتا ایسا لگتا ہے کہ خود ہی ڈنڈی مارتے ہو اور خود ہی پھنس جاتے ہو۔

سوال 5:۔

علامہ فضلِ حق خیر آبادی صاحب کس مسلک سے تعلق رکھتے تھے؟

جواب:۔

علامہ فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ مسلک حق اہلسنت و جماعت سُنّی حنفی کے پیشوا تھے۔

دلیل نمبر ۱:۔

سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ دیوبندیوں کا اپنی کتاب میں علامہ کے بارے میں لکھنا کہ اُنہوں نے جہاد کے فتوے سے رجوع کر لیا تھا، علامہ پر جھوٹا الزام لگانا یہ ثابت کرتا ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی صاحب اہلسنت و جماعت سُنّی حنفی مسلک سے تعلق رکھتے ورنہ تم لوگ انکا انکار نہ کرتے۔

دلیل نمبر۲:۔

علامہ فضل حق خیرآبادی صاحب کا نام تاریخ سے مٹانے کی کوشش کی گئی میں نہیں کہتا مرزا غالب جیسے آدمی نے کئی کلام کی تسعی علامہ فضلِ حق خیرآبادی صاحب سے کرائی اور علامہ صاحب کے والد محترم حضرت علامہ امام فضل امام نے غالب کو بھی چند اسباق پڑھائے ہیں۔

دلیل نمبر ۳:۔

ہندوستان میں سب سے پہلے وہابیت اور دیوبندیت لانے والا مولوی اسماعیل دہلوی تھا وہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے کہ ''اللہ تعالی چاہے تو ایک آن میں کرڑوں محمد پیدا کردے'' مولوی اسماعیل دہلوی دیوبندی نے یہ بات لکھی تو حضرت علامہ فضلِ حق خیرآبادی صاحب نے اس سے اس بات پر مناظرہ کیا اس کی سخت علمی گرفت کی اور اس مردود کے خلاف ایک کتاب ''امکانِ نظیر'' کے نام سے لکھی ۔اس مناظرے کا فنی خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ'' ہم نے اپنے محبوب (ﷺ) کو خاتم النبین بنا کر بھیجا اب کوئی نبی نہیں آئے گا'' یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات نہیں بدلتے۔

علمائے اہلسنت کا موقف یہ تھا کہ جب حضور (ﷺ) خاتم النبین ہیں تو پھر ایسا کہنا کہ ایک آن میں کروڑوں محمد (ﷺ) پیدا کردے ایسا کہنا حرام ہے اور قرآن سے بغاوت ہے اس بات پر علامہ فضلِ حق خیرآبادی صاحب کا مولوی اسماعیل کو زبردست شکست ہوئی علامہ کی کتاب امکانِ نظیر گواہ ہے کہ علامہ صاحب کا تعلق دیوبندی، وہابی گروپ سے نہیں تھا بلکہ اہلسنت والجماعت سے تھا۔

سوال نمبر 6 ۔

جب ہم ہندوستان میں رہتے تھے تو پھر ہمیں ایک الگ مملکت پاکستان بنانے کا شوق کیوں پیدا ہوا؟

جواب ۔

ہم مسلمان یہ چاہتے تھے کہ ایک ایسی آزاد مملکت بنے جس میں مسلمان اپنے عقائد اور نظریات کے مطابق حکومت بنائیں سیاسی طریقہ ہمارا اپنا ہو، اسلامی حکومت ہو، ہر شخص کو انصاف ملے، لوگ نمازوں کی پابندی کریں، مسلمان اپنے اسلامی اصولوں پر عمل کرنے کے لئے آزاد ہوں ہماری نسلیں انگریزوں کی غلامی اور ان کی تباہ کاریوں سے بچ جائیں مسلمانوں کو نظامِ مصطفیٰ (ﷺ) نافذ کرنے کے لئے ایک خطہ درکار تھا اس لئے ہمیں ایک الگ مملکت بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ پاکستان بنانے کا مقصد شریعت کا نافذ تھا کہ جس کا اظہار کئی جلسوں میں علمائے اہلسنت نے بنارس کی

سُنّی کانفرنس میں اور جناح صاحب نے بھی کئی جگہوں پر اس بات کو واضح کیا ہندوستان کے ایک جلسے میں قائدِ اعظم سے پوچھا گیا کہ پاکستان میں کون سا قانون ہوگا؟

جواب میں قائدِ اعظم نے قرآن مجید اُٹھا کر کہا کہ پاکستان کو کسی قانون بنانے کی ضرورت نہیں ہے قرآن پاک پاکستان کا قانون ہوگا قرآن کی حکمرانی ہوگی اور نظامِ مصطفٰی (ﷺ) ہوگا۔

سوال نمبر 7 ؀۔

تحریک پاکستان کا آغاز کس نے کیا اور کہاں سے ہوا؟

جواب ؀۔

آزادی پاکستان کی تحریک کے آغاز کے بارے میں ہمیں تاریخ میں یہ ثبوت ملتا ہے 1897ء میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلی نے پٹنہ میں سُنّی کانفرنس کا انعقاد کیا۔

1897ء میں امام احمد رضا خان صاحب فاضل بریلی اپنے شباب کے عالم میں تھے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جب دیکھا کہ ہندوستان مسلمان ایک ہوتے جارہے ہیں، آپس میں شادی ہورہی ہے، مسلمانوں نے گائے کی قربانی چھوڑ دی تھی تا کہ ہندو کو تکلیف نہ ہو اعلیٰ حضرت اعلیٰ حضرت نے اپنا فریضہ انجام دیتے ہوئے 1897ء میں پٹنہ کی سُنّی کانفرنس میں دوقومی نظریہ پیش کیا۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب فاضلِ بریلی علیہ الرحمہ نے سنّی کانفرنس میں فرمایا کہ ہندو الگ قوم ہے اور مسلمان الگ قوم ہے مسلمانو! ہمارے سرکارِ اعظم (ﷺ) کا فرمان ہے کہ کفر ایک ملت ہے یعنی کفر برطانیہ کا ہو تو کفر ہے، کفر اگر امریکہ کا ہو تو وہ بھی کفر ہے چاہے کفر ہندوستان کا ہو تو وہ بھی کُفر کُفر ایک ملت ہے مسلمانو! تم یہ سمجھے کہ ہم نے ہندوستان کے کافروں سے صلح کر کے لندن کے کُفر کو بھگا دیا ہے اور ہندو تمہیں حکومت دیں گے؟ نہیں نہیں گاندھی اور اس کی لابی چاہتی ہے مسلمانوں کو ساتھ ساتھ مِلا کر انگریزوں کو بھگا دیا جائے اور اکثریت میں تو ہندو ہیں یہ تمام ہندو سیاست پر چھا جائیں گے اور اس طرح ہندوستان پر ہماری حکومت ہو جائیگی مسلمانوں کو دوبارہ کچل دیا جائے گا۔

مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی جوہر اور دیگر رہنما و علماء اس شیطانی پالیسی کو نہیں بھانپ پائے مگر اس بات پر کسی کو شک نہیں کہ وہ رہنما مخلص تھے کہ مسلمانوں کو آزادی ملنی چاہیئے مولانا محمد علی جوہر صاحب بریلی شریف آئے اور وہاں اعلیٰ حضرت فاضل بریلی علیہ الرحمہ سے ملاقات کی اعلیٰ حضرت بریلی علیہ الرحمہ نے اُن سے کہا کہ مولانا آپ کی

سیاست اور ہماری سیاست میں بڑا فرق ہے ہماری سیاست یہ ہے کہ پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے اور آپ کی سیاست یہ ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے چنانچہ ہماری اور آپ کی نہیں بنے گی

۔

اعلیٰ حضرت نے حضرت مولانا محمد علی جوہر سے کہا کہ اگر یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اتحاد ہو جائے تو ہماری طرف سے سب سے پہلے پچاس روپے لیجئے اور مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کیجئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے دو قومی نظریہ پیش کیا تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ڈاکٹر محمد اقبال نے 1921ء کے اجلاس میں یہ نقشہ پیش کیا مگر اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ 1897ء میں یہ نقشہ پیش کر چکے تھے۔

سوال نمبر 8 ۔

پاکستان بنانے کی تحریک میں کون سے مسلک کے علماء نے اہم کردار ادا کیا؟

جواب ۔

مسلمانوں نے دوبارہ اس تحریک کا آغاز کیا مُسلم لیگ کے نام سے ایک تحریک اٹھی اس کے قائد متفقہ طور پر محمد علی جناح صاحب قرار پائے اور یہ ایک ایسی تحریک چلی جس نے انگریزوں کی بنیادیں ہلا دیں بچہ بچہ میدان میں آ گیا سب کی زبانوں پر یہی نعرہ تھا کہ ''لے کر رہیں گے پاکستان، بٹ کر رہیگا ہندوستان''۔

علماءِ اہلسنت کی بہت بڑی تعداد پاکستان میں شامل تھی جن کے نام یہ ہیں: علامہ حامد رضا، علامہ محمد مصطفیٰ رضا، علامہ غلام رسول قادری، علامہ حامد بدایونی، علامہ عبدالعلیم صدیقی، علامہ نعیم الدین مرآد آبادی، علامہ محدث کچھوچھوی، علامہ پیر جماعت علی شاہ، علامہ قمر الدین سیالوی، علامہ عبد السلام جبل پوری، علامہ برہان جبل پوری علامہ شائستہ گل، علامہ پیر سیّد مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، یہ تمام مسلکِ اہلسنت سُنّی حنفی بریلوی تھے۔

اس کی گواہی تاریخی اخبار دیتا ہے ہندوستان میں ایک اخبار ''دبدبہء سکندری'' کے نام سے نکلتا تھا رامپور سے یہ شائع ہوتا تھا۔ دبدبہء سکندری 10 جون 1946ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ 1897ء میں جب پٹنہ کانفرنس ہوئی اس کانفرنس میں پانچ ہزار علماءِ اہلسنت نے لاکھوں افراد کے سامنے یہ فیصلہ دیا کہ ہم سب پاکستان بنانے کے حق میں ہیں اگر جناح صاحب اور اُن کی مسلم لیگ پاکستان بنانے کے مطالبے سے دستبردار ہوگئی تو علماءِ اہلسنت اپنی کوششوں سے پاکستان بنائیں گے۔

1966ء میں پاکستان بنانے کے سلسلے میں بنارس میں سنّی کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت فخرِ اہلسنت علامہ

محدث کچھوچھوی نے کی۔ 1935ء میں سُنّی کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت سرمایہ اہلسنت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے کی۔

1946ء میں اجمیر میں سُنّی کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت سیّد آلِ رسول دیوان صاحب نے کی اس کے فوراً بعد یو پی میں ایک سُنّی کانفرنس منعقد ہوئی۔

1946ء میں کراچی میں ایک سُنّی کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت شیر اہلسنت علامہ غلام رسول قادری صاحب نے کی (جن کا مزار سولجر بازار کراچی میں واقع ہے) اس کانفرنس میں سرمایہ اہلسنّت علامہ حامد بدایونی صاحب نے خصوصی شرکت کی ان تمام کانفرنسوں نے ہندوستان میں ایک تہلکہ مچا دیا۔

جب قائدِ اعظم محمد علی جناح صاحب نے تحریک پاکستان کو دنیا میں متعارف کرانا چاہا تو علماءِ اہلسنّت کو باہر بھیجا وہ دو شخصیات سرمایہءِ اہلسنت علامہ حامد بدایونی علیہ الرحمہ اور علامہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ (والد ماجد شاہ احمد نورانی) کو بھیجا اُنہوں نے عرب ممالک میں پاکستان کو متعارف کرایا کہ پاکستان بنانے کا مقصد کیا ہے اخبارات گواہ ہیں قائدِ اعظم نے ان کا شکریہ ادا کیا انہیں سفیرِ اسلام کا خطاب دیا۔

پاکستان بننے کے بعد قائدِ اعظم نے سب سے پہلی عید کی نماز جامع مسجد قصابان جامع کلاتھ ایم۔اے جناح روڈ کراچی میں ادا کی عید کی نماز فخرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا عبدالعلیم صدیقی صاحب (والد ماجد علامہ شاہ احمد نورانی) نے پڑھائی اس کی تصویر بھی ریکارڈ میں موجود ہے جناح صاحب کے ساتھ لیاقت علی خان اور بڑے بڑے رہنما نے بھی عید کی نماز ادا کی یعنی جناح صاحب نے پاکستان بننے کے بعد پہلی عید کی نماز بھی اہلسنت کی مسجد میں علماءِ اہلسنت کے پیچھے ادا کی۔

سوال نمبر 9۔

لوگ کہتے ہیں کہ جناح صاحب شیعہ یا آغا خانی تھے؟

جواب ۔

قائدِ اعظم محمد علی جناح پہلے آغا خانی (اسماعیلی) فرقے سے تعلق رکھتے تھے مگر بعد میں وہ سرمایہ اہلسنت علامہ شائستہ گل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سُنّی مسلمان ہو گئے یہ بات ریکارڈ میں موجود ہے جناح لائبریری کی کتابوں میں بھی یہ بات موجود ہے کہ جناح صاحب آخری وقت تک ایمان اور سُنّیت پر تھے وہ اسماعیلی فرقہ چھوڑ چکے تھے۔

سوال نمبر 10۔

پاکستان بنانے کے لئے کیا کیا قربانیاں دی گئیں؟

جواب۔

پاکستان بنانے کی تحریک کی کامیابی کے لئے لاکھوں افراد نے قربانیاں دیں۔
پہلے بھی یہ بات ہم نے لکھی تحریک آزادی کے سب سے پہلے شہید حضرت علامہ مولانا فضلِ حق خیرآبادی سُنّی حنفی تھے۔
شہنشاہِ اہلسنت علامہ کفایت علی رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں نے بھرے بازار میں شہید کیا تھا آپ بھی مسلکِ اہلسنت سُنّی حنفی سے تعلق رکھتے تھے۔
بلوچستان کے بچوں نے تحریکِ آزادی میں مُخلصانہ کردار ادا کیا۔
اسکول کے طالب علموں نے اپنے خون سے رومال پر یہ لکھ دیا تھا کہ ’’لے کر رہیں گے پاکستان بٹ کے رہے گا ہندوستان‘‘ یہ خون سے بھرے رومال قائداعظم کو موصول ہوئے۔
ایک بچہ کہیں دوڑ رہا تھا ٹھوکر لگی خون نکلا تو بچہ رونے لگا اس روتے بچے کو دیکھ کر ایک ہندو نے کہا کہ کیا تم پاکستان بناؤ گے جو اتنے سے خون نکلنے پر رو رہے ہو؟
اللہ اکبر! اُس وقت بچوں کے جذبات کا عالم یہ تھا کہ اس بچے نے کہا۔ ’’اے ہندو دھوتی پرشاد! میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ جس خون کو میں نے پاکستان کے لئے بچا رکھا تھا وہ آج کیسے بہہ گیا یہ خون تو پاکستان کی امانت ہے‘‘۔
پاکستان بنانے کے لئے ہزاروں نہیں لاکھ دو لاکھ نہیں بلکہ جن مسلمانوں نے قربانیاں دیں اُن کی تعداد لاکھ سے زائد ہے یہ پاکستان اُنہی علمائے اہلسنّت اور عوامِ اہلسنّت کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔

سوال نمبر 11۔

کیا علمائے دیوبند بھی تحریکِ پاکستان میں شریک تھے؟

جواب۔

علمائے دیوبند پاکستان بنانے کے خلاف تھے اُنہوں نے کانگریس کا ساتھ دیتے ہوئے پاکستان بنانے کی مخالفت کی۔

نظریہ۔ **پاکستان کے بارے میں مولوی حسین احمد مدنی کا نظریہ**

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی نے فتویٰ دیا کہ ’’وطن ملّت سے نہیں قوم سے ہے‘‘ یعنی ہندو اور مسلمان دونوں ہندوستان

سے ہیں ملّت قوم سے ہوتی ہے لہذا ہندو مسلم بھائی بھائی ہیں۔

یہ میں نہیں کہتا بلکہ ڈاکٹر اقبال اپنی شاعری میں کہتے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال صاحب کہتے ہیں کہ اتنا بڑا دیوبندیوں کا مولوی حسین احمد مدنی منبرِ رسول (ﷺ) پر بیٹھ کر یہ کہتا ہے کہ ملّت وطن سے بنتی ہے یہ رسول اللہ (ﷺ) کے فرمان کو نہیں سمجھا یہ اسلام کے اصولوں سے نا آشنا ہے ڈاکٹر اقبال صاحب کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ملّت وطن سے نہیں ہے بلکہ وطن ملّت سے ہے اس نظریئے میں ڈاکٹر صاحب نے علمائے اہلسنت کی ترجمانی کی۔

مفتی محمود دیوبندی کا پاکستان کے بارے میں نظریہ

1970ء میں قومی اسمبلی جو اسٹیبلشٹ ہوئی مفتی محمود نے قومی اسمبلی کے ریکارڈ میں بھی یہ بیان موجود ہے کہ مفتی محمود دیوبندی نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے''۔

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی کا پاکستان کے بارے میں نظریہ

دیوبندی مولوی عطاءاللہ شاہ بخاری نہرو کے دامن سے ایسے چمٹ گئے کہ اُسی کے ہم مسلک ہم مشرف مولوی ظفر علی خان کو یہ شعر کہنا پڑا اس کی اصل کاپی بھی علمائے اہلسنت کے پاس موجود ہے 1944ء کا چھپا ہوا ''ظفر علی خان کا چمنستان'' کے نام سے ہے مولوی ظفر علی کہتا ہے کہ۔

نہرو جو بنے دولہا تو دلہن مجلس آراہ

ہو پیر بخاری کو مبارک ہو عروسی

جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودی کا پاکستان کے بارے میں نظریہ

دیوبندی تنظیم جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودی اپنی کتاب ''تحریک آزادیِ ہند اور مسلمان'' میں کہتا ہے

مودودی سے پوچھا گیا کہ آپ تحریک آزادیِ پاکستان میں شریک کیوں نہیں ہوئے؟

مودودی صاحب نے اپنی کتاب میں اس سوال کا جواب دیا کہ آپ حضرات ہرگز یہ گُمان نہ کریں کہ میں اس کام میں کسی قسم کے اختلاف کی وجہ سے حصّہ نہیں لیتا دراصل مجبوری ہے کہ حصہ لوں تو کس طرح لوں۔

ادھوری تدبیر میرے ذہن میں بالکل اپیل نہیں کرتی نہ داغ روزی سے ہی مجھ کو کبھی دلچسپی ہے ہی نہیں اگر کلّی تقریر و کلّی تعمیر پیشِ نظر ہوتی تو میں ضرور دل و جان سے طالب علم کی حیثیت سے حصہ لیتا یعنی مودودی صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ایک طالبِ علم کی حیثیت سے کیا نتیجہ نکلتا ہے یعنی اُنہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ تحریکِ

پاکستان میں شریک نہیں تھے۔

پاکستان کے مشہور مورّخ اشتیاق حسین قریشی سے سوال کیا گیا کہ تحریک پاکستان میں کن علماء نے حصہ لیا اور جماعتِ اسلامی کا کیا کردار رہا؟

مورّخ اشتیاق حسین قریشی اپنی کتاب ''توق من نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر حسین قریشی'' اس کتاب کو خواجہ رضی حیدر نے ترتیب دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت اسلامی نے تحریک پاکستان کی مخالفت اور تحریک میں حصہ نہیں لیا۔

اب دیوبندیوں کی کتاب سے اس بات کو ثابت کریں گے کہ دیوبندی علماء کانگریسی تھے مُسلم لیگ کے خلاف تھے دیوبندیوں کے بہت بڑے مولوی سعید احمد اکبرآبادی کی کتاب ''علمائے ہند کا سیاسی مؤقف'' آپ کے سامنے ہے اسکا ترجمہ بھی دیوبندی مولوی ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری نے کیا ہے۔

کتاب کا ٹائٹل واضح ہے یہ کتاب میرے پاس موجود ہے آپ دیکھ سکتے ہیں۔

مولوی سعید احمد اکبر اس کتاب کے صفحہ نمبر 59 پر لکھتے ہیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد دیوبندی کانگریسی مُلّا تھا اور مولوی شبلی نعمانی دیوبندی بھی کانگریسی تھا۔

دیوبندیوں کی کتاب ''علمائے ہند کا سیاسی مؤقف'' کے صفحہ نمبر 63 کے دوسرے پیراگراف میں یہ بات موجود ہے کہ ''دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب کو نیشنل کانگریس کے پروگرام سے بڑی دلچسپی تھی۔'' یوں نہیں کہا کہ شیخ صاحب کو مسلملیگ اور تحریک آزادی پاکستان کے پروگراموں سے دلچسپی تھی ان کی یہ بات ثابت کرتی ہے کہ وہ بھی کانگریسی تھے۔

کتاب ''علمائے ہند کا سیاسی مؤقف'' کے صفحہ 65 اور 66 پر یہ بات موجود ہے کہ دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن سے پوچھا گیا کہ گاندھی کیپ اوڑھنا کیسا ہے؟ جواب دیا کہ گاندھی کیپ پہننے سے انگریز آگ بگولا ہوتا ہے اس میرے نزدیک گاندھی کیپ پہننا باعثِ ثواب ہے۔ مولوی صاحب نے ایک ہندو شیطان کی ٹوپی پہننے کو ثواب لکھا یہ مولوی نہیں بول رہا بلکہ کانگریس کی زبان بول رہی ہے یہ لوگ اولیاء اللہ کی نسبتوں کو حرام کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے نصیب میں گاندھی ہندو دوتی پرشاد کی نسبتیں رکھی ہیں۔

صفحہ نمبر 66 کے چوتھے پیراگراف میں دیوبندی مولوی عبیداللہ سندھی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ میں اس کامیابی پر نیشنل کانگریس ہندوستانی ہندو، مسلمان اور روسی شیطان کا ہمیشہ ممنون رہوں گا انہوں نے یہ ثابت کیا کہ وہ کانگریسی اور روسی

ایجنٹ تھے اس کے بعد صفحہ نمبر 67 کے دوسرے پیرا گراف پر اپنی کتاب کا حوالہ بھی ہے کہ اسلام کے نام پر ہندوستان پر حملہ نہیں ہونے دیں گے دیوبندی مولوی عبیداللہ سندھی نے بند الفاظ میں تحریک پاکستان کا مذاق اُڑایا اور اُسے للکارا ہے۔

دیوبندی مولوی سارے کانگریسی تھے جب تحریک پاکستان عروج پر پہنچی اب یہ یقین ہوگیا کہ پاکستان بن جائے گا اُنہوں نے چوردروازے سے کچھ مولوی بھیجے جن میں مولوی شبیر احمد عثمانی، مولوی احمد عثمانی، مولوی ظفر احمد انصاری سر فہرست ہیں اُنہوں نے یہ طے کیا کہ اب ہماری واہ واہ ہوگی سارے دیوبندی آستینیں چڑھا کہ آگے آگئے کہ ہم نے پاکستان بنایا ہے۔

تاریخ نے بھی انصاف نہیں کیا ان لوگوں کے نام چھاپ دیئے جو پاکستان بنانے کے سراسر خلاف تھے اور علماءِ اہلسنت کو سازش کے تحت بُھلا دیا گیا آزادی کا سنگِ بنیاد رکھنے والے علامہ فضلِ حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کو بُھلا دیا گیا اکابرینِ اہلسنت کا نام تک نہیں دیا جن اکابرین اہلسنت نے پاکستان بنانے میں حصّہ لیا اُن کی بھاری تعداد پاکستان نہیں آئی اور وہ ہندوستان میں ہیدین کی خدمت کے لئے کوشاں رہے اُن کے ذہن میں یہ بات تھی کہ پاکستان بنانا ہمارا مقصد تھا سو ہم نے بنا دیا چند علماِ اہلسنت پاکستان آئے دیوبندی مولویوں نے چالاکی سے بڑی بڑی سیٹیں حاصل کر لیں اور آج تک وہ اپنی سیاسی پالیسی کھیل رہے ہیں۔

سوال نمبر12۔

پاکستان اسلام کے نام پر بنایا گیا اس میں اسلامی قانون نافذ ہوا کیا اسلامی قانون نافذ کرنے کی کوششیں کی گئیں ؟

جواب ۔

یہ بات علمائے اہلسنت نے ہی نہیں بلکہ جناح صاحب نے متعدد بار اپنے جلسوں میں یہ بات دہرائی کہ پاکستان میں اسلامی قانون ہوگا مگر افسوس کہ پاکستان بنتے ہی جناح صاحب وفات فرما گئے۔

پاکستان بننے کے بعد شیرِ اہلسنت علامہ شائستہ گُل صاحب اور پیر صاحب مانکی شریف بڑے بڑے لیڈروں سے ملنے آئے اور پوچھا کہ اسلامی قانون کہاں ہے؟

جس کا تم لوگوں نے وعدہ کیا تھا۔

بڑے بڑے لیڈر جو بڑی بڑی سیٹوں پر بیٹھ گئے تھے اُنہوں نے علماء اہلسنّت کو جواب دیا کہ اب وہ

قانون ہوگا جو اسمبلی پاس کرے گی کیا مطلب کہ اسلام کا مذاق اُڑایا گیا مسلمانوں کو بے وقوف بنایا گیا جس ملک کی بنیاد اسلامی قوانین پر رکھی گئی اس ملک پاکستان میں ایک سیکنڈ بھی اسلامی قانون نافذ نہیں ہوا یہ ہماری بدنصیبی ہے۔

لمحہ فکریہ

اللہ تعالیٰ نے یہ ملک پاکستان ہمیں رمضان کی ستائیسویں شب یعنی شبِ قدر کو عطا فرمایا اس میں ہمارے علماءِ اہلسنت اور بیس لاکھ مسلمان شہداء کا خون شامل ہے یہ پاکستان شہدا کی امانت ہے، یہ پاکستان علماءِ اہلسنت کی قربانیوں کا ثمر ہے، یہ پاکستان مخلص مسلمانوں کی محنت کا نتیجہ ہے مگر افسوس کہ ہر حکمران نے اس ملک کو لوٹا اس ملک کو برباد کرنے کی سازش کی۔

اس ملک میں وہ کر، اس ملک سے مال اور شہرت حاصل کر کے حکمرانوں نے اس ملک پاکستان کو بدنام کیا، اس ملک میں قوم پرستی کی بُنیاد رکھی، پنجابی اور مہاجروں کو لڑوایا گیا، اسی ملک میں جناح صاحب کے مزار کے باہر پاکستان کا پرچم جلایا گیا، پاکستان مردہ باد کے نعرے اسی ملک میں لگے، پاکستان میں وہ کر الگ صوبے کے لئے نعرہ قوم پرستوں نے لگایا، لسانیت کی بُنیاد پر ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا گیا، بھائی نے بھائی کو قتل کیا، حکمران ظالم ہو چکے ہیں، حکمرانوں کو اپنی کرسیوں کی فکر میں لگے ہوئے ہیں، ظالم حکمران ملک کی ترقی میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

آج یہی پاکستان جو الحمدللہ اب ایٹمی قوت ہے سارے عالمِ کفر کو ایک آنکھ نہیں بھاتا ہمیں اس کو مضبوط کرنا چاہئے ہمیں متحد ہو کر اس ملک پر اُٹھنے والی ہر آنکھ کو باہر پھینکنا ہے، اسلامی نظام کے لئے محنت کرنا ہوگی ہمیں اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کرنا ہوگی، مسلمان چاہے مہاجر ہو، سندھی ہو، بلوچ ہو، پنجابی ہو، پٹھان ہو، سرائیکی ہو سب کو ایک جان اور بھائی بھائی ہو کر رہنا ہوگا تو پھر وہ وقت آئے گا کہ پاکستان ایک قوت بن کر اُبھرے گا۔

اللہ تعالیٰ اس ملک کو اس کے صحیح مقصد پر چلائے اور ہمیں آپس میں مل جل کر اس کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے جن اکابرینِ اہلسنت اور مسلمان شہداء نے اس ملک کے لئے قربانیاں دی ہیں ان کی قبروں پر رحمت و رضوان کی بارش فرمائے اور اس ملک کی حفاظت فرمائے قیامت تک اسے شاد و آباد رکھے۔

آمین ثم آمین

فقط والسلام الفقیر محمد شہزاد قادری ترابی

لمحہ فکریہ

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہم اہلسنت اس ملک کی اکثریت ہیں مگر ساری نا انصافیاں ہمارے ساتھ ہوتی ہیں

۔مزاراتِ اولیاء کے ہم ماننے والے ہیں مگر ان پر قبضہ دیوبندیوں کا ہے ۔ چاروں صوبوں کے اوقاف میں سارے کے سارے دیوبندی ہیں جو کہ مزارات کو گالیاں دیتے ہیں مزارات کے سخت دشمن ہیں مگر مزارات پر جمع ہونے والا کروڑوں کا چندہ دیوبندی کھاتے ہیں اور خوب عیاشی کرتے ہیں ۔مزارات کا کروڑوں کا چندہ صاحب مزار علیہ الرحمہ کی تعلیمات پر خرچ نہیں ہوتا بلکہ ان بدنصیبوں کی جیبوں میں جاتا ہے ۔مزارات کو بدنام کرنے کے لئے ان لوگوں نے چرسیموالی بٹھار کھے ہیں تاکہ لوگ مزارات پر نہ آئیں اور مزارات کی بدنامی ہو۔

سیاسی سطح اور میڈیا کی سطح پر ہمارا کوئی جید عالمدین اور رہنما نہیں ہے سارے کے سارے بڑے بڑے عہدوں پر کوئی دیوبندی ہے کوئی غیر مقلد اہلِ حدیث ملے گا یا کوئی شیعہ ملے گا کہیں کونے میں کوئی سنّی ہوگا وہ تو خاموش تماشائی ہوگا کیونکہ وہ اپنی سیٹ کو بچانے کے چکر میں ہوتا ہے اور باطل کھلے عام اپنے مذہب کا پرچار کرتے ہیں، اپنے لوگوں کو نوازتے ہیں۔

شہرِ کراچی جس میں پوری دنیا کے جید عالم دین موجود ہیں مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایسے شہر کراچی میں ہماری حکومت نہیں ہے مٹھی بھر عناصر نے قبضہ کیا ہوا ہے ہمارے ہی لوگ ان کا ساتھ دیتے ہیں ہماری سینکڑوں مسجدوں پر تالے لگے ہوئے ہیں ہمارے سنّی بھائیوں کو لوگ گمراہ کئے جارہے ہیں کوئی دیوبندی ہورہا ہے، کوئی شیعہ بن گیا ہے کوئی قادیانی مگر ہم گہری نیند سو رہے ہیں۔

ہم لوگ اپنی میں لگے ہوئے ہیں ہمیں ان کاموں سے کہاں فرصت ۔ہمیں دوسرے پر کیچڑ اچھالنے سے کہاں فرصت ہے۔ہمیں تنقید نگاری سے کہاں فرصت ہے۔تنگ نظری سے کہاں فرصت ہے۔ہمیں اپنی لیڈری چمکانے سے کہاں فرصت ہے۔ہمیں نوٹیں جمع کرنے سے کہاں فرصت ہے۔ہمیں فقط تقریریں کرکے گھر میں سو جانے سے کہاں فرصت ہے۔ہمیں اپنی تقریروں کے ہزاروں روپے مل جاتے ہیں ہمیں عوامِ اہلسنت کی فکر کیا ضرورت ہے۔ہمیں صرف اپنی مسجد تک محدود رہنے سے کہاں فرصت ہے۔ ہمارا یہ ذہن بن چکا ہے کہ ہمیں صرف اپنی فکر کرنی چاہئے۔عوامِ اہلسنت کی فکر کیا ضرورت ہے۔ان اپنے محدود سوچوں نے ہمیں آج برباد کرکے رکھ دیا ہے۔

یادرہے کہ آج ہم اپنے گھروں سے نہ نکلے، اپنے ممبروں سے نہ نکلے، اپنی خانقاہوں سے نہ نکلے، اپنے مقامات کی حفاظت کے لئے کوششیں نہ کیں۔اگر مساجدوں کی حفاظت نہ کی۔اس میں نماز پڑھ کر اس کو آباد نہ کیا، اپنے اخلاق سے عام مسلمانوں کو متاثر نہ کیا تو یہ بدمذہب سنیت کے چمن کو ویران کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

مسلک حق کا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا، ہماری نوجوان نسل اس کی طرف مائل نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ وہ وقت نہ لائے اس سے

قبل ہمیں جاگنا ہوگا۔اپنی مسجدوں کی حفاظت کرنا ہوگی یہ ہمارا فرض ہے یہ ہماری ذمہ داری ہے۔

میری بات کا مقصد یہ بھی نہیں بلکہ صرف اپنے اپنے علاقوں کی مساجدوں پر نظر رکھنی چاہیئے اس میں دین کے کام کو بڑھانا ہے۔ائمہ مساجد کو چاہیئے کہ وہ عوامِ اہلسنت کی تربیت کریں۔عوام کو اپنے قریب لائیں۔عوام اہلسنت کے دلوں مین جگہ بنائیں،حکمت عملی کے ساتھ تقریر کریں،مسجد میں ہفتہ وار ماہانہ درسِ قرآن کریں کا پروگرام شروع کرائیں،عوام سے رابطہ رکھیں۔عوام اہلسنت کثیر تعداد میں ہیں اس لئے کسی ایک عالم یا ایک مفتی کا کام نہیں ہے۔بلکہ ہم سب کو اپنا اپنا فرض سمجھتے ہوئے مل جل کر محبت واخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب (ﷺ) کی رضا کے لئے پیغام حق پہچانا ہوگا اسی میں ہماری فلاح ہے ورنہ قیامت کے دن ہماری پکڑ ہوسکتی ہے وہاں کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب (ﷺ) کے صدقے وطفیل ہماری مساجدوں اور مقدس مقامات کی حفاظت فرمائے اور ہمیں خلوص دل کے ساتھ دین کے کام کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

فقط والسلام

الفقیر محمد شہزاد ترابی

علامہ شرف قادری علیہ رحمۃ

خورشید احمد سعیدی

مفکرِ ملت شرفِ اہلسنت حضرتِ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ

(چند ملاقاتیں اور اہم یادیں)

خورشید احمد سعیدی

لیکچرر شعبہ تقابل ادیان، فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز (اصول الدین)

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

محسن اہل سنت، شرف ملت، ماحی شرک وبدعت، مبلغ قرآن وسنت، شیخ الحدیث حضرت علامہ الشیخ محمد عبدالحکیم شرف قادری نوراللہ مرقدہ سے میری چند یادگار ملاقاتیں ہیں۔ قرآن وسنت سے ان کی والہانہ وابستگی، طلباء سے ان کا مشفقانہ اخلاص، رضویات پر کام کرنے والوں کی سرپرستی، دردِ ملت رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی، مشکل اور نامساعد حالات میں پہاڑوں سے بھی بڑی ان کی استقامت، ملی، قومی اور دینی اُمور سے ان کی بروقت خبر گیری ایسی صفات ہیں جنہوں نے مجھ ایسے طالب علم کو حضرت شرف کی طرف کھینچا اور اس سلسلے میں ان متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔

میری ابتدائی تعلیم گھر سے ہوتی ہوئی سکول سے کالج تک پہنچی۔ کالج میں ایف ایس سی (FSc) کے امتحان سے کچھ عرصہ پہلے ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میری زندگی کا رخ بدل دیا اور میں ۱۹۸۹ء میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم کچہری روڈ ملتان میں دینی تعلیم کے لیے آگیا۔ درس نظامی کی پہلی جماعت میں میر سید شریف علی بن محمد جرجانی کی نحومیر بھی شامل تھی۔ میرے ذوقِ تجسس نے نحومیر کی شروحات میں حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف علیہ الرحمۃ کی لکھی ہوئی نحومیر پر ایک خوبصورت شرح کو بھی جا پایا۔ اِس طرح حضرت شرفِ ملت سے میرا تعارف شروع ہوا۔ اِس شرح نے میرے لیے نہ صرف نحومیر کو سمجھنا آسان کر دیا بلکہ میرے دل میں حضرت شرف ملت کی محبت بھی پیدا کر دی اور میں تمنا کرنے لگا کہ کیا کبھی میں ان سے ملاقات کی سعادت سے بہرہ مند ہوسکوں گا۔

۱۹۹۰ء میں جب میں انوار العلوم میں زیر تعلیم تھا تو دوستوں نے اور اساتذہ میں سے حضرت علامہ محمد امین سعیدی نے مجھے بزم سعید کا ناظم اعلیٰ بنا دیا۔ اس طرح میری ذمہ داریاں اور تعلقات بڑھ گئے۔ تعلقات میں وسعت نے کچھ عرصہ بعد مجھے انجمن مدارس عربیہ ملتان ڈویژن کا ناظم بنا دیا۔ انجمن کے کچھ صوبائی سطح کے اجلاس جامعہ نظامیہ لاہور میں ہوئے اور اُن میں شرکت کے لیے مجھے آنا پڑتا۔ لیکن افسوس کہ ان سب اجلاسوں میں حضرت شرفِ ملت کی ملاقات سے محروم رہا۔ البتہ ان کی تصانیف (بالخصوص:

’اندھیرے سے اجالے تک‘، ’شیشے کے گھر‘ اور مشکوٰۃ شریف کی فارسی شرح اشعۃ اللمعات کا اردو ترجمہ) کا مطالعہ جاری رہا اور غائبانہ تعلق گہرا ہوتا رہا۔

۱۹۹۷ء میں جب مجھے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں داخلہ ملا تو کچھ عرصہ بعد کسی کام کے لیے مجھے لاہور جانا پڑا۔ اس بار جب میں جامعہ نظامیہ میں گیا تو شوقِ ملاقات مجھے حضرت شرفِ ملت کے پاس لے گیا جو اس وقت دورۂ حدیث کی جماعت کو سبق پڑھانے کے لیے اپنے کمرے میں تشریف فرما تھے۔ چونکہ صرف زیارت مطلوب تھی اور میں اُن کے معمولات میں مخل بھی نہیں ہونا چاہتا تھا اس لئے کوئی لمبی ملاقات نہیں کر سکا لیکن میں نے جو باتیں اُن سے سُنیں اور جو تاثر لے کر واپس آیا اُس نے میرے لئے بعد کے علمی اور تحقیقی کاموں کی راہ ہموار کر دی۔

اُن سے دوسری ملاقات غالباً ۲۰۰۰ء میں اُس وقت ہوئی جب میں کویت ہاسٹل میں رہائش پذیر تھا اور حضرت شرفِ ملت دعوہ اکیڈمی کے کسی پروگرام میں شرکت کے لیے لاہور سے تشریف لائے تھے۔ حضرت صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی صاحب جو دمِ تحریر وفاقی وزیر برائے مذہبی امور ہیں وہ بھی اُس وقت دعوۃ اکیڈمی فیصل مسجد اسلام آباد میں تشریف لائے تھے۔ میں اس دن پہلی کلاس کا سبق پڑھ کر کمرے سے باہر نکلا ہی تھا کہ میری نظر اِن دونوں حضرات پر پڑی۔ میں دوڑ کر اُن کے پاس گیا، اپنا تعارف کروایا اور عرض کی کہ جب آپ اس پروگرام سے فارغ ہو جائیں تو ہمارے ساتھیوں سے ایک مختصر ملاقات کے لیے وقت عنایت فرمائیں، اِس سے اُن کی حوصلہ افزائی ہو جائے اور آپ کو بھی ہمارے احوال سے آگاہی ہو جائے گی۔ اللہ کا کرم ہوا اور میری درخواست قبول کر لی گئی۔

میں نے اُس دوران چند ساتھیوں کو ڈھونڈا اور انہیں ایک مختصر ملاقات کا پروگرام ترتیب دینے کا کہا۔ جب یہ حضرات پروگرام سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو میں سامنے دِیدہ و دِل فرشِ راہ کیے ہوئے بیٹھا تھا۔ یہ پہلے تو حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمن صاحب جو اُن دنوں سہ ماہی علمی مجلہ فکر و نظر کے مدیر تھے مگر آج کل دعوہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل ہیں کے آفس میں گئے پھر وہاں سے میں انہیں لے کر کویت ہاسٹل میں آ گیا۔ میرے کمرے میں انجمن طلباء اسلام کے کچھ ساتھیوں کے علاوہ ہمارے کئی ترک دوست جن میں شریعہ اینڈ لاء کے طالب علم محمد مخلص بھی تھے آ گئے اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں ایک لحاظ سے انٹرنیشنل سطح کی ایک میٹنگ ہو گئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اُس میٹنگ میں حضرت شرفِ ملت نے انجمن طلباء اسلام کے لیے حضرت صاحبزادہ حامد سعید کاظمی سے سفارش کی کہ حضور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں اِن طلباء کی خصوصی طور پر سرپرستی اور رہنمائی فرمائیں۔ اُن کی اِس بات نے ہمارے دلوں میں اُن کی محبت کئی گنا بڑھا دی

اور ہمیں علم ہوا کہ اہل سنت کے جو افراد ملک وملت کا درد رکھتے ہیں اور اس کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق کام کر رہے ہیں حضرت شرفِ ملت اُن کے لیے کتنے ہمدرد ہیں۔ اُن کے ساتھ اِس ملاقات نے کئی لحاظ سے ہماری رہنمائی کی۔

اُن سے میری تیسری ملاقات اُس وقت ہوئی جب میں اپنے ایم اے کے تھیسس کے لیے مواد جمع کرنے کی غرض سے کراچی سے اسلام آباد تک کی لائبریریوں میں آ اور جا رہا تھا۔ لاہور کی لائبریریوں سے مواد کی تلاش میں تھا کہ ایک دن خیال آیا کہ گنج بخش روڈ پر جو کتب خانے ہیں وہاں بھی جاؤں۔ اِس طرح مکتبہ قادریہ پر بھی گیا تو عصر اور مغرب کے درمیانی وقت میں حضرت شرفِ ملت سے ملاقات ہوئی۔ اِس دفعہ ملاقات کچھ طویل تھی کیونکہ میں نے اُن سے کئی سوالات کیے۔ انہوں نے مجھ سے تھیسس کا عنوان پوچھا پھر متعلقہ اشخاص اور مواد کی طرف رہنمائی کی۔ اُن دِنوں سُنی طلباء کی نمائندہ طلبہ تنظیم انجمن طلباءِ اسلام کی کچھ ذمہ داریاں مجھ پر بھی تھیں۔ اِس ملاقات میں اِس حوالے سے بھی ایک بار پھر آپ سے کئی فکری باتیں ہوئیں جنہوں نے مجھے کئی ملکی وملی معاملات کے داخلی وخارجی پہلوؤں کو سمجھنے میں بہت مدد دی۔

حضرت شرفِ ملت سے میری چوتھی ملاقات غالباً ۲۰۰۶ء میں جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی کے دفتر میں ہوئی تھی۔ یہ ایک بہت اچھا موقع تھا۔ ملک بھر سے علماء اور دانشورانِ اہل سنت اسلام آباد کنونشن سنٹر میں تنظیم المدارس کے کنونشن میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے اور پھر مناسب وقت پر واپس روانگی سے پہلے اُن میں سے کئی حضرات جامعہ رضویہ ضیاء العلوم میں اکٹھے ہو گئے تھے۔ میں اُس دن جب جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کے دفتر میں پہنچا تو وہاں حضرت شرفِ ملت کو تشریف فرما دیکھا۔ اُن کی نظر مجھ پر پڑی تو انہوں نے بھی مجھے پہچان لیا اور بڑی محبت اور شفقت سے اُٹھ کر گلے لگایا۔ چند ایک جملوں کے تبادلے کے بعد اپنے پاس بیٹھے ہوئے ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ انہیں جانتے ہیں؟'' چونکہ ڈاکٹر صاحب سے بالمشافہ ملاقات پہلے نہیں ہوئی تھی اس لئے میں نے جواب نفی میں دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''یہ ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب ہیں، کراچی یونیورسٹی کے شیخ زاید سنٹر میں ہوتے ہیں، ماہنامہ فقہ اسلامی کے مدیر ہیں، بہت محنتی اور صاحب فکر انسان ہیں، آپ کا اِن سے رابطہ رہنا چاہیے۔''

اُن کی یہ باتیں سن کر مجھ بہت خوشی ہوئی کیونکہ میں فقہ اسلامی جیسے ایک وقیع مجلّے کا باقاعدہ مطالعہ کرتا رہا تھا اور اس کے فکری موضوعات پر شائع کردہ مقالات سے استفادہ کیا کرتا تھا اور ڈاکٹر شاہتاز صاحب سے فون پر کئی بار بات بھی ہو چکی تھی۔ جب حضرت شرفِ علیہ الرحمۃ نے انہیں میرا تعارف کروایا تو وہ بھی بہت

خوش ہوئے اور ایک بار پھر گلے ملے۔

اِس ملاقات میں حضرت شرف صاحب نے کنونشن میں ہونے والے خطابات اور اصحابِ فکر و دانش کی ملکی و ملی مسائل پر مختلف آراء کے حوالے سے کئی باتوں پر چشم کشا تبصرے کیے۔ اسی ملاقات میں زیرِ غور آنے والے قضایا اور مسائل میں ایک یورپی پادری شروش کی تیار کردہ ایک فضول کتاب **فرقان الحق** (The True Furqan) پر بھی باتیں ہوئیں۔ انہوں نے فرمایا: ''اگر چہ یہ کتاب جسے عیسائیوں نے اکیسویں صدی کا قرآن مشہور کر دیا ہے یہ اتنی گندی کتاب ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں اس کی اشاعت پر پابندی لگی ہے لیکن علماء کو اسے دیکھنا تو چاہیے کہ اس میں اس کے مؤلف نے اپنی جہالت کا کس طرح اظہار کیا ہے۔ آپ اسے کہیں سے تلاش کریں، شاید انٹرنیٹ پر مل جائے، اور دیکھیں کہ اس میں کیا ہے؟ اور اس پر لکھیں اور اپنی رائے کا اظہار کریں، ہمیں بھی دکھائیں۔'' میں نے عرض کیا: ''حضور اِس کتاب کا نام تو میں نے سنا ہے لیکن ابھی تک نظروں سے نہیں گزری میں کوشش کروں گا کہیں سے اور کسی بھی صورت میں یہ مل جائے تو میں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔'' اسی دن حضرت علامہ محب اللہ نوری اور برادرم فیض المصطفیٰ نوری صاحبان سے بھی ملاقات ہوئی۔ محترم پروفیسر محمد الیاس اعظمی صاحب نے فتاویٰ نوریہ کا برصغیر کے کچھ مشہور و متنازع فتاوی کے ساتھ ایک تقابلی مطالعہ کیا تھا جسے شائع کرنے کے بعد محترم فیض المصطفیٰ نوری صاحب قارئین کو ایک ایک نسخہ دے رہے تھے۔ مجھے بھی ایک نسخہ انہوں نے عنایت فرمایا۔ میں نے جب یہ کتاب ''فتاویٰ نوریہ: ایک تقابلی مطالعہ'' پڑھی تو علم ہوا کہ محترم الیاس اعظمی زید علمہ و مجدہ نے بہت محنت سے اُن گوشوں پر روشنی ڈالی ہے جو عموماً نظروں سے اوجھل رہے تھے۔

اس ملاقات کے بعد میں نے فرقان الحق کو انٹرنیٹ پر تلاش کرنا شروع کر دیا۔ بالآخر ایک ویب سائٹ پر مجھے یہ کتاب ایک ایک صفحہ کر کے مل گئی۔ میں نے سی ڈی میں [illegible]ظ کیا اور سوچنا شروع کیا کہ کس طرح اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر اس کتاب کو حضرت شرف تک پہنچاؤں۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ اُن دنوں آپ کا اسلام آباد یا راولپنڈی میں آنے کا کوئی امکان نہیں تو میں یہ کتاب اُن کے لالہ زار والے گھر میں اُن کے حوالے کر آیا۔

اس موقع پر انہوں نے بتایا کہ اِس کتاب کی قلعی کھولنے کے لیے کچھ مقالات پاکستانی اور ہندوستانی اردو مجلّات میں بھی چھپے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ انہیں دیکھیں۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے مجھے 'اہل سنت کی آواز، نومبر ۲۰۰۵ئ' میں جناب نوشاد عالم چشتی علیگ کا تحریر کردہ پینتیس صفحات پر پھیلا ہوا مقالہ بعنوان ''عیسائی فرقان حق: نقد و تجزیہ'' ۷/محرم ۱۴۲۷ھ بمطابق ۷ فروری ۲۰۰۶ء کو بذریعہ ڈاک روانہ کیا۔ اس فوٹو کاپی پر

اُن کے اپنے ہاتھ سے میرا ڈاک کا پتہ لکھا ہوا ہے۔ یہ پتہ لکھتے ہوئے انہوں نے مجھے ''علامہ خورشید احمد سعیدی زید مجدہ'' کے الفاظ سے دعائیں دیں اور نیک خواہشات کا اظہار فرمایا۔ اسی موضوع کے بارے میں بصیر پور کے ایک مؤقر ماہنامہ 'نور الحبیب'، دسمبر ۲۰۰۵ء کے صفحات ۷۹ تا ۸۰ پر شائع شدہ مضمون کی طرف بھی رہنمائی کی۔

حضرت شرفِ ملت کی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ جو والہانہ عقیدت، گہری محبت، لازوال الفت تھی وہ نہ صرف اُن کی تمام تحریروں میں جھلک رہی ہے بلکہ اُن سے جو ملاقات بھی ہوتی اس میں اعلیٰ حضرت کی نسبتوں اور رفعتوں کا تذکرہ ضرور ہوتا تھا۔

۲۰۰۵ء میں کراچی سے میرے پاس اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ ''**الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام**'' انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ دورانِ مطالعہ معلوم ہوا کہ اس کی کئی باتیں وضاحت طلب ہیں۔ میں نے سوچنا شروع کیا کہ کس سے رابطہ کروں۔ ایک طرف مجھے یہ خیال آتا کہ اس سلسلے میں حضرت شرفِ ملت سے رہنمائی لوں کیونکہ اُس وقت اُن سے بہتر کوئی علمی شخصیت نظر نہ آتی تھی لیکن دوسری طرف ذہن میں یہ باتیں آتیں کہ وہ آجکل جس ابتلاء کی وجہ سے خانہ نشین ہو چکے ہیں وہ اُس کی موجودگی میں میرے استفسارات کے جواب کیسے دیں گے اور رہنمائی کریں گے؟ اِنہی سوچوں کے سفر میں خیال یہاں آکر رک گیا کہ اُن کے صاحبزادے استاد محترم جناب ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی زید مجدہ کو خط لکھوں کہ وہ میری مدد کریں۔ چنانچہ میں نے درج ذیل خط انہیں روانہ کیا:

عزت مآب استاذی المکرم ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا اوکاڑہ والوں نے اِس عاجز کے پاس اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا کراچی سے مطبوعہ ایک رسالہ ''**الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام**'' انگریزی میں ترجمہ کرنے کیلئے رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ میں بھیجا۔ اسکا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اِس میں جہاں ایک طرف کتابت کی اغلاط ہیں وہاں کچھ جملے اور اصطلاحات بھی ایسی ہیں جو میرے علم کی حدود سے باہر ہیں۔ جب میں نے انہیں کہا کہ وہ اصل جس سے رسالہ مذکورہ کو نقل کیا ہے اُس کی ایک کاپی بھیجیں تو انہوں نے مجھے فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور سے موازنہ کر لینے کا مشورہ دیا۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ کی جلد ۲۶ میں ملا۔ موازنہ کیا تو معلوم ہوا کہ دونوں میں چھوٹے بڑے اختلافات کی تعداد تقریباً ۱۵۰ ہے۔ اس سے میری مشکل اور بڑھ گئی۔ ادارہ تحقیقات کراچی والوں کو یہ فہرست بھیجی لیکن وہاں سے کسی نے اِن اختلافات کی توضیح نہیں فرمائی۔

اب یہ فہرست آپ کی خدمت میں ارسال ہے۔ کچھ اختلافات تو واضح اور سہل الفہم ہیں مگر کچھ واقعی سنجیدہ اوراہم ہیں۔انہیں کیسے حل کیا جائے؟ بجائے اس کے کہ یہ کم علم اپنی طرف سے اس میں مطلوب تصرف کرے آپ جیسے صاحبان علم وفضل براہ کرم اگران میں سے ہرایک کے سامنے موافقت یا ترجیح کے لئے اپنی اور حضور شرف القادری زید لطفہ کی رائے عنایت کر دیں تو ترجمہ کرنے میں اصح متن میرے پاس حاصل ہوجائے گا۔ میں ایسا ترجمہ نہیں کرنا چاہتا جیسا کہ ڈاکٹر محمد اسلم جونیجو صاحب نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی کتاب **کفل الفقیه الفاهم** کا کیا ہے۔امید ہے معارف رضا دسمبر ۲۰۰۵ میں اِس پر میرا تبصرہ آپ کی نظروں سے گزرے گا۔ان شاءاللہ۔

اس فہرست کے علاوہ مکتوب ہذا میں اس رسالے کے وہ جملے،کلمات واصطلاحات جواردو کی ''فیروز اللغات جامع'' اور''مصباح اللغات عربی اردو'' میں دیکھنے کے باوجود بھی سمجھ نہیں آئے نقل کررہاہوں۔آپ کی بارگاہ میں برائے تشریح ارسال ہیں،خصوصاً خط کشیدہ کلمات۔امید ہے ضرور کرم فرمائیں گے۔درج ذیل کلمات اورعبارات فتاوی رضویہ کی جلد ۲۶ سے نقل کیے ہیں۔قوسین میں اسی جلد کا صفحہ نمبر ہے۔امید ہے یہ جلد۲۶ آپ کے پاس ہوگی۔درج ذیل عبارات کووہاں سے ملاحظہ فرمالیں اگر نہ ہوتو یہ فقیر آپ کے پاس اس رسالے کی فوٹوکاپی پیش کردے گا۔وہ الفاظ، جملے اوراصطلاحات یہ ہیں:

۱۔ یہ مہمل ومختل اعتراض پادرہوا کہ بعض پادریان پادر بندہوا کی تازی گڑھت ہے(۴۷۰)

۲۔علم کا غنا کہ کسی آلۂ جارحہ وتدبیر وفکر ونظر والتفات وانفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔(۴۷۱)

۳۔علم کا اقصیٰ غایات کمالات پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ مفارقہ ذاتیہ اضافیۂ ماضیہ آتیہ موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہوسکے۔(۴۷۲)

۴۔''عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ'' سے کیا مراد ہے؟(۴۷۲)

۵۔''علم حقیقی حق الحقیقہ''میں علم حقیقی کے بعد حق الحقیقہ فرمانے سے کیا معنی مراد ہیں؟(۴۷۲)

۶۔''بالکنہ ہو یا بالوجہ''(۴۷۲)،''نصب واضافات''(۴۷۴) کا اپنے اپنے سیاق میں کیا مطلب ہے؟

۷۔''پشم کبود میں زراوند مدقوق بعسل سرشتہ کا صبح علی الریق حمول''(۴۷۵)۔اگران کلمات کا الگ الگ معنی ارشادفرما کروضاحت فرمادیں تو بہتر ہوگا۔

۸۔بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں (۴۷۵) قواسراورحجابوں سے یہاں کیا مراد ہے؟انہیں سمجھنے میں اس صفحہ پر موجود حاشیہ سے بھی یہ کم علم کامیاب نہ ہوسکا۔

۹۔''زجاج عقرب پر عکس لے آئیں''(۴۷۶) یہاں عقرب کا معنی کیا ہے؟

۱۰۔ ''مؤامرات ربعیہ سے محاسبہ کیا'' (۴۷۶)

۱۱۔ نہار عرفی کو نہار نجومی (۴۷۶)

۱۲۔ ''حالانکہ مخروط ظلی وشمس میں ہرگز نیم دور سے کم فصل نہیں'' (۴۷۶)

۱۳۔ ''باچناں وچنیں حجابات وکمین مشہود ہو جاتے ہیں'' (۴۷۶)

۱۴۔ ''نظر تفصیلی بالائی کو نظر بعد تصریح عملی سے ملاؤ'' (۴۷۸)۔ جملے کا مطلب کیا ہے؟

۱۵۔ ''کتنی دیر بعد حمل ونقرہ میں مستقر ہوا'' (۴۷۹)

۱۶۔ ''کس گھنٹے منٹ سکنڈ رتھرڈ پر برآمد ہوں گے'' (۴۷۹)

۱۷۔ ''شش سپرز مثانے تلخے'' (۴۸۰)۔ سپرز اور تلخے کیا ہوتے ہیں؟

۱۸۔ ''شرابی کی زق زق'' (۴۸۰) کا معنی کیا ہے؟

۱۹۔ سوراخ کے ابعاد ثلاثہ (۴۸۰) کونسے ہوتے ہیں؟

۲۰۔ ''دونوں لب بالا چاروں لب زیریں'' (۴۸۰) یہ چھ لب کونسے ہیں؟

۲۱۔ ''درجے دقیقے ثانیے عاشرے'' (۴۸۰) کے الگ الگ معانی کیا ہیں؟

۲۲۔ دس تجاویف (۴۸۰) حاشیے کی مدد کے باوجود دس میں سے تین تجاویف بنام بطر، نوف اور مہبل کو نہ سمجھ سکا۔ ان کی آسان الفاظ میں شرح فرمائیں۔

۲۳۔ ''تجاویف حاصلہ وتجاویف صالحہ میں ہر جگہ کتنا ہی تفرقہ ہو'' (۴۸۱) یہ تجاویف کیا اور کونسی ہوتی ہیں؟

۲۴۔ ''زہ زہ بندگی خخہ تعظیم پہ پہ تہذیب قہ قہ تعلیم'' (۴۸۳) اس کا کیا مطلب ہے؟

والسلام مع الاکرام

دعاؤں کا طالب، خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد

بروز پیر ۱۸/شوال المکرم ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۱/نومبر ۲۰۰۵ء

یہ خط استادِ محترم جناب ڈاکٹر سدیدی صاحب کو مل تو گیا لیکن انہیں اس کا جواب دینے کے لیے اُن کی مصروفیات نے فرصت نہ دی۔ اور بالآخر حضرت شرفِ ملت علیہ الرحمۃ نے نوٹس لیا اور اپنے دست مبارک سے اس کا ایک مفصل جواب لکھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رضویات پر کام کرنے والے محققین کے فائدے کے لیے اسے پیش کر دیا جائے۔ ان کے تحریر کردہ جواب کے الفاظ یہ ہیں:

۷۸۶

محترم خورشید احمد سعیدی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج شریف

آپ کا مکتوب بنام ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی حفظہ اللہ تعالیٰ موصول ہوا۔ **الصمصام علی مشکک فی علوم الارحام** میں استعمال کئے جانے والے کلمات کے مطالب جو مجھے سمجھ آسکے ہیں، تحریر کر رہا ہوں۔

(1)(ا) ''اعتراض پادر ہوا'' بے بنیاد اعتراض، وہ اعتراض جس کے پاؤں ہوا میں ہوں۔

(ب) ''پادر بند ہوا'' جس کا پاؤں حرص کی قید میں ہو (یہ دونوں لفظ پادری کی مناسبت سے استعمال ہوئے ہیں۔)

(2) ''آلۂ جارحہ'' حواس خمسہ ظاہرہ (آنکھ، کان، ناک، زبان اور حِسِ لمس ہاتھ وغیرہ ہیں)

(3) یہ منطقی اصطلاحات ہیں (ا) ذاتیات جو شے کی حقیقت میں داخل ہوں، جیسے مناطقہ کے نزدیک انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے، تو حیوان اور ناطق جو اس کی حقیقت میں داخل ہیں، اس کے ذاتیات ہیں، اعراض بمعنی اوصاف ہے، احوالِ لازمہ وہ اوصاف ہیں جو شے سے جدا نہ ہوسکیں، احوال مفارقہ وہ اوصاف جو جدا ہوسکیں، احوال ذاتیہ وہ اوصاف جن میں کسی چیز کی طرف نسبت کا لحاظ نہ ہو، جیسے حیات (زندگی) اور احوال اضافیہ وہ اوصاف جن میں کسی چیز کی طرف نسبت کا اعتبار ہو، جیسے مقدم اور مؤخر، جس چیز کو کہیں گے اسے کسی دوسری چیز کی نسبت سے کہیں گے۔

(4) ''عقول مفارقہ'' یہ فلاسفہ کی اصطلاح ہے، ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے صرف عقل اول کو پیدا کیا تھا، عقل اول مادے سے مجرد چیز ہے، اس عقل نے دوسری عقل اور آسمان نمبر ۹ کو پیدا کیا، یہاں تک کہ دسویں عقل نے پہلے آسمان کے نیچے کی اشیاء کو پیدا کیا، (نفوس ناطقہ) انسانی نفوس

(5) ''علم حقیقی حق الحقیقہ'' صحیح اور واقعی علم۔۔۔۔حق الحقیقہ تاکید کے لئے ہے۔

(6) ''بالکنہ'' یہ منطقی کی اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے کسی چیز کو اُس کے ذاتیات اور اجزاء کے ذریعے جاننا، جیسے انسان کو حیوان ناطق کے ذریعے جاننا، علم بالکنہ ہے جب کہ اجزاء کے ذریعے توجہ انسان کی طرف ہو اور اگر توجہ بھی اجزاء ہی کی طرف ہو تو اسے علم بکنہھ کہا جائے گا۔

''علم بالوجہ'' کسی چیز کو اوصاف کے ذریعے جاننے کو کہتے ہیں، مثلاً انسان، وہ سیدھے قد والی مخلوق ہے جو اپنے دو پاؤں پر چلتی ہے۔

''نُصُب'' نِصاب کی جمع کھڑی کی ہوئی اور نصب کی ہوئی چیز، مراد نشانی ہے، جیسے سنگِ میل وغیرہ۔

''اضافات'' اضافت کی جمع ہے جس کا معنی وہ نسبت ہے جو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان ہوتی ہے۔

(7) ''پشم اون کبود نیلگوں'' پشم کبود ایک دوائی کا نام ہے۔ زراوند بھی ایک دوائی کا نام ہے، اُس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک لمبی اور دوسری گول (غیاث اللغات)۔ مدقوق کوٹی ہوئی، بعسل شہد کے ساتھ، سرشتہ ملائی ہوئی،

علی الریق حمول صبح نہار منہ استعمال کی جائے۔(ترجمہ) پشم کبود، زراوند دوائی ملا کر کوٹ لی جائے، اسے شہد میں ملا کر استعمال کیا جائے۔

(8) قواسر جمع ہے قاسرؔ کی جس کا معنی کسی چیز کو اُس کی طبیعت کے برعکس مجبور کر دینا جیسے پتھر طبعی طور پر اوپر سے نیچے جانا چاہتا ہے، اسے نیچے سے اُٹھا کر اوپر لے گئے تو یہ حرکت قسریہ ہوگی اور یہ عمل قسر ہوگا۔

''پانچوں حجابوں'' تین حجابوں کا تو اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے، دو حجاب (پردے)

''زِہدان'' اس کا معنی رحم (بچہ دانی) ہے۔اس کے او پر دو پردے ہوتے ہیں۔

(9) زجاجؔ شیشہ، عقربؔ بچھو۔زجاج عقرب کا ترجمہ واضح نہیں ہے، مطلب یہ کہ الٹرا ساؤنڈ مشین کے شیشے پر پانچوں پردے دکھائی دینے لگیں۔

(10) ''مؤامراتِ زیجیہ'' زیجؔ اصل میں زیک تھا، یہ ستاروں سے متعلق علم ہے، اس میں ایسے نقشے دیئے ہوتے ہیں جن کے ذریعے ستاروں کا محل وقوع اور ان کے مرکزوں کی حرکتوں کی مقداریں معلوم ہوتی ہیں (غیاث اللغات)۔مؤامرات زیجیہ سے علم زیج کے قواعد مراد ہونے چاہئیں۔

(11) نہار عرفی: عرفِ عام میں جسے دن کہا جاتا ہے، نہار نجومی علم نجوم کی اصطلاح میں جسے دن کہا جاتا ہے۔ علم نجوم کے لحاظ سے جب سورج دائرۂ افق سے اوپر آئے گا تو دن شروع ہو جائے گا، جب وہ اس سے پہلے دکھائی دینے لگتا ہے اس لئے عرفی دن بڑا ہوتا ہے۔

(12) شکل مخروطی ایسی ہوتی ہے جیسے گاجر، جب سورج زمین کے ایک طرف ہو تو اس کا سایہ مخروطی شکل میں دوسری طرف جاتا ہے۔یعنی سورج اور زمین کے سائے میں نصف دائرے کا فاصلہ ہوتا ہے، ایک طرف سورج ہوتا ہے اور 180 ڈگری کے فاصلے پر سائے کا کونہ ہوتا ہے۔

(13) ''باچناں وچنیں حجابات'' ایسے ایسے پردوں کے باوجود کمینؔ پوشیدہ یعنی بچہ پانچ پردوں میں چھپا ہوا ہوتا ہے، اس کے باوجود آلات کے ذریعے دکھائی دے جاتا ہے۔

(14) ''نظر تفصیلی بالائی'' ''نظر بعد تشریح عملی سے ملاؤ''، یعنی نظر تفصیلی دو قسم ہے۔(۱) سرسری جسے بالائی سے تعبیر کیا ہے اور (۲) گہری نظر سے دیکھ کر اور تجزیہ کر کے جسے تشریحی اور عملی فرمایا ہے۔(یہ لفظ تصریح نہیں بلکہ تشریح ہے۔)

نوٹ: (نصب واضافات جانے دو) یہ لفظ نَسَبْ ہونا چاہیے۔

(15) ''دشمل'' پہلے حرف پر زبر، دوسرا ساکن، کپڑے کا ریشہ۔قُرہ چھوٹا گول گڑھا۔مطلب یہ کہ نطفہ رحم کے کس حصہ میں واقع ہوا تھا۔

(16)''گھنٹے، منٹ، سکنڈ، تھرڈ'' گھنٹے کا ساٹھواں حصہ منٹ، منٹ کا ساٹھواں حصہ سیکنڈ، اور سیکنڈ کا ساٹھواں حصہ تھرڈ، یعنی منٹ فسٹ ہے، اس کے بعد سیکنڈ اور اس کے بعد تھرڈ۔

(17)''شُشش'' پھیپھڑا، ''سُپُر ز'' تلی، ''تلخہ'' پہلے حرف پر زبر، ایک خلط جسے صفراء کہتے ہیں۔

(18)''شرابی کی زق زق'' شرابی کی بکواس

(19)''ابعاد ثلاثہ'' لمبائی، چوڑائی، موٹائی (گہرائی)

(20)''دونوں لب بالا'' اوپر کے دو ہونٹ؛ ''چاروں لب زیریں'' بچی کی پیشاب کی جگہ کے دو کنارے اور دو سُرین کے کنارے۔

(21)''درجے، دقیقے، ثانیے، عاشرے'' کوئی بھی دائرہ لے لیں اسے 360 حصوں میں تقسیم کریں، ان میں سے ہر حصہ درجہ کہلاتا ہے، درجے کا ساٹھواں حصہ دقیقہ ہے، اس کا ساٹھواں حصہ ثانیہ ہے، اس کا ساٹھواں حصہ ثالثہ ہے، یہاں تک کہ عاشرہ تک پہنچ جائیں۔

(22)''دس تجاویف'' تجویف کی جمع جس کا پیٹ خالی ہو۔ ان میں سے ایک پیٹ؛ بظر ہے (ب ظ ر) یہ لفظ ایک جگہ بخاری شریف میں آیا ہے (عربی ۱/۸۷۳)۔ محشی حضرات نے بتایا کہ عورتوں کا ختنہ کیا جاتا تھا، ختنے کے بعد گوشت کا جو ٹکڑا بچ جاتا ہے اسے؛ بظر کہا جاتا ہے۔ لیکن الصمصام کے حاشیے سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) سوئی کے سوراخ کی طرح سوراخ ہوتا ہے، یعنی جس سے پیشاب آتا ہے؛ (۲) شرم گاہ کا اوپر والا حصہ ہے اور (۳) فرجہ پسین وہ سوراخ ہے جس میں وطی کی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(23) جسم میں ممکن الوقوع جوف، خلا دو قسم ہیں (۱) وہ جو بالفعل واقع ہیں، (۲) جو بن سکتے ہیں یعنی جو سوراخ موجود ہے اس میں بڑا ہونے کی کتنی صلاحیت ہے؟

(24)''زِہ زہ بندگی، خہ خہ تعظیم، پہ پہ تعلیم'' یہ طنز اور استہزاء کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ ہیں، یعنی کیا خوب بندگی ہے، کیا عجیب تعظیم ہے اور کتنی افسوسناک تعلیم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد عبدالحکیم شرف قادری ۳/دسمبر ۲۰۰۵ء

جو خط میں نے ارسال کیا تھا اس کے ساتھ پانچ صفحات پر مشتمل اختلافی کلمات وعبارات کی فہرست بھی تھی۔ اس فہرست کی تمہید میں گزارش کی گئی تھی کہ:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے رسالہ ''الصمصام'' کے دو نسخوں کے باہمی موازنہ کے نتیجے میں سامنے آنے والے (۱۴۵ سے زائد) اختلافات، کتابت کی اخطاء اور اغلاط کی فہرست دی جارہی ہے۔ اس کی تصحیح کے لئے

جناب سے عالمانہ رائے کی گذارش ہے۔ ان دونسخوں میں سے پہلا تو وہ ہے جو فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جلد نمبر ۲۶ (از صفحہ ۴۶۷ تا ۴۸۷) میں شامل ہے۔ یہ جلد مارچ ۲۰۰۴ء کو شائع ہوئی تھی جبکہ دوسرا نسخہ بزم فکر و عمل کراچی نے جنوری ۱۹۹۰ء میں شائع کیا تھا۔

فہرست کے پہلے کالم میں دیا گیا صفحہ نمبر فتاوی رضویہ کی جلد ۲۶ کے مطابق ہے اس کے بعد والے کالم میں سطر کا نمبر بھی اسی جلد کے مطابق ہے، تیسرے کالم میں اسی جلد (نسخہ لاہور) کے کلمات ہیں جبکہ آخری کالم میں نسخہ مطبوعہ کراچی کے اختلافی، زائد یا ناقص کلمات کو درج کیا گیا ہے۔ براہ کرم اس کی تصحیح فرما دیجیے۔ اس فہرست میں کچھ کی سیاق کے مطابق صحت جان لینا راقم کے لئے بھی کوئی مشکل نہیں تھا لیکن انہیں بعض اور اہداف کے پیش نظر شامل کیا گیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

علامہ شرف ملت نے اس فہرست میں تصحیح کے لیے تین طریقے اختیار کیے۔ (۱) اگر فتاویٰ رضویہ مطبوعہ لاہور میں شامل رسالے کا لفظ/عبارت درست تھی تو اس پر ٹِک لگا دیا؛ (۲) اگر کراچی سے شائع کردہ رسالے کا لفظ/عبارت درست تھی تو اس پر ٹِک کا نشان لگا دیا؛ (۳) ان دونوں میں اگر کسی لفظ کی کمی یا بیشی تھی تو اس میں تصحیح کر دی۔ لہٰذا درج ذیل میں ان تینوں کو الگ الگ فہرست میں پیش کیا گیا ہے۔

درج ذیل فہرست میں حضرت شرف علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶ کی عبارت کو ٹک کرتے ہوئے درست قرار دیا۔

صفحہ	سطر	نسخہ بمطابق فتاوی رضویہ جلد ۲۶	بمطابق نسخہ کراچی
۴۶۷	۱۱	مسئلہ یہ ہے کہ اللہ پاک قرآن میں فرماتا ہے	ایک پادری کا کہنا ہے کہ قرآن میں ہے
۴۶۷	۱۲	حالانکہ ایک آلہ نکلا ہے	حالانکہ ہم نے ایک آلہ نکالہ ہے
۴۶۸	۱۱	البورۃ	البرارۃ
۴۶۹	۴	نہان وعیاں	نہاں اور عیاں
۴۶۹	۱۱	اور کوئی جی نہیں جانتا	اور کوئی بھی نہیں جانتا
۴۶۹	۱۳	بیشک اللہ ہی جاننے والا خبردار	بیشک اللہ ہی ہے جاننے والا خبردار
۴۷۰	۱۵	سمٹتے پھیلتے ہیں	سمٹتے پھیلتے ہیں
۴۷۰	۱۶	نہ تخصیص ذکورت وانوثت کا ذکر	نہ تخصیص ذکور وانوث کا ذکر

۴۷۰	۱۷	گھڑت	گڑہت
۴۷۰	۱۸	کسی طرح تدبیر سے اتنا معلوم نہیں کرسکتا	کسی طرح کسی تدبیر سے اتنا نہیں معلوم کرسکتا
۴۷۰	۱۹	فرمایا ہوتو نشان دو	فرمایا تو نشان دو
۴۷۰	۲۲	وہ بھی اسی بارگاہ	وہ بھی بارگاہ
۴۷۱	۳	اللہ جانتا ہے	جانتا ہے
۴۷۱	۷	سربفلک کشیدہ	سربفلک گشیدہ
۴۷۱	۸	ایک نہایت قلیل وذلیل	ایک نہایت قلیل رذیل
۴۷۱	۱۲	عاقل منصف	عاقل مصنف
۴۷۱	۱۷	کسی علم کی حضرت عزّت عزّوجل سے تخصیص	کسی علم کی حضرت عزّوجل سے تخصیص
۴۷۱	۲۰	کسی آلۂ جارحہ	کسی آلہ وجارحہ
۴۷۱	۲۲	علم کا وجوب کہ کبھی کسی طرح	علم کا وجوب کہ کسی طرح
۴۷۲	۱	علم کا اقصیٰ غایات کمالات	علم کا اقصیٰ غایت کمال
۴۷۲	۷	ان وجوہ ستہ کا جامع ہو	ان وجوہ ستہ کا ہو
۴۷۴	۱۰	یہ سب نامتناہی نامتناہی علوم	یہ سب نامتناہی نامتناہی علوم
۴۷۵	۲	ظاہر ایسی صورت میسر نہیں	ظاہر ایسی صورت نہیں
۴۷۵	۳	کہ جنین رحم میں	کہ جنہیں رحم میں
۴۷۵	۴	بعد علوق فمِ رحم	بعد میں علوق فمِ رحم
۴۷۵	۵	جنین محبوس	جنیں محبوس
۴۷۵	۵	بلکہ خود اس پر	بلکہ اس پر
۴۷۵	۷	بول مجتمع رہتا ہے	بول جمع رہتا ہے
۴۷۵	۸	ایسی حالتوں میں بدن	ایسی حالت میں بدن
۴۷۵	۱۷	شیریں ہوایا تلخ	شیریں ہو یا تلخ
۴۷۵	۲۱	بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں	بذریعہ قواسر پانچواں حجابوں

۴۷۶	۷	فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے	فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے
۴۷۷	۲	دیکھو ابھی تمھیں آیت	دیکھو تمہیں ابھی آیت
۴۷۷	۲	ماں کے پیٹ سے نرے جاہل	ماں کے پیٹ سے جاہل
۴۷۷	۸	ہاتھ جوارح دیئے	ہاتھ جواح دیئے
۴۷۸	۹	ہر نقطہ ارضی	ہر نفطہ ارضی
۴۷۸	۹	دور و موجود و حال	دور و موجودہ و حال
۴۷۸	۲۳	اپنے گھر کے کہ آدمی	اپنے گھر کے آدمی
۴۷۹	۱	کتنی دیر بعد کون سی حمل ونقرہ میں	کتنی دیر بعد حمل ونقرہ میں
۴۷۹	۱۹	عالم ارحام بننے کے مدعی نہ سہی	عالم ارحام بننے کے بعد مدعی نہ سہی
۴۸۰	۳	پیٹ آلے کے قابل	پیٹ آنے کے قابل
۴۸۱	۲۰	اور ہرگز نہ بتا سکو گے	اور اگر ہرگز نہ بتا سکو گے
۴۸۱	۱۵	محاصل معادِن و بحار	محاصل معاون و بحار
۴۸۲	۱	کس ملعون بناء پر	کس ملعون کے بنا پر
۴۸۳	۱۴ اختلا	کنواری پاکیزہ بتول	کواری پاکیزہ بتول
۴۸۳	۷	بیٹے کو سولی	بیٹے کی سولی
۴۸۳	۱۰	بیہودہ کلام گھڑیں	بیہودہ کلام گڑھیں
۴۸۵	۱	ان کی بے حد زناکاریوں	ان کے بے حد زناکاریوں

اس فہرست میں میری رائے صرف پہلی عبارت کے بارے میں ان سے مختلف ہے اور میرا خیال ہے کہ نسخہ مطبوعہ کراچی کی عبارت ہی درست ہے کیونکہ سیاق اور خود حضرت شرف صاحب کی توضیح جو مندرجہ بالا خط کے (1) میں انہوں نے کی ہے کا تقاضا یہی ہے۔

اختلافی الفاظ/عبارت کی درج ذیل فہرست میں حضرت شرف علیہ الرحمۃ نے نسخہ مطبوعہ کراچی کی عبارت کو ٹک کرتے ہوئے درست قرار دیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ فتاوی رضویہ کے قارئین جلد ۲۶ میں رسالے الصمصام کی عبارت کی بجائے نسخہ مطبوعہ کراچی کی عبارت کو درست سمجھیں۔

صفحہ نمبر	سطر	نسخہ بمطابق فتاوی رضویہ جلد ۲۶	بمطابق نسخہ کراچی

۴۶۷	۹	---دست بستہ تسلیم،اس کے بعد---	دست بستہ تسلیم رسانی کے بعد
۴۶۷	۱۴	عفاء	عفا
۴۶۹	۱۶	پھر کیا تمھیں جوڑے جوڑے اور	پھر کیا تمہیں جوڑے اور
۴۶۹	۱۷	الایعلمه	الابعلمه
۴۶۹	۱۹	مگر یہ سب لکھا ہے	مگر سب لکھا ہے
۴۶۹	۲۲	اللہ ہی کی طرف پھرا جاتا ہے	اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے
۴۷۰	۵	اذانشاء	اذانشأ
۴۷۰	۹	بے پایان	بے پایاں
۴۷۰	۱۰	پیٹ رہتے وقت	پیٹ میں رہتے وقت
۴۷۰	۲۱	فانی وزائل و بے حقیقت	فانی وزائل و بے اصل و بے حقیقت
۴۷۱	۱۱	جو کچھ گزرا اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے	جو کچھ آئے گا اور جو کچھ گزرا
۴۷۱	۲۳	علم کا اثبات	علم کا ثبات
۴۷۲	۱۵	بحقیقت حقیقہ	بحقیقت حقیقیہ
۴۷۲	۱۷	یالغیر ہو	یابالغیر ہو
۴۷۲	۲۲	علوم عظیمہ عطا فرمائے	علوم عظیمہ ثابت فرمائے
۴۷۴	۴	اپنی اپنی نماز و تسبیح	اپنی نماز و تسبیح
۴۷۴	۲۰	مانحن فیہ میں مولا سبحانہ وتعالی	مانحن فیہ مولیٰ سبحانہ وتعالی
۴۷۵	۶	ایک غشائے رفیق ملاقی جسم مبین	ایک غشائے رقیق ملاقی جسم جنین
۴۷۵	۱۳	حجم میں اقرایش	حجم میں افزایش
۴۷۵	۱۶	پشم کبود میں زرادند	پشم کبود میں زراوند
۴۷۵	۱۶	صبح علی اریق حمول	صبح علی الریق حمول
۴۷۶	۵	اور طلوع مرئی کہ وہی	اور طلوع حقیقی سے طلوع مرئی کہ وہی
۴۷۶	۶	وقوع حجاب میں کچھ دیر تک	وقوع حجاب بھی کچھ دیر تک

۴۷۶	۷	مؤامرات ربجیہ	مؤامرات زبجیہ
۴۷۶	۹	حاجت	حاجب
۴۷۶	۱۲	مقدار عُسر قطرتک	مقدار عُشر قطرتک
۴۷۶	۱۴	اعضائے جنیں باچناں وچنیں	اعضائے جنیں یاچناں وچنیں
۴۷۷	۱۷	کس مرنے کا چکھا	کس مزے کا چکھا
۴۷۸	۵	بعد تصریح عملی	بعد تشریح عملی
۴۷۸	۲۲	کہ نامتناہی معدودومحدود	کہ نامتناہی ہیں معدودومحدود
۴۷۹	۹	سکنڈرتھرڈ پر برآمد	سکنڈتھرڈ پر برآمد
۴۸۰	۱	کتنی چیونٹیاں کتنے چیونٹے	کتنی چیونٹیاں کے چیونٹے
۴۸۰	۲	وغیرہالاکھوں میں داخل نہ تھے	وغیرہالاکھوں جانور کہ انڈے دیتے ہیں پادری صاحب کی حکمت سب جگہ بیکار ہے کیا یہ یعلم مافی الارحام میں داخل نہ تھے
۴۸۰	۹	اخصائے اندرونی	اعضائے اندرونی
۴۸۰	۱۳	بولومیس میڈم	بولومس میڈم
۴۸۰	۱۸	کئی درجے دقیقے	کے درجے دقیقے
۴۸۱	۱۷	مسلمانوں نہ فقط مسلمانوں ہرقوم کے عاقلوں	مسلمانو نہ فقط مسلمانو ہرقوم کے عاقلو
۴۸۱	۲۳	بےعطائے سلطان ہوگیا	بےعطائے سلطانی ہوگیا
۴۸۲	۵	ہرمتناہی کودوسری متناہی سے	ہرمتناہی کودوسرے متناہی سے
۴۸۲	۶	ہزار صفرلگا بخلاف	ہزار صفرلگا کر بخلاف
۴۸۲	۱۲	نہیں خروخوک سب کے منہ پر	نہیں جوخروخوک سب کے منہ پر
۴۸۳	۲	گائیں، خدا کا بیٹا	گائیں خدااور خدا کا بیٹا

۴۸۳	۳	خون کے پیاسے لوٹیوں کے بھوکے	خون کے پیاسے بوٹیوں کے بھوکے
۴۸۳	۵	موت کے بعد کفار کو	موت کے بعد کفارے کو
۴۸۳	۱۲	باب ۲۳ ورس ۱۵ تا ۸۸	باب ۲۲ ورس ۱۵ تا ۱۸
۴۸۳	۱۳	اسے چن رکھا	اسے چن رکھنا
۴۸۵	۲	پوریس رسول کا خط کلٹیوں کو	پولس رسول کا خط گلتیوں کو
۴۸۶	۱۸	محل کے رہنے والا پتھر پھینکنے کی ابتدا کرے	محل کے رہنے والو پتھر پھینکنے کی ابتدا نہ کرو

اب تیسرے نمبر پر وہ فہرست پیش کی جاتی ہے جس میں حضرت شرف علیہ الرحمۃ نے کبھی جلد ۲۶ اور کبھی نسخہ مطبوعہ کراچی کی عبارت میں کچھ ترمیم کی۔ اختلافی الفاظ/عبارات یہ ہیں:

صفحہ نمبر	سطر	نسخہ بمطابق فتاوی رضویہ جلد ۲۶	بمطابق نسخہ کراچی
۴۷۰	۲۰	بعض جہل طویل وعجز مدید بعض	بعد جہل طویل اور عجز مدید کے بعض
۴۷۲	۱۹	بحضرت عزت عزت عظمتہ	بحضرت عزّت عظمتہ
۴۷۵	۱۲	جنین کا بیشتر جنبش	جنیں کی پیشتر جنبش
۴۷۶	۲۱	کروڑوں علم عام انسان بلکہ حیوانات	کروروں علم عام انسان بلکہ عام حیوانات
۴۷۸	۱۰	بعد بتاؤ یہ لاتعد ولا تحصی	بُعد بتاؤ یہ لاتعداد لا تحصی
۴۷۸	۱۹	دوکلموں کے سرخ میں	دوکلموں کے شرح میں
۴۷۹	۵	رحم شریف کئی بار	رحم شریف کئے بار
۴۷۹	۱۱	آپ کئی بار زور لگائیں گے	آپ کئے بار زور لگائیں گے
۴۸۰	۲	خفاش کے سب پرند اور نیز مچھلیاں	خفاش کے سواسب پرند اور تیز مچھلیاں
۴۸۰	۴	درگزروں فقط قابل آلہ فقط انسان	درگزر کروں فقط قابل آلہ فقط بلکہ انسان
۴۸۰	۷	میم صاحبہ۔۔۔کلام کروں اب لولا کھوں	میم صاحب۔۔۔کام کروں اب تو لاکھوں
۴۸۰	۱۷	اور پیر اور دونوں لب بالا چاروں لب زیریں	اور پیڑو اور دونوں لبِ بالا چارولب زیریں

۴۸۱	۱۱	وقرے کے محصول	وقر یے کے محصول
۴۸۱	۱۲	گدیہ گر،۔۔۔،بولا۔۔۔ہیولے چوتڑوں کے بل	گداگر،۔۔۔،لولا۔۔۔ہیولیٰ چوتڑوں کے بل
۴۸۲	۱۷	متحیر ہوتے ہیں،سبحان اللہ اللہ اللہ اللہ کہاں	متحیر ہوتے،سبحان اللہ۔اللہ کہاں
۴۸۲	۱۹	ناپاک ناشتہ کھڑے ہوکر	ناپاک ناشستہ کھڑے ہوکر
۴۸۵	۱	خدا کی دوجوروٗں کا قصہ	خدا کی دودوجوروں کا قصہ

حضرت علامہ شرف علیہ الرحمہ کے نزدیک مندرجہ بالا عبارات دراصل یوں ہونی چاہئیں۔

۱۔بعد جہل طویل وعجز مدید بعض ۲۔بحضرت عزّت عزّ شٔ عظمتہ

۳۔جنین کی بیشتر جنبش ۴۔کروڑوں علم عام انسان بلکہ تمام حیوانات

۵۔بُعد بتاؤ یہ لاتعدّ ولاتحصیٰ ۶۔دوکلموں کی شرح میں

۷۔رحم شریف گے بار ۸۔آپ گے بار زورلگائیں گے

۹۔خفاش کے سواسب پرنداور نیز مچھلیاں ۱۰۔درگزروں فقط قابل آلہ بلکہ فقط انسان

۱۱۔میم صاحبہ کے پیٹ میں آلہ لگا ہوا ہیکلام کروں اب تو لاکھوں علوم

۱۲۔اور پیڑواور دونوں لبِ بالا چاروں لب زیریں ۱۳۔وُقْرٰی کے محصول

۱۴۔گداگر،بےمعاش، لُنجھا،لولا،اندھا،ہیولیٰ چوتڑوں کے بل

۱۵۔متحیر ہوتے ہیں،سبحان اللہ،اللہ اللہ کہاں ۱۶۔ناپاک،ناشتہ،کھڑے ہوکر

۱۷۔خدا کی دوجوروؤں کا قصہ

حضرت شرف علیہ الرحمہ کو ارسال کردہ اس فہرست کے صفحہ ۳ کے حاشیہ میں میں نے لکھا تھا:''ص ۷۶۴ سطر ۱۰ میں ایک لفظ مشہور ہے۔نسخہ کراچی نے بھی مشہور لکھا ہے لیکن میرا خیال ہے اسے مشہود ہونا چاہیے۔اس پر بھی اپنی رائے سے نوازیں۔''اس پر انہوں نے ایک جملہ لکھا:''لیکن آپ کا خیال صحیح ہے۔''

الختصر،حضرت شرفِ ملت کی تجاویز،تصحیح اور رہنمائی کی مطابق میں نے الصمصمام کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا اور اس وقت کی معلومات کے مطابق یہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا،کراچی سے ۲۰۰۶ئ،تحریک فکر رضا بمبئی،انڈیا سے ۲۰۰۷ء اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا،گلشن رضا جانباز چوک خان پورہ بارہ مولا،کشمیر سے ۲۰۰۷ء میں (Embryology: Refutation of a Christian Priest Physician's Claim) کے عنوان سے شائع ہوا۔الحمدللہ علی ذلک حمداً کثیرا۔

اس کے علاوہ اس عاجزانہ کوشش کا ایک یہ نتیجہ بھی سامنے آیا کہ رضا فاؤنڈیشن نے میری تیار کردہ اختلافی عبارات کی فہرست کو سامنے رکھتے ہوئے جلد ۲۶ میں شامل اس رسالے کی بعض عبارات کی تصحیح اس طرح میں کردی جسے اچھے کاغذ پر بیروت والوں کی طرز پر شائع کیا اور جس کے پیچھے ایک ہی بڑے خط سے فتاویٰ رضویہ لکھا گیا ہے۔ یہ ایک مثبت اقدام ہے جس پر وہ لائق تعریف وستائش ہیں۔

اس کے بعد میں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ایک اور رسالے 'برکات الامداد لاہل الاستمداد' پر کام کرنا شروع کیا۔ اس کے متن کا تقابلی مطالعہ کیا تو اس کے متن میں اختلافات کی بھی سات صفحات پر مشتمل ایک فہرست تیار ہوگئی۔ اس سلسلے میں مدد اور رہنمائی حاصل کرنے کے لیے درج ذیل خط مع فہرست حضرت شرفِ ملت کی خدمت میں بھیجا۔

عزت مآب مکرمی ومحترمی حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف القادری زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کریم کے فضل وکرم سے امید ہے کہ حضور خیریت سے ہوں گے۔ جناب نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی کتاب ''**الصمصام**'' کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کے سلسلے میں جس اخلاقِ کریمانہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے مدد فرمائی اس کے لئے آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس کے بعد کئی بار فون پر گفتگو کے دوران جس انداز سے آپ نے حوصلہ افزائی فرمائی اس کی بناء پر ایک بار پھر حضور کی خدمت میں اعلیٰ حضرت کے ایک اور رسالے 'ب**رکات الامداد لاھل الاستمداد**'' کے سلسلے میں رہنمائی کا طالب ہوں۔ اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ اگرچہ ممبئی سے ''Beacons of Hope'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور اس کا ایک نسخہ زبیر قادری صاحب نے مجھ دیا تھا۔ مگر ایک طرف تو وہ ترجمہ اتنا ناقص اور غیر معیاری ہے کہ اس کی اغلاط کی نشاندہی اور وضاحت میں جتنا وقت لگے گا اس سے شاید کم وقت میں دوبارہ بہتر ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف اس میں کتابت کی اغلاط کثیرہ ہیں۔ مزید یہ کہ عام قاری کی مدد کے لئے اس میں اپنی طرف سے نہ توکوئی ذیلی عنوانات وضع کیے گئے اور نہ ہی کوئی فہرست عناوین اس میں ہے۔ **وغیر ذلک من النقائص والعیوب**۔

اس سلسلے میں بندہ نے سب سے پہلے جو قدم اٹھایا وہ تصحیح متن کا ہے۔ اس کے لئے فتاوی رضویہ جدید کی جلد ۲۱ میں (از صفحہ ۳۰۱ تا ۳۳۷) شامل '**برکات الامداد**' کی عبارات کا موازنہ مجلس رضا کی طرف سے شائع کردہ نسخہ سے کیا تو سات صفحات کی لسٹ تیار ہوگئی جو اس خط کے ساتھ منسلک ہے۔ حسبِ سابق کرم فرماتے ہوئے درست عبارت کی نشاندہی فرما دیجئے تاکہ ترجمہ میں وہ غلطی جاری نہ رہ سکے۔

اس رسالے میں ایک عبارت [''عورتوں کی خانہ نشینی میں انہیں ننگار کھنے سے استعانت کرو''ص ۳۰۶، سطر ۳] ہے۔اس کی توضیح بھی مطلوب ہے۔تا کہ اسے حاشیے میں ذکر کرسکوں۔

اس کے علاوہ درج ذیل میں مذکورناموں کا صحیح تلفظ میرے علم میں نہیں۔ براہِ کرم ان پر اعراب لگا دیجئے تا کہ انگریزی میں ان کا متبادل درست طور پر لکھ سکوں یا کسی ایسی کتاب کی طرف رہنمائی فرمادیں جس میں ان صحیح تلفظ مجھے مل جائے۔ضرورت اور سیاق کی وضاحت کیلئے یہ اسماء اس طرح نقل کئے ہیں مگر اعراب کی ضرورت ان اسماء کے لئے ہے جنہیں عربی رسم الخط میں ظاہر کیا گیا ہے:

سهسوان، ابونعیم، الحلیه، الخلعی، ذکوان، عصیه، بنولحیان، العقیلی، عبدبن حمید، خصیفه، احمدبن منیع، القسملی، ابن حبان، ابن السنی، البزار، ابن عمروالمزنی، عبدالکافی سبکی۔

مزید برآں اسی جلد کے صفحہ ۳۱۹ پر بہت سی کتب کے نام درج ہیں۔ یہ نہ تو میرے مطالعے سے گزریں نہ میں نے کسی سے ان کے نام سنے کہ درست تلفظ کا علم ہوجاتا۔اس صفحہ کی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے۔اگر ان پر بھی درست تلفظ کی خاطر اعراب لگادیں تو کرم ہوگا۔

دعاؤں کا طالب

خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد

۹/صفر المظفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۰/ مارچ ۲۰۰۶ء

اس پیکٹ میں الصمصام کے انگریزی ترجمہ کے دو نسخے بھی ارسال کیے تھے۔اس بار حضرت شرفِ ملت نے خصوصی محبت وعنایت کا اظہار فرمایا اور اتنی توجہ مبذول فرمائی کہ میرے خط کا جواب چند دنوں میں تیار کر کے روانہ کیا۔علالت اور معمول کی متنوع الاقسام مصروفیات میں سے وقت نکال کر میرے خط کو اہمیت دینا ان کی خصوصی کرم نوازی کا ثبوت ہے۔اس بار انہوں نے مکتبہ رضویہ داتا دربار مارکیٹ لاہور کے پیڈ پر مجھے درج ذیل خط لکھا:

محترم ومکرم مولانا خورشید احمد سعیدی صاحب زیدت سعادتہ

برکات الامداد کے بارے میں آپ کا تقابلی مطالعہ موصول ہوا۔ جو کچھ مجھے سمجھ میں آیا ہے لکھ دیا ہے، آپ ملاحظہ کرلیں۔ وہابیہ کے بارے میں لب ولہجہ کی سختی اس دور کی یادگار ہے جب اہل سنت وجماعت کی دھاک چار سو بیٹھی ہوئی تھی، اس وقت کے حالات سے آپ باخبر ہیں، ضروری نہیں کہ وہی لب ولہجہ برقرار رکھا جائے، غالباً یہ سوچ کر رضا فاؤنڈیشن کے منتظمین نے زبان نرم کردی ہے۔

''الصمصام'' کے انگریزی ترجمے کے دو نسخے موصول ہوئے ہیں، اس کی اشاعت پر ہدیۂ تبریک اور

اس کے ارسال کرنے پر ہدیہ تشکر قبول فرمائیں۔

نوٹ: عورتوں کے ننگا رکھنے سے مراد لباس کی فراوانی کا نہ ہونا ہے جیسے کہ ص ۳۰۷، حدیث ۶ سے ظاہر ہے۔

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری

28-3-06

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے رسالہ برکات الإمداد لأهل الإستمداد (۱۳۱۱ھ) میں کتابت کی أغلاط اور اختلافات کی جو فہرست میں نے حضرت شرفِ ملت کو ارسال کی تھی اس میں درج ذیل گزارش کی تھی:

درج ذیل میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے رسالہ ''برکات الامداد لاہل الاستمداد'' کے دو مختلف نسخوں کے باہمی موازنے کے نتیجے میں سامنے آنے والے مختلف الانواع فروق، اخطاء اور اغلاط کی فہرست دی جارہی ہے۔ اس کی تصحیح کے لئے حضور کی عالمانہ رائے مطلوب ہے تاکہ اسے انگریزی میں ترجمہ کیلئے اصح متن سامنے ہو۔ فہرست میں دائیں جانب دی گئی عبارات اور کلمات اس نسخے کے ہیں جو فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جلد نمبر ۲۱ (از صفحہ ۳۰۱ تا ۳۳۷) میں شامل ہے۔ جبکہ بائیں طرف دیئے کلمات اور عبارات اس نسخے کے ہیں جسے مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور نے ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ/ دسمبر ۱۹۸۷ء میں (مشتمل بر ۲۷ صفحات) شائع کیا تھا۔

سات صفحات کی اس فہرست میں اختلافات کو تین حصوں میں تقسیم کر کے درج کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں اختلافاتِ کلمات وعبارات ہے؛ دوسرے حصے میں وہ کلمات وعبارات ہیں جو رضا فاؤنڈیشن والے نسخے میں ہیں لیکن مجلس رضا والے نسخے میں نہیں ہیں؛ جبکہ تیسرے حصے میں وہ کلمات وعبارات ہیں جو مجلس رضا والے نسخے میں ہیں مگر رضا فاؤنڈیشن والے طبع میں نہیں ہیں۔ تاہم بعض جگہوں پر اس اصولِ تقسیم کی پابندی نہیں کی جاسکی۔ ہر کلمے/عبارت کے سامنے دیئے گئے ارقام میں سے پہلا صفحہ نمبر جبکہ دوسرا سطر نمبر کو ظاہر کرتا ہے۔ ہر جگہ آپ کی رہنمائی مطلوب ہے۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء

اختلافاتِ کلمات وعبارات

ان عنوان کے تحت جو فہرست حضرت شرف ملت کو بھیجی گئی تھی اس میں انہوں نے بعض جگہ رضا فاؤنڈیشن کے طبع ٹِک لگا کر درست قرار دیا اور بعض جگہ مجلس رضا کے طبع والی عبارت کو۔ اس لئے اس جگہ ان کو دو الگ الگ فہرستوں میں پیش کیا جاتا ہے۔

یہ وہ فہرست ہے جس میں رضا فاؤنڈیشن کے طبع کی عبارت درست قرار دی گئی۔

ص وص	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن	نسخہ مطبوعہ مجلس رضا	ص وس
۱۵/۳۰۳	یونہی علم حقیقی	یوہیں علم حقیقی	۲/۴
۲۱/۳۰۳	بمعنی وسیلہ	یعنی وسیلہ	۲/۴
۴/۳۰۸	راوی ہیں	راوی ہے	۷/۷
۲/۳۰۹	فامدھم النبی	فامرھم النبی	۱۹/۷
۱۳/۳۰۹	فاتیحہ بوضوئہ	فاتیحہ یوضوئہ	۲/۸
۳/۳۱۰	سل بخواہ و تخصیص	سل بجمرہ تخصیص	۱۲/۸
۲/۳۱۰	خود بدہد	خوددہد	۱۴/۸
۲/۳۱۲	والحوائج	والحرائج	۲۱/۹
۱۳/۳۱۲	قضاء الحوائج	قضاء الحرائج	۵/۱۰
۱/۳۱۵	بن جراد	بن خراد	۳/۱۱
۲/۳۱۲	اطلبوا الحوائج	اطلبوا الحرائج	۲۱/۱۱
۱۲/۳۱۲	وبالثانی العُقَیلی	وبالثانی العقیل	۴/۱۲
۱۴/۳۱۹	وفائی شرنبلالی	وفائی شرنبلائی	۹/۱۴
۲۰/۳۱۹	صدور مارقین ہواکیں	صدور مارفین ہواکین	۱۵/۱۴
۲۴/۳۱۹	حیاۃ الموات	حیاۃ الموت	۱۸/۱۴
۲۵/۳۱۹	صلاۃ الاسرار	صلاۃ الاسوار	۱۹/۱۴
۲/۳۲۰	وغیرہا	وغیرہ ہا	۲۲/۱۴
۱۱/۳۲۱	فردالوفا	فردالعرفا	۲۲/۱۵
۲۲/۳۲۱	قضیت لہ	قضیت حاجتہ	۸/۱۲
۵/۳۲۴	از امیر روزی	از امیر دوزی	۱۸/۱۷
۱۰/۳۲۴	غیر باشد واُورا	غیر باشد دادرا	۲۰/۱۷
۲۳-۲۴/۳۲۴	رجوع کرنا سب شرک ہُوا جاتا ہے	رجوع کرنی سب شرک ہوئی جاتی ہے	۱۸/۳-۴

۴/۳۲۵	بیماری کوکسی سبب	بیماری کہ کسی سبب	۹/۱۸
۱۳/۳۲۵	استعانت بالغیر کی ہے	استعانت بالغیر کی ہے	۱۷/۱۸
۲۱/۳۲۵	یہ خدا کے ملک سے	یہ خدا کی ملک سے	۴/۱۹
۸/۳۲۶	اپنے میں بوندنہ پائی	اپنے اندر بُونہ پائی	۱۵/۱۹
۲۱،۲/۳۲۶	توکسی کے لئے بھی شرک نہیں ہوسکتا	تووُہ کسی کے لئے شرک نہیں ہوسکتا	۲/۲۰
۲/۳۲۷	زندہ آدمی سے شرک نہیں	زندہ آدمی سے شریک نہیں	۵/۲۰
۶/۳۲۷	حاجتِ فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس	حاجتِ فقر میں اسیر یا بادشاہ کے پاس	۹/۲۰
۱/۳۲۸	ایک نیا شگوفہ چھوڑتے ہیں	ایک نیا شگوفہ تراشتے ہیں	۴/۲۱
۲/۳۲۸	اپنی بات بنانے اور	اپنی بات بتانے اور	۵/۲۱
۱۷/۳۲۸	دلی آگ اپنا رنگ لائی	دبی آگ اپنا رنگ لائی	۲۰/۲۱
۶/۳۲۹	جونواب صاحب کو پسند نہ آئی	نواب صاحب کو اپنی نوابی کے نشے میں ناگوار گزری	۹/۲۲
۸/۳۲۹	حدیث صحیح کو بزورِ زبان وزورِ بہتان رَد کرنے کے لئے عقل وشرع کی قید سے	صحیح حدیث کو بزورِ زبان وزورِ بہتان رَد کرنے کے لئے عقل وشرح کی قید سے	۱۱/۲۲
۱۵/۳۳۰	افلاشققت	افلاشفقت	۱۲/۲۳
۱۴/۳۳۳	وسلطان المشائخ حضرت نظام الدین	ومشائخ المشائخ نظام الدین	۱۷/۲۵
۲۰/۳۳۳	نوشتہ اند	نوشتہ ند	۱۹/۲۵
۱/۳۳۶	اس امام کی تلون مزاجیوں نے طائفہ کی مٹی اور بھی خراب کی ہے،	اس امام بے لگام کی تلون مزاجیوں نے طائفے کی مٹی اور خراب کی ہے	۱۷/۲۶
۳/۳۳۶	جب تلوّن کی لہر آئے	جب تلوں کی لہر آئے	۱۹/۲۶

یہ وہ فہرست ہے جس میں مجلس رضا کے طبع کی عبارت درست قرار دی گئی۔

ص وس	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن	نسخہ مطبوعہ مجلس رضا	ص وس
۷/۳۰۲	وجھی للذی سے	وجھی للذی ہے	۱۴/۲

۱۴/۳۰۲	اعظم غوث اکرم ومعین	اعظم غوث واکرم معین	۳/۳
۱۷/۳۰۲	قدس سرہ السامی	قدس سرہما السامی	۵/۳
۲۰/۳۰۲	زمین وآسمان	آسمان وزمین	۸/۳
۴/۳۰۳	وہابیہ کی عقل	وہابیہ کو عقل	۱۵/۳
۱۳/۳۰۳	خالص بجناب الٰہی	خاص بجناب الٰہی	۲۳/۳
۱۹/۳۰۴	بنائیے، اس وسیلہ	بتایئے اسی وسیلہ	۵/۵
۲۰/۳۰۴	دربارِ الٰہی میں	بارگاہِ الٰہی میں	۶/۵
۵/۳۱۹	اب کی بار مارلو	اب کی مارو	۲۲/۱۳
۶/۳۱۹	کتاب الافکار	کتاب الاذکار	۲۳/۱۳
۸/۳۱۹	وغیر باتصانیف	وغیرہا تصانیف	۲/۱۴
۹/۳۱۹	امام ابن الحجاج محمد	امام ابن الحاج محمد	۴/۱۴
۱۳/۳۲۱	علی قادری حنفی	علی قاری حنفی	۲۳/۱۵
۲/۳۲۲	بعد السلام ویذکرنی	بعد السلام من التشہد احدی عشرۃ مرۃ ویذکرہ	۱۰/۱۶
۱/۳۲۲	درود وسلام بھیجے اور مجھے یاد کرے	گیارہ بار درود وسلام بھیجے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یاد کرے	۱۵/۱۶-۱۶
۸/۳۲۲	الذی جعل وارث	الذی جعلک وارث	۲۰/۱۶
۷/۳۲۳	رضا شیخ پرہو	رضا حضرت شیخ پر رضی اللہ عنہ۔	۵/۱۷
۱۱/۳۲۳	رسالہ نفیسہ برفوائد	رسالہ نفیسہ مشتمل بفوائد	۹/۱۷
۱۷/۳۲۳	نقل قول میں مخالف نے	نقل قول میں وہابی نے	۱۴/۱۷
۱۹/۳۲۳	لکھتے ہیں: شیخ سفیان ثوری	لکھتے ہیں کہ شیخ ثوری	۱۵/۱۷
۲۰/۳۲۴	مخالف صاحب نے دیکھا کہ حکایت اگر صحیح طور پر نقل کریں تو ساری قلعی	وہابی صاحب نے دیکھا کہ حکایت صحیح طور پر نقل کریں تو ساری وہابیت کی قلعی	۲/۱۸

۷/۳۲۵	مشرک ٹھیرایا	مشرک ٹھہرا	۱۳/۱۸
۱۴/۳۲۵	مسلمانو! مخالفین کے	مسلمانو! وہابیہ کے	۱۹/۱۸
۱۵/۳۲۵	ڈپٹی وغیرہ سے فریاد	ڈپٹی یا سارجنٹ سے فریاد	۲۰/۱۸
۱۷/۳۲۵	اس کے منافی نہ جانیں	اس کے خلاف نہ جانیں	۲۳/۱۸
۲او۱/۳۲۵	کیا مخالفین کے نزدیک ''خاص تجھی'' میں بید، حکیم، تھانیدار، جمعدار، ڈپٹی ،منصف، جج وغیرہ سب آ گئے	کیا وہابیہ کے نزدیک ''خاص تجھی'' میں وید، حکیم، تھانہ دار، جمعدار، ڈپٹی، سارجنٹ، منصف، جج سب آ گئے	۲/۱۹
۲۳/۳۲۵	غرض مخالفین خود بھی	وہابیہ خود بھی	۵/۱۹
۷/۳۲۶	برکات کا حصر سمجھیں	برکات کا حصہ سمجھیں	۱۴/۱۹
۱۷/۳۲۶	مخالفین بیچارے	وہابی صاحب بیچارے	۲۱/۱۹
۳/۳۲۷	اینٹ پتھر سے بھی شریک نہیں ہو سکتی	اینٹ پتھر سے بھی شرک نہیں ہوسکتی	۶/۲۰
۸/۳۲۷	تمام مخالفین روزانہ	تمام وہابی صاحب روزانہ	۱۰/۲۰
۱۶/۳۲۷	پانی وہیں مڑتا ہے	پانی وہیں مرتا ہے	۱۷/۲۰
۲۴/۳۲۷	مخالفین جب سب طرح عاجز آ جاتے ہیں	بعضے کچے وہابی پکے ہوشیار جب سب طرح عاجز آتے ہیں	۳/۲۱
۴ـ۵/۳۲۸	ان کے امام خود تقویۃ الایمان میں لکھ گئے ہیں	اُن کا امام نافرجام تقویۃ الایمان (نہیں نہیں اپنی تفویت الایمان) میں صاف لکھ گیا	۹ـ۱۰/۲۱
۱۸/۳۳۲	مخالف کو کریما کا مصرعہ یاد رہا	وہابی صاحب کو کریما کا مصرع تو یاد رہا	۸/۲۵
۳/۳۳۴	معلوم باشد با ہیچ کس	معلوم شد با ہیچ کس	۲۰/۲۵

نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن میں موجود مگر نسخہ مطبوعہ مجلس رضا میں مفقود

ص وس	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن میں موجود	نسخہ مطبوعہ مجلس رضا میں مفقود	ص وس
۳/۳۰۵	بیشک اللہ کو توبہ	بیشک اللہ توبہ	۱۰/۵
۲۰/۳۰۵	اگر ممکن ہو تو	اگر ممکن تو	۲/۶

۱۴/۳۱۵	حسان بن ثابت	حسان ثابت	۱۱/۱۱
۱۷/۳۲۰	کہ حاجت نیست کہ آں راذکر کنیم وشاید کہ منکر ومتعصب سودنہ کند اور اکلمات ایشاں	پوری عبارت غائب	۱۰/۱۵
۱۹/۳۲۲	شنیدہ ام از حضرت	شنیدہ ام حضرت	۲۳/۱۶
۹/۳۲۳	ثبوت کو کافی	ثبوت کافی	۷/۱۷
۲/۳۲۴	گفت چوں ایاک	گفت ایاک	۱۷/۱۷
۲۲/۳۲۴	جس میں خود بھی مبتلا ہیں	جس میں مبتلا ہیں	۴/۱۸
۶/۳۲۶	اندھوں کو سُوجھیں اور نہ ہی اپنے	اندھوں کو سُوجھیں نہ اپنے	۱۳/۱۹
۱۲/۳۳۰	رواہ مالک والبخاری	رواہ البخاری	۱۱/۲۳
۶/۳۳۲	اولیاء علیہم افضل الصلاۃ والثناء	اولیاء علیہم الصلاۃ والثناء	۲۱/۲۴
۸/۳۳۴	می شودوازاں	میشودوازاں	۲۲/۲۵

اس فہرست میں صرف تین جگہ حضرت شرفِ ملت نے نسخہ مطبوعہ مجلس رضا کی عبارت کو درست قرار دیا باقی تمام جگہ نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن کی عبارت کو ٹِک کر کے درست قرار دیا۔ وہ تین عبارتیں یہ ہیں:

ص وس	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن میں موجود	نسخہ مطبوعہ مجلس رضا میں مفقود	ص وس
۹/۳۰۳	واسطہ وصول وفیض	واسطہ وصول فیض	۲۰/۳
۱۲/۳۰۳	ہرگز اس سے حصر	ہرگز اس حصر	۲۲/۳
۱۹/۳۳۰	الاسلام یعلوا ولا یعلیٰ	الاسلام یعلو ولا یعلیٰ	۱۹/۲۳

نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن میں مفقود مگر نسخہ مطبوعہ مجلس رضا میں موجود

ص وس	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن میں مفقود	نسخہ مطبوعہ مجلس رضا میں موجود	ص وس
۵/۳۰۲	غیر حق سے مانگوں	غیر حق سے مدد مانگوں	۱۳/۲
۱۷/۳۰۲	آیات کریمہ تو مسلمان کی ہیں	آیات کریمہ تو مسلمان کا ایمان ہیں	۴/۳
۶/۳۰۳	بلکہ وجود ہستی	بلکہ وجود و ہستی	۱۷/۳
۹/۳۰۵	صرف انبیاء علیہم الصلوۃ	صرف انبیاء واولیاء علیہم الصلوۃ	۱۵/۵

۸/۳۰۶	استعینو بِالْغدُوَۃِ	استعینو ابالغدوۃ	۹/۶
۷/۳۰۸	عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰/۷
۳/۳۱۲	پوری عبارت غائب	وفی لفظ اطلبوا الحاجات عند حسان الوجوہ حاجتیں خوش حالوں کے پاس طلب کرو	۲۲/۹
۷/۳۲۱	حسنی حسینی صلی اللہ	حسنی حسینی جیلانی صلی اللہ	۲۰/۱۵
۱۲/۳۲۴	واُورامظاہر عون	واورایکےازمظاہر عون	۲۱/۱۷
۱۳/۳۲۵	پوری عبارت غائب	ولکن الوھابیہ قوم لایعقلون	۱۸/۱۸
۵/۳۲۶	اولیاء علیہم الصلاۃ والثناء	اولیاء علیہم افضل الصلاۃ والثناء	۱۲/۱۹
۴/۳۲۷	جس معنی پر خدا سے شرک ہے	جس معنی پر غیر خدا سے شرک ہے	۷/۲۰
۱۳/۳۲۷	مگر حکیم، امیر، جج	مگر حکیم، امیر، سارجنٹ، جج	۱۶/۲۰
۸/۳۲۸	ہر طرح شرک ہوتا ہے	ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے	۱۱/۲۱
۱۳/۳۲۸	فرمایئے، اللہ کے حکم سے	فرمایئے، یارسول اللہ اللہ کے حکم سے	۱۶/۲۱
۳۲۸/۱۲ تا ۲	ان صاحبوں میں نواب دہلوی ۔۔۔ حدیث عظیم جلیل ثابت	ان صاحبوں میں بہت گھٹ کے نمبر کے وہابی نواب دہلوی ۔۔۔ حدیث عظیم جلیل صحیح ثابت	۲۱/۲۲ تا ۲۲/۱
۹/۳۲۹	نکل بے دھڑک بے پر کی اُڑادی	نکل راوی ثقہ کا نسب بدل تقریب کی عبارت بکمال شرارت ایک سطر دکھا برابر کی چھپا کسی کا حال کسی پر اوتار حیا کا پانی سر سے گزار بیدھڑک بے پر کی اُڑادی	۲۲/۱۲ تا ۱۳

۱۳/۳۲۹	صحیح حدیث میں ان لوگوں کا یہ حال ہے۔ قُل	صحیح حدیث میں اُسے سُن کر تو اُن کے لئے ہلکے صاحبوں کا یہ حال ہوتا ہے۔ نمبری بہادر اونچی چوٹی کے وہابی جب کسی مسلمان کی زبان سے حضرات محبوبانِ خدا کا نام پاک سُنتے ہوں گے ان کے کلیجے پر کیا کچھ نہ گزر جاتی ہوگی۔ قُل	۲۲/۱۸تا۲۰
۵/۳۳۱	نہ کہ بلاوجہ منہ زوری	نہ کہ بلاوجہ محض مونہہ زوری	۱۸/۲۳
۶/۳۳۱	اطلاع حال کا دعوی	اطلاع حال قلب کا دعوے	۲۰/۲۳
۲۰/۳۳۱	یہ تو اس معنی پر	یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا تو اس معنی پر	۱۰/۲۴
۱۴/۳۳۲	مستغاث و الغوث	مستغاث بہ و الغوث	۲۰/۲۴
۱۲/۳۳۲	نبی صلی اللہ تعالیٰ	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۱/۲۵
۱۷/۳۳۲	پوری عبارت غائب	ایمان سے کہنا یہ وہی علماء ہیں جن پر تم انکارِ استعانت کا بہتان اُٹھاتے ہو مگر ہے یہ کہ حیا وہابیہ کے پاس ہو کر نہ نکلی صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا لم تستحی فاصنع ما شئت ع بے حیا باش و ہر چہ خواہی کُن !	۲۵/۴-۷
۱۹/۳۳۴	دلالت دارد۔	دلالت دارد اھ ملخصا	۵/۲۶
۲۰/۳۳۴	اسمٰعیل دہلوی صراط المستقیم میں	اسمٰعیل دہلوی کے بھاری پتھر کا کیا علاج وُہ صراط مستقیم میں	۵/۲۶
۱۸/۳۳۵	توان سب کوذرا	توان سب بھی کوذرا	۱۵/۲۶

اس تیسری فہرست میں صرف دو جگہ حضرت شرفِ ملت نے رضا فاؤنڈیشن کے طبع کی عبارت کو درست قرار دیا جو یہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رضا فاؤنڈیشن کے مطبوعہ نسخہ میں اصلاح کی ضرورت ہے۔

ص وس	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن میں مفقود	نسخہ مطبوعہ مجلس رضا میں موجود	ص وس
۱۳/۳۲۲	والحمدللہ	والحمدہ للہ	۲۱/۱۶
۱۹/۳۳۵	ورنہ شریعت کیا ان کی خانگی	ورنہ شریعت وہابیہ کیا آپ کی خانگی	۱۶_۱۵/۲۶
۱۱/۳۲۱	عالم ربانی لوائے حکمت	عالم ربانی عامل لوائے حکمت	۲۴/۱۵

البتہ اس تیسری عبارت میں نسخہ مطبوعہ مجلس رضا کو انہوں نے ٹِک کیا مگر اس میں ایک تصحیح یوں کی: 'عالم ربانی حامل لوائے حکمت'۔

یہاں ایک بات کا ذکر کرنا مناسب رہے گا کہ مندرجہ بالا فہارس میں یہاں وہ تمام مواد بوجوہ شامل نہیں کیا گیا ہے۔ موضوع زیر گفتگو کی نوعیت کے پیش نظر کچھ اختلافی الفاظ اور عبارات کو فہارس سے خارج کر دیا گیا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ برکات الامداد کے ترجمہ کو بوجوہ ابھی تک مکمل نہیں کر سکا۔ لیکن یہ حضرت شرفِ ملت کی توجہ خاص، مسلسل رہنمائی اور نظر کرم کا نتیجہ ہے کہ الصمصام کے ترجمہ کے بعد اعلیٰ حضرت کے دو اور رسالوں ''التحبیر بباب التدبیر'' کا ترجمہ ''Management Sciences in Islam'' کے نام سے اور ''ثلج الصدر لایمان القدر'' کا ترجمہ ''Divine Decree and Predestination'' کے عنوان سے مکمل کیا اور یہ دونوں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے ۲۰۰۸ء میں شائع ہو گئے۔

یہ اعزاز بھی حضرت شرفِ ملت علیہ الرحمۃ کو جاتا ہے کہ انہوں جس محبت وشفقت سے میرے ساتھ برتاؤ کیا رضویات کے حوالے سے اس کا نتیجہ یوں بھی سامنے آیا کہ میں نے ملکی سطح پر اس کی اصلاح کے لیے سوچنا شروع کیا اور تنظیم المدارس کا وہ بورڈ جو دورۂ حدیث کے طلبہ کے لیے موضوعات تجویز کرتا ہے اور اس کے لیے ابتدائی رہنما اصول مرتب کرتا ہے اس میں یہ بات منظور ہوئی کہ ان مقالات میں میرے اختیار کردہ طریقے کے مطابق فتاویٰ رضویہ پر کام کو مزید آگے بڑھایا جائے۔ لہٰذا اس قسم کے موضوعات گزشتہ چند سالوں سے شامل کیے جانے لگے ہیں۔ اور تنظیم المدارس کے وہ فضلاء جنہوں نے ان موضوعات کو اختیار کیا اور اس پر مقالہ تیار کیا انہیں اس نہج کا علم ہو گیا ہے کہ کام کو کیسے آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔

ان رسائل کے علاوہ بھی میں نے کچھ رسائل پر کام اپنی طرف سے مکمل کیا تھا لیکن حضرت شرفِ ملت علیہ الرحمۃ کی علالت ایسے مقام تک پہنچ گئی کہ آپ فتاویٰ رضویہ پر کام کے لیے مزید ساتھ نہ دے سکے۔ اللہ کریم نے انہیں اپنے جوارِ کرم میں بلا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی رحلت کے بعد میں اس کام کو جاری

رکھنا چاہتا تھا لیکن ان جیسی شفیق، معاون اور عرق ریزی سے کام کرنے والی شخصیت ابھی تک نصیب نہیں ہوئی ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری کے درجات بلند فرمائے، ان کے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچائے، ان کی آل واولاد کو سلف صالحین کے طریقے پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین

